• آٹھ سو بیالیس ویں رات

آٹھ سو بیالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ ماہی گیر نے خلیفہ سے کہا اے بانسری بجانے والے! جو کچھ اس میں نکلے اسے مجھ ضرور بتائیو۔ خلیفہ نے وہ پرزہ لے کر وزیر جعفر کو دے دیا اور کہا پڑھ اس میں کیا لکھا ہا ہے۔ جعفر اسے دیکھ کر لاحول پڑھنے لگا' خلیفہ نے کہا اے جعفر! خیر تو ہے' اس میں کیا لکھا ہے؟ اس نے کہا' امیر المومنین پرزے میں لکھا ہوا ہے کہ اس کے سو ڈنڈے مارے جائیں۔ خلیفہ نے سو ڈنڈے مارنے کا حکم دے دیا اور لوگ اس کا حکم بجا لائے۔ خلیفہ کے سو ڈنڈے مارے گئے۔ اس کے بعد وہ اٹھا اور کہنے لگا اے بڑی توند والے' خدا اس مذاق پر لعنت بھیجے! کیا گرفتاری اور مار پیٹ بھی مذاق کا ایک حصہ ہے؟ جعفر نے کہا امیر المومنین یہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بیچارہ دریا پر آئے اور پیاسا لوٹ جائے۔ اتنی مہربانی کر کہ وہ ایک اور پرزہ اٹھائے ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی چیز نکل آئے جس کے پانے سے اس کی مفلسی دور ہو جائے۔ خلیفہ نے جواب دیا اے جعفر! خدا کی قسم اگر اس نے دوسرا پرزہ اٹھایا اور اس میں قتل کیا جانا نکلا تو میں اسے ضرور قتل کر دوں گا اور اس کا گناہ تیری گردن پر ہو گا۔ جعفر بولا اگر وہ مر گیا تو آرام سے رہے گا۔ خلیفہ ماہی گیر نے کہا خدا تیرا برا کرے! کیا میری وجہ سے بغداد تم پر تنگ ہو گیا ہے کہ تم میری جان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو۔ جعفر بولا ایک پرزہ اٹھا لے اور خدا سے بھلائی کی دعا کر۔ اس نے ہاتھ بڑھایا اور ایک پرزہ اٹھا کر جعفر کو دے دیا۔ جعفر نے اسے لے کر پڑھا اور چپ ہو گیا۔ خلیفہ نے کہا اے یحیٰ کے بیٹے کیا ہے کہ تو چپ ہو گیا؟ اس نے کہا کہ امیر المومنین! اس پرزے میں لکھا ہے کہ ماہی گیر کو کچھ نہ دیا جائے۔ خلیفہ نے کہا اس کی روزی ہمارے پاس نہیں' اس سے کہہ دے کہ کالا منہ کرے۔ جعفر بولا کہ قسم ہے تیرے پاک باپ داداؤں

URDU4U.COM

کی اسے ایک بار اور اٹھانے دے ممکن ہے کہ اس میں اس کی روزی نکل آئے خلیفہ نے کہا اچھا اسے ایک پرزہ اور اٹھا لینے دے' لیکن یہ سب سے آخری ہے۔ خلیفہ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر تیسرا پرزہ اٹھایا' اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ ماہی گیر کو ایک دینار دے دیا جائے۔ جعفر نے خلیفہ ماہی گیر سے کہا کہ میں تو چاہتا تھا کہ خدا تجھے مالا مال کر دے لیکن خدا کی مرضی میں فقط یہ دینار تھا۔ خلیفہ ماہی گیر بولا ہر سو ڈنڈے کے بدلے ایک دینار بڑی برکت ہے خدا تیرے بدن کو تندرست رکھے۔

خلیفہ ہنس پڑا اور جعفر خلیفہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر لے گیا۔ دروازے پر پہنچ کر صندل سے اس کی آنکھیں چار ہوئیں۔ وہ کہنے لگا اے ماہی گیر! امیر المومنین کی بخشش سے ہمیں بھی کچھ دیتا جا۔ خلیفہ نے کہا اے لال بالوں والے! واللہ تو سچ کہتا ہے۔ اے کلوٹے! تو میرے ساتھ حصہ بخرا کرنا چاہتا ہے؟ میں نے سو ڈنڈے کھائے اور ایک دینار پایا۔ وہ تیرے لئے حلال ہے۔ یہ کہہ کر اس نے دینار کو غلام کے آگے پھینک دیا اور روتا ہوا باہر چلا گیا۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر غلام کو یقین آ گیا کہ وہ سچ کہتا ہے وہ اس کی طرف بڑھا اور غلاموں سے کہا اسے واپس لے آؤ۔ او وہ اسے واپس لے آئے۔ غلام نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تھیلی نکالی اور اسے کھول کر الٹا تو اس میں سے سو دینار نکل پڑے۔ اس نے کہا اے ماہی گیر! یہ سونے کے دینار لے لے' یہ تیری مچھلیوں کی قیمت ہے اور چلتا بن۔ یہ دیکھ کر خلیفہ ماہی گیر خوش ہو گیا اور یہ سو دینار اور خلیفہ کا ایک دینار لے کر چل دیا اور یہ بھول گیا کہ اس پر مار پڑی تھی۔ اب خدا کو یہ منظور ہوا کہ وہ کنیزوں کے بازار میں سے ہو کر گزرے۔ وہاں اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ حلقہ باندھے کھڑے ہیں۔ خلیفہ نے اپنے دل میں کہا کہ یہ لوگ آخر کیوں کھڑے ہیں؟ آگے بڑھ کر تاجروں کے اندر گھس گیا۔ تاجر بولے کہ اس لچے لفنگے کو جگہ دو' وہ ہٹ گئے اور خلیفہ نے دیکھا کہ ایک بوڑھا کھڑا ہے اور اس کے آگے ایک صندوق رکھا ہے اور ایک غلام اس پر بیٹھا ہے اور بوڑھا پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اے تاجرو' اے مال والو! کون ہمت کرتا ہے اس

صندوق کو خریدنے کی جس کے اندر معلوم نہیں کیا ہے اور جو امیر المومنین ہارون الرشید کی بیوی شہزادی زبیدہ بنت قاسم کے گھر سے آیا ہے۔ خدا تمہیں برکت دے! تمہاری طرف سے کیا بولوں؟ ایک تاجر بولا کہ واللہ یہ بڑی خطرناک بات ہے لیکن مجھے ملامت نہ کرو تو میں ایک بات کہتا ہوں بیس دینار میں' میں اسے لیتا ہوں۔ دوسرا بولا کہ پچاس دینار' پھر دوسرے تاجر نے بڑھ کر بولی بولی یہاں تک کہ سو دینار ہو گئے۔ اب دلال نے کہا' اے تاجرو! کوئی اس سے بڑھ کر بولی بولنا چاہتا ہے؟ خلیفہ ماہی گیر بولا کہ میں ایک سو ایک دینار لگاتا ہوں۔ یہ سن کر تاجر سمجھے کہ خلیفہ مذاق کرتا ہے' ہنس دیئے اور کہنے لگے اے غلام! اسے خلیفہ کے ہاتھ ایک سو ایک دینار میں بیچ ڈال۔ غلام بولا خدا کی قسم میں بھی سوائے اس کے اور کسی کے ہاتھ نہ بیچوں گا۔ اے ماہی گیر لے اور خدا اس میں تجھے برکت دے! دینار لا۔ خلیفہ نے دینار نکال کر اسے دے دیئے اور سودا پکا ہو گیا۔ پھر غلام نے اسی وقت دینار اسے بخش دیئے اور محل میں جا کر اپنی کارروائی کی خبر دی' زبیدہ خوش ہو گئی۔ خلیفہ ماہی گیر نے صندوق اپنے کندھے پر رکھا لیکن وہ اتنا بھاری تھا کہ وہ اسے اٹھا نہ سکا اس لئے وہ اسے اپنے سر پر رکھ کر اپنے محلے میں پہنچا اور اسے سر پر سے اتار تھک کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ اور اپنے دل میں کہنے لگا کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ اس صندوق میں کیا ہے؟ اس نے اپنے گھر کا دروازہ کھولا' صندوق کو بہ مشکل اندر لے گیا۔ پھر اس کے کھولنے کی بڑی کوشش کی لیکن وہ نہ کھلا' وہ اپنے اوپر لعنت بھیجنے لگا کہ میری عقل پر کیا پتھر پڑے تھے جو میں نے یہ صندوق خرید لیا' خیر اسے توڑ کر دیکھنا تو چاہیے کہ اس کے اندر کیا ہے۔ پھر اس نے قفل پر زور لگایا آخر ہار کر سونے کا ارادہ کیا کہ کل دیکھا جائے گا۔ صندوق بڑا تھا اور ماہی گیر کی کوٹھڑی چھوٹی' لیٹنے کی جگہ نہ تھی لہٰذا وہ صندوق کے اوپر لیٹ گیا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اسے صندوق میں کوئی چیز ہلتی ہوئی معلوم ہوئی اور وہ اتنا ڈرا کہ اس کی نیند اڑ گئی اس کے ہوش جاتے رہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

آٹھ سو تینتالیس ویں رات

URDU4U.COM

آٹھ سو تینتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ خلیفہ ماہی گیر کے ہوش اڑ گئے اٹھ بیٹھا سمجھا کہ اس کے اندر جن ہیں اور کہنے لگا کہ شکر ہے خدا کا کہ اس نے مجھے کھولنے نہ دیا' اگر میں نے اسے کھول لیا ہوتا تو وہ اندھیرے میں مجھ پر چڑھ کر مجھے مار ڈالتے اور الٹے لینے کے دینے پڑ جاتے۔ یہ کہہ کر وہ پھر صندوق پر لیٹ گیا' اب وہ پہلے سے زیادہ ہلنے لگا۔ خلیفہ پھر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ دوسری بار ہے اور پہلے سے زیادہ خطرناک' اب وہ چراغ ڈھونڈنے چلا لیکن اسے نہ پایا اور نہ اس کے پاس چراغ خریدنے کے لئے ٹکے تھے۔ اس لئے اس نے گھر سے نکل کر آواز دی کہ اے محلے والو! محلے والے سو گئے تھے' وہ سب اس کی آواز سن کر جاگ پڑے اور کہنے لگے خلیفہ' تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا مجھے ایک چراغ لا دو کیونکہ جنات میرے پیچھے دوڑتے ہیں۔ لوگ خوب ہنسے اور ایک چراغ لا کر دیا۔ خلیفہ چراغ لے کر گھر میں گیا اور صندوق کے قفل کو پتھر مار کر توڑ ڈالا' دیکھا کہ اس کے اندر ایک لڑکی پڑی سو رہی ہے جو حور کی طرح ہے۔ اس وقت بھنگ کا نشہ اتر رہا تھا اور اس نے ہوش میں آ کر آنکھیں کھول دی تھیں' کسمسانا شروع کر دیا تھا۔ اسے دیکھ کر خلیفہ بولا' اے میری آقا تو کہاں سے آئی ہے؟ لڑکی نے آنکھیں کھول دیں اور بولی یاسمین' نرگس ------ خلیفہ نے کہا یہاں تو مہندی کے علاوہ کوئی بھی نہیں۔ اب لڑکی کو ہوش آیا اور وہ خلیفہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگی' تو کون بلا ہے اور میں کہاں ہوں؟ اس نے جواب دیا تو میرے گھر میں ہے۔ لڑکی بولی کیا میں خلیفہ ہارون الرشید کے محل میں نہیں ہوں؟ خلیفہ نے جواب دیا اے پاگل' رشید کس بلا کا نام ہے؟ تو تو میری زر خرید باندی ہے' آج ہی تو میں تجھے ایک سو ایک دینار میں خرید کر گھر لایا ہوں' اسی صندوق میں تو سو رہی تھی۔

اس کی باتیں سن کر لڑکی نے کہا' تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام خلیفہ ہے۔ نہ معلوم میرا ستارہ کیوں چمک اٹھا۔ اب تک تو میری تقدیر الٹی تھی۔ لڑکی ہنس پڑی' اس نے کہا یہ باتیں جانے دے' بتا کہ تیرے پاس کھانے کے لئے بھی کچھ ہے۔ اس نے کہا کہ پینے کے لئے بھی کچھ نہیں۔ دو دن سے میں نے کچھ کھایا بھی نہیں اور اس وقت میں ایک نوالے کے لئے محتاج ہوں۔ لڑکی نے کہا تیرے پاس دام ہیں؟ اس نے جواب دیا خدا اس صندوق کو سلامت رکھے! اس نے مجھے کنگال کر دیا ہے' جو کچھ میرے پاس تھا میں اس پر لگا چکا اور مفلس ہو گیا۔ لڑکی ہنس پڑی اور کہنے لگی' اچھا جا کر پڑوسیوں کے ہاں سے کچھ کھانے کے لئے لا کیونکہ میں بھوکی ہوں۔ خلیفہ اٹھ کر باہر گیا اور آواز دی کہ اے محلے والو! اے میرے پڑوسیو' میں بھوکا ہوں اور میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں' یہ سن کر ایک شخص روٹی لے آیا' دوسرا گوشت کی بوٹیاں' تیسرا ایک ٹکڑا پنیر اور چوتھا کھیرا۔ خلیفہ اپنی جھولی بھر کر اندر گیا اور لڑکی کے آگے سب چیزیں ڈال دیں اور کہا کہ کھا۔ لڑکی ہنس پڑی اور کہنے لگی میں کھاؤں کیسے؟ پینے کے لئے پانی تو ہے نہیں اگر نوالہ پھنس گیا تو میں مر جاؤں گی۔ خلیفہ نے کہا میں تیرے لئے یہ گھڑا بھرے لاتا ہوں۔ اور نکل کر محلے کے بیچ میں پہنچا اور آواز دی کہ اے محلے والو! ------- انہوں نے کہا۔ اے خلیفہ' آج رات تجھ پر کیا مصیبت آئی ہے؟ اس نے کہا تم نے مجھے کھانا دیا اور میں نے کھایا اور اب مجھے پیاس لگی ہے لہٰذا پانی پلاؤ۔ یہ سن کر ایک شخص کوزہ بھر لایا ایک ایک لوٹا اور ایک لٹیا۔ خلیفہ گھڑا بھر کر اندر لایا اور کہا اے میری آقا' اب تیری کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ لڑکی نے کہا ٹھیک ہے' اس وقت اور کوئی ضرورت نہیں۔ خلیفہ نے کہا اب مجھ سے باتیں کر اور اپنا قصہ سنا۔ لڑکی بولی اگر تو مجھے نہیں جانتا تو سن' میں خلیفہ ہارون الرشید کی کنیز قوت القلوب ہوں۔ شہزادی زبیدہ نے رشک سے مجھے بھنگ کھلا کر اس صندوق میں بند کر دیا۔ لیکن شکر ہے خدا کا کہ اس نے یہ کام مشکل سے آسان کر دیا اور محض تیری خوش قسمتی سے یہ ماجرا میرے ساتھ پیش آیا کیونکہ اب تجھے خلیفہ ہارون

الرشید سے اتنا مال ملے گا کہ تو امیر ہو جائے گا۔
خلیفہ نے کہا وہی رشید تو نہیں جس کے محل میں' میں قیدی تھا؟ لڑکی نے کہا ہاں وہی۔
URDU4U .COM
خلیفہ نے کہا واللہ میں نے اس سے زیادہ کنجوس کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ بے خبر اور کم عقل بانسری بجانے والا! اس نے کل میرے سو ڈنڈے لگوائے اور ایک دینار دیا' اگرچہ میں نے اسے مچھلیاں مارنا سکھایا اور اپنا شریک بنایا تھا' پھر بھی اس نے میرے ساتھ دھوکے بازی کی۔ لڑکی نے کہا ایسی بری باتیں نہ کر آنکھیں کھول' اگر تو اسے پھر دیکھے تو ادب سے بات کیجیو اور تیرا مقصد پورا ہو جائے گا۔ یہ باتیں سن کر ایسا معلوم ہوا کہ گویا وہ سوتے سے جاگ اٹھا اور چونکہ خدا کو اس کی بہتری منظور تھی اس کی عقل ٹھکانے آ گئی اور اس نے کہا کہ سر آنکھوں پر' اچھا اب سوجا' وہ جا کر سو گئی اور خلیفہ اس سے دور جا کر سو رہا۔ صبح تک سوتا رہا۔ جب دن نکلا تو لڑکی نے اس سے دوات اور کاغذ مانگا۔ وہ دونوں چیزیں لے آیا تو لڑکی نے اس تاجر کے نام ایک خط لکھا جو خلیفہ کا مصاحب تھا' اس میں اپنی ساری کہانی بیان کی اور یہ کہ اب اسے خلیفہ ماہی گیر نے خرید لیا ہے اور وہ اس کے پاس ہے۔ خلیفہ کو یہ خط دے کر لڑکی نے کہا کہ اسے لے کر جوہری بازار جا' ابن قرناص جوہری کی دکان پوچھ کر اسے دے دیجیو اور کوئی بات نہ کیجیو۔ خلیفہ بولا۔ سر آنکھوں سے اور لڑکی کے ہاتھ سے خط لے کر جوہری بازار گیا۔ وہاں پہنچ کر ابن قرناص کی دکان پوچھی۔ لوگوں نے اس کا پتہ بتا دیا۔ خلیفہ نے اس کے پاس جا کر سلام کیا۔ جوہری نے نہایت حقارت سے اس کے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کیسے آنا ہوا؟ خلیفہ نے اسے خط دے دیا' اس نے خط لے تو لیا مگر پڑھا نہیں کیونکہ وہ سمجھا کہ یہ کوئی فقیر ہے جو بھیک مانگنے آیا ہے اور اپنے غلام سے کہا اسے آدھا درہم دے دے۔ خلیفہ بولا مجھے بھیک نہیں چاہیے' خط پڑھ۔ جب اس نے خط پڑھا تو اس کا مطلب سمجھا اور اسے چوم کر اپنے سر پر رکھ لیا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○○○

- # آٹھ سو چوالیس ویں رات

آٹھ سو چوالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ ابن قرناص نے خط چوم کر اپنے سر پر رکھ لیا اور کھڑا ہو کر کہنے لگا بھائی تیرا گھر کہاں ہے؟

URDU4U.COM

خلیفہ نے جواب دیا تو میرے گھر کیوں جانا چاہتا ہے؟ کیا تیرا ارادہ ہے کہ میرے گھر جا کر میری کنیز کو چرا لائے؟ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ کچھ کھانا خرید کر تیرے ساتھ کر دوں تاکہ تو اور تیری کنیز کھائے۔ خلیفہ نے کہا میرا گھر فلاں محلے میں ہے۔ تاجر بولا شاباش! کم بخت' خدا تیرا بھلا کرے! یہ کہہ کر اس نے اپنے دو غلاموں کو آواز دی اور کہا کہ اس شخص کو محسن صراف کی دکان پر لے جاؤ' اس سے کہنا کہ اسے ایک ہزار دینار سونے کے دے دے اور پھر اسے فوراً میرے پاس لے آنا۔ دونوں غلام خلیفہ کو صراف کی دکان پر لے گئے اور اس سے کہا اے محسن' اس شخص کو ایک ہزار دینار سونے کے دے دے۔ خلیفہ دینار لے کر دونوں غلاموں کے ساتھ ابن قرناص کی دکان پر لوٹ آیا اور دیکھا کہ وہ زرزوری خچر پر سوار ہے جس کی قیمت ایک ہزار دینار ہو گی' کالے اور گورے غلام اس کے آس پاس ہیں' اس کے خچر کے برابر ایک اور خچر اسی طرح کا ہے جس پر زین کسا ہوا اور لگام لگی ہوئی ہے۔ ابن قرناص نے خلیفہ سے کہا بسم اللہ' اس خچر پر سوار ہو جا' اس نے جواب دیا' میں نہیں سوار ہوں گا۔ خدا کی قسم میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے گرا دے گا' تاجر بولا خدا کی قسم تجھے سوار ہونا پڑے گا۔ خلیفہ سوار ہونے کے لئے آگے بڑھا اور الٹا سوار ہوا۔ خچر کی دم پکڑ لی اور ایک چیخ ماری۔ خچر نے اسے زمین پر پھینک دیا اور لوگ اس پر ہنس پڑے۔ خلیفہ اٹھ کر کہنے لگا۔ میں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ میں اس اونچے گدھے پر سوار نہ ہوں گا۔ اب ابن قرناص خلیفہ کو بازار میں کھڑا چھوڑ کر امیر

المومنین کے پاس گیا‘ اسے کنیز کی خبر دے کر کنیز کو اپنے گھر لے آیا۔ جب خلیفہ اپنے گھر گیا کہ دیکھے کنیز کس حال میں ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ محلے والے جمع ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ آج خلیفہ بے حد ڈرا معلوم ہوتا ہے‘ نہ معلوم یہ کنیز اسے کہاں سے ہاتھ لگ گئی۔ ایک بولا کہ وہ پاگل کتنا معلوم ہوتا ہے اس نے لڑکی کو راہ میں بدمست پایا ہو گا‘ اٹھا کر اپنے گھر لے آیا اور اب اپنا جرم معلوم کر کے روپوش ہو گیا۔

وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ خلیفہ جا پہنچا‘ لوگوں نے کہا کم بخت‘ یہ تو نے کیا کیا؟ تجھے معلوم ہے کہ تجھ پر کیا گزری۔ اس نے جواب دیا خدا کی قسم نہیں۔ انہوں نے کہا کہ جس کنیز کو تو چرا لایا تھا ابھی غلام آ کر اسے لے گئے‘ وہ تجھے بھی ڈھونڈتے تھے لیکن تو غائب تھا۔ خلیفہ بولا وہ کیونکر میری کنیز کو لے گئے؟ ایک شخص نے جواب دیا کہ اگر تو ان کے ہتھے چڑھ جاتا تو وہ تجھے مار ڈالتے۔ خلیفہ ان کی طرف زیادہ متوجہ نہ ہوا بلکہ الٹے پاؤں ابن قرناص کی دکان پر گیا‘ دیکھا کہ وہ سوار ہے اس سے کہنے لگا کہ خدا کی قسم یہ تیری حرکت ٹھیک نہیں‘ ادھر تو نے مجھے باتوں میں لگایا ادھر غلاموں کو بھیج کر میری کنیز کو پکڑوا بلایا۔ ابن قرناص نے کہا چپ چاپ میرے ساتھ چل۔ یہ کہہ کر وہ اسے ایک خوبصورت مکان میں لے گیا۔ وہاں پہنچ کر خلیفہ نے دیکھا کہ کنیز ایک سونے کے تخت پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کے آس پاس چاند سی خوبصورت دس لونڈیاں ہیں۔ ابن قرناص نے اسے دیکھتے ہی زمین کو بوسہ دیا‘ کنیز نے پوچھا کہ تو نے میرے نئے آقا‘ میں نے اسے ایک ہزار دینار سونے کے دیئے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے خلیفہ کا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا۔ کنیز نے ہنس کر کہا کہ اس کا برا نہ مان کیونکہ وہ سیدھا سادا آدمی ہے‘ لے یہ ایک ہزار دینار میری طرف سے اس کی نذر ہیں اور خدا نے چاہا تو خلیفہ اسے مالا مال کر دے گا۔ وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ خلیفہ کے پاس سے ایک خادم آیا کہ وہ قوت القلوب کو بلاتا ہے کیونکہ جس وقت اسے معلوم ہوا ہے کہ وہ ابن قرناص کے گھر میں ہے‘ وہ بے

چین ہے۔ جب قوت القلوب خلیفہ کے پاس گئی تو خلیفہ کو اپنے ساتھ لیتی گئی۔ خلیفہ کے پاس پہنچ کر اس نے زمین چومی۔ خلیفہ نے اٹھ کر اسے سلام کیا' مرحبا کہا اور پوچھا کہ اس شخص کے ساتھ تیری کیسی گزری جس نے تجھے خریدا تھا؟ کنیز نے کہا اس شخص کا نام خلیفہ ماہی گیر ہے' وہ دروازے پر کھڑا ہے۔ اس نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس کے اور میرے مولا امیر المومنین کے درمیان مچھلیاں مارنے کی شرکت کے بارے میں کچھ حساب کتاب باقی ہے۔ خلیفہ نے پوچھاوہ کیا واقعی دروازے پر کھڑا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اسے بلاؤ۔ وہ آیا تو اس نے خلیفہ کے سامنے زمین چومی اور دعا دی کہ تیری عزت اور نعمتیں ہمیشہ قائم رہیں۔

یہ سن کر خلیفہ کو تعجب ہوا' وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا اے ماہی گیر' کیا آج رات تو سچے معنوں میں میرا شریک تھا؟ خلیفہ' امیر المومنین کا مطلب سمجھ گیا اور اس نے دل کڑا کرکے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے تیرے چچیرے بھائی کا خلیفہ بنایا' سوائے دیکھنے او باتیں کرنے کے' میں نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ اس کے بعد ماہی گیر اس سے سارا ماجرا کہتا جاتا اور وہ ہنستا جاتا۔ پھر اس نے غلام کا قصہ بیان کرنا شروع کیا اور یہ کہ اس نے خلیفہ کے ایک دینار کے ساتھ سو دینار اور دیئے اس نے یہ بھی کہا کہ بازار جا کر میں نے ان ایک سو ایک دینار میں ایک صندوق خریدا جس کے اندر مجھے معلوم نہ تھا کہ کیا ہے۔ غرض اس نے سارا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک کہہ سنایا۔ اس پر خلیفہ خوب ہنسا اور کہنے لگا اے حق کو حقدار تک پہنچانے والے' مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ خلیفہ کو پچاس ہزار دینار اور خلفا کی پوشاک میں سے ایک عمدہ خلعت او ایک خچر دیا جائے۔ علاوہ ازیں خلیفہ کو خدمت کے لئے حبشی غلام عطا کئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی اس زمانے کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہے۔ خلیفہ کو اپنی کنیز کے مل جانے کی بڑی خوشی ہوئی او اسے یقین ہو گیا کہ یہ حرکت اس چچیری بہن شہزادی زبیدہ کی تھی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

ooo

• آٹھ سو پینتالیسویں رات

آٹھ سو پینتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ قوت القلوب کے دوبارہ مل جانے پر خلیفہ بہت خوش ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ حرکت شہزادی زبیدہ کی تھی۔ وہ زبیدہ پر سخت ناراض ہوا۔ ایک مدت اس کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا' نہ وہ اس سے ملتا اور نہ اس کا دل اس سے ملنے کو چاہتا۔ زبیدہ کو خلیفہ کے غصے کا علم ہوا تو اسے بڑا رنج ہوا۔ اس کا رنگ سرخ سے زرد ہو گیا۔ زیادہ صبر نہ ہو سکا تو اپنے چچیرے بھائی امیر المومنین کے پاس خط بھیجا جس میں اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور معافی مانگی۔ جب شہزادی زبیدہ کا خط امیر المومنین کے پاس پہنچا اور اس نے پڑھا تو اسے معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے گناہ کو تسلیم کرتی ہے اور اپنے کئے پر پشیمان ہے وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ خدا سارے گناہ بخش دیتا ہے وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ سوچ کر اس نے زبیدہ کے خط کا جواب لکھا کہ میں نے تجھے معاف کردیا اور تجھ سے پھر خوش ہو گیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے خلیفہ ماہی گیر کی تنخواہ پچاس دینار ماہانہ مقرر کر دی اور اس کی بڑی عزت و احترام کرنے لگا۔ چلتے وقت خلیفہ نے امیر المومنین کے آگے زمین چومی اور اکڑتا ہوا چل دیا۔ جب وہ دروازے پر پہنچا تو اس پر اس غلام کی نظر پڑی جس نے اسے ایک سو دینار دیئے تھے۔ اس نے اسے پہچان لیا اور کہا کہ اے ماہی گیر! یہ تمام چیزیں تجھے کہاں سے ہاتھ لگیں؟ ماہی گیر نے سارا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک کہہ سنایا۔ غلام بھی خوش ہو گیا کیونکہ ماہی گیر کے امیر ہو جانے کا وہی سبب تھا اور کہنے لگا کہ اپنے مال میں سے مجھے بھی کچھ انعام دے۔ خلیفہ نے اپنی جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس میں سے ایک ہزار دینار کی ایک تھیلی نکال کر غلام کو دی۔ غلام نے کہا کہ اپنا مال اپنے پاس رکھ' خدا اس میں تجھے برکت دے! اور اسے اس بات پر تعجب ہوا کہ ماہی گیر باوجود

غریب ہونے کے اس قدر بامروت اور سخی ہے۔
اب خلیفہ خچر پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ غلام اس کی رکابیں پکڑے ہوئے تھے وہ سرائے پہنچا تو لوگ اسے دیکھ کر اچنبھے میں آ گئے۔ جب وہ خچر سے اترا تو لوگوں نے بڑھ کر اس سے اس کی خوش قسمتی کا سبب پوچھا' اس نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ اس کے بعد اس نے ایک خوبصورت مکان خریدا اسے خوب آراستہ کیا اور اس میں رہنے لگا۔
جب وہ اس مکان میں رہنے لگا تو اس نے شہر کے ایک بڑے آدمی کی بیٹی سے نکاح کر لیا جو بڑی حسین تھی۔ اپنے آپ کو ان نعمتوں میں دیکھ کر اس نے خدا کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا اور اس کی حمد و ثنا کی۔ خلیفہ سے خلیفہ ہارون الرشید بہت خوش تھا۔ وہ اکثر اس کے دربار میں آیا جایا کرتا اور بہت کچھ انعام و اکرام پاتا۔ اس طرح خلیفہ نہایت عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے لگا یہاں تک کہ مزوں کو کرکرا اور صحبتوں کو تتر بتر کرنے والی موت آ پہنچی۔ پاک ہے وہ ذات جس کے لئے عزت اور بقا ہے' جو ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے اور کبھی مرتی نہیں۔

○ مسرور تاجر اور زین المواصف کی کہانی

پرانے زمانے میں ایک تاجر تھا مسرور نام اور اپنے زمانے کے حسین ترین لوگوں میں بڑا مال دار اور خوش حال تھا لیکن اسے چمنوں' باغوں کی سیر بہت پسند تھی۔ اور خوب صورت عورتوں کو بہت چاہتا تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک نہایت خوبصورت چمن میں ہے جہاں چار چڑیاں ہیں' منجملہ ان کے ایک فاختہ ہے جو صاف چاندی کی طرح سفید ہے۔ یہ فاختہ اسے بہت پسند آئی۔ وہ دل سے اسے چاہنے لگا۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک بڑا پرندہ جھپٹ کر اسے اٹھا لے گیا۔ اس صدمے سے اس کی آنکھ کھل گئی اور فاختہ کو نہ پا کر صبح تک بے چین رہا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○○○

• آٹھ سوچھیالیس ویں رات

URDU4U.COM

آٹھ سو چھیالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ مسرور تاجر نے کہا کہ کسی ایسے شخص کو ڈھونڈنا چاہیے جو اس خواب کی تعبیر بتا سکے۔ یہ ارادہ کرکے وہ اٹھ کھڑا ہوا' ادھر ادھر پھرتے پھراتے وہ اپنے گھر سے دور پہنچ گیا' لیکن کوئی تعبیر بتانے والا نہ ملا۔ مجبور ہو کر لوٹا۔ موڑ پر ایک عالی شان حویلی دیکھی یہ امیر آدمی کا مکان تھا۔ اسے اندر سے ایک دردناک آواز گانے کی سنائی دی۔ آواز سن کر مسرور نے دروازے کے اندر نظر دوڑائی' دیکھا کہ وہاں ایک عمدہ سے عمدہ چمن ہے اور اندر سرخ زربفت کے پردے پڑے ہیں جن پر موتی اور جواہرات کا کام ہے' ان کے پیچھے چار لڑکیاں بیٹھی ہیں' ایک میانہ قد' چہرہ چاند کی طرح گول اور روشن' آنکھیں سرمئی' بھنویں ملی ہوئی' منہ گویا سلیمان کی انگوٹھی' ہونٹ اور دانت گویا موتی اور مونگے' اپنے حسن و جمال اور قد و قامت سے وہ عقلوں کو سلب کرتی ہے۔ اسے دیکھ کر مسرور مکان کے اندر چلا گیا اور اتنا آگے بڑھا کہ وہ پردے کے پاس جا پہنچا۔ لڑکی نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا' مسرور نے فوراً اسے سلام کیا۔ اس نے نہایت میٹھی آواز سے سلام کا جواب دیا۔ اسے دیکھتے ہی مسرور کے ہوش جاتے رہے۔ باغ میں چنبیلی' لالہ' بنفشہ' گلاب' نارنگی اور طرح طرح کے خوشبو دار درخت ہیں۔ میووں سے لدے ہوئے اور چار چبوتروں پر سے جو اس کے سامنے ہیں' پانی گر رہا ہے۔ قمریاں' کبوتر' بلبلیں اور قسم قسم کی چڑیاں اپنی اپنی بولیاں بول رہی ہیں اور لڑکی اپنے حسن و جمال میں اس آن بان سے جھک کر چل رہی ہے کہ دیکھنے والا اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔

لڑکی نے مسرور سے کہا' اے شخص تو اپنے گھر کے علاوہ دوسرے گھر میں اور اپنی لڑکیوں کو چھوڑ کر دوسروں کی لڑکیوں کے پاس بغیر گھر والوں کی اجازت کے کیسے آ

گیا؟ مسرور بولا اے میری آقا! جب میں نے یہ چمن دیکھا تو اس کا ہرا بھرا پن‘ اس کے پھول او چڑیوں کا گانا مجھے اتنا بھایا کہ میں اندر آ گیا تا کہ تھوڑی دیر سیر وتفریح کرکے چلا جاؤں۔ لڑکی نے کہا اچھا آ بیٹھ جا۔ مسرور تاجر نے اس کی باتیں سنیں‘ اس کی ترچھی نظروں اور سڈول قد و قامت کی طرف دیکھا تو اس کے ہوش جاتے رہے اور چمن کی لطافت اور چڑیوں کے نغموں نے مست کر دیا۔ زین المواصف کے دل میں بھی اسے دیکھ کر ہزاروں تمنائیں آنے لگیں اور مسرور نے کوشش کرکے اپنا راز چھپایا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ مصیبت پر سوائے صبر کے اور چارہ نہیں۔ اسی حالت میں رات ہو گئی اور لڑکی نے حکم دیا کہ دسترخوان بچھایا جائے۔ دسترخوان آیا تو اس پر طرح طرح کے کھانے تھے۔ دونوں نے پیٹ بھر کر کھایا‘ پھر دسترخوان بڑھایا گیا۔ ہاتھ دھونے کا سامان آیا انہوں نے ہاتھ دھوئے۔ اس کے بعد شمع دان رکھے گئے اور اس میں کافوری موم بتیاں لگائی گئیں۔ زین المواصف نے کہا‘ آج رات میری طبیعت بہت گھبرا رہی ہے کیونکہ مجھے کچھ حرارت ہے۔ مسرور نے کہا خدا تیری گھبراہٹ دور کرے اور رنج و غم سے نجات دے! لڑکی نے کہا کہ مجھے شطرنج کھیلنے کی عادت ہے۔ تجھے بھی شطرنج کھیلنا آتا ہے؟ اس نے جواب دیا‘ ہاں آتا ہے لڑکی نے بساط بچھائی جو آبنوس اور ہاتھی دانت کی تھی۔ خانوں کے بیچ میں سونے کا کام تھا اور مہرے موتی اور یاقوت کے تھے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• آٹھ سو سینتالیس ویں رات

آٹھ سو سینتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب بساط بچھ گئی تو زین المواصف نے اس کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تو لال چاہتا ہے یا سفید؟ وہ بولا اے حسینوں کی سرتاج اورخوبصورتوں کی زینت' تو لال لے کیونکہ وہ خوبصورت ہیں اور تیری شان کے شایاں' سفید میرے لئے رہنے دے۔ لڑکی نے کہا منظور' اور انہیں لے کر اس نے سفید مہروں کے مقابلے میں رکھا۔ مسرور کی نظر اس کی انگلیوں پر پڑی' اس نے دیکھا کہ گویا وہ چاندی کی بنی ہوئی ہیں۔ ان کی خوبصورتی دیکھ کر مسرور دنگ ہو گیا اور لڑکی اس کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی' گھبرا نہیں بلکہ صبر سے کام لے اور ثابت قدم رہ۔ مسرور بولا اے حسن کی دیوی' تیرے آگے چاند اور سورج مات ہیں' پھر عاشق کو کیونکر صبر ہو سکتا ہے؟ وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ لڑکی نے کہا کہ شاہ مات اور اس نے مات مان لی اور زین المواصف کو یقین آ گیا کہ وہ اس کی محبت میں پاگل ہے' اس نے کہا اے مسرور' میں تیرے ساتھ بے شرط لگائے نہیں کھیل سکتی اور ہم دونوں قسم کھائیں کہ ہم میں سے ایک' دوسرے کو دھوکہ نہ دے گا' دونوں نے قسم کھالی۔ لڑکی بولی اے مسرور! اگر میں جیت جاؤں تو تجھ سے دس دینار لوں گی اور اگر تو جیت جائے تو میں تجھے کچھ نہ دوں گی۔ مسرور کو خیال تھا کہ میں جیتوں گا' کہنے لگا' اے میری آقا' اپنی قسم کو جھوٹ نہ کیجیو' میں دیکھتا ہوں کہ شطرنج میں تو مجھ سے زبردست ہے۔ لڑکی بولی' منظور' دونوں کھیلنے' پیادے بڑھانے اور ان کے مقابلے میں فرزیں رکھنے' رخوں سے زور ڈالنے اور گھوڑے بڑھا بڑھا کر خوش ہونے لگے۔

زین المواصف کے سر پر نیلے زربفت کا ایک رومال تھا' اسے اس نے سر سے گرا دیا۔ اپنی کلائیاں کھول لیں جو نور کے ستونوں کی طرح تھیں اور لال مہروں کی طرف اپنا

ہاتھ بڑھا کر کہا ہوشیار ہو جا۔ ان پیاری پیاری باتوں کو سن کر مسرور کے ہوش و حواس جاتے رہے اور جب اس نے اپنا ہاتھ سفید مہروں کی طرف بڑھایا تو وہ سرخ پر جا پڑا۔ لڑکی بولی اے مسرور! کیا تیری عقل ماری گئی ہے؟ لال مہرے میرے ہیں اور سفید تیرے۔ مسرور نے کہا جو کوئی تیری طرف دیکھتا ہے اس کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔ زین المواصف نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس سے سفید مہرے خود لے لئے لال اسے دے دیئے اور ان سے کھیل کر اسے مات کر دی۔ اسی طرح وہ اس سے برابر کھیلتی اور مات پر مات دیتی رہی اور وہ ہر بار دس دینار ہارتا رہا۔ جب زین المواصف نے دیکھا کہ وہ اس کی محبت میں گرفتار ہے تو کہنے لگی اے مسرور! جب تک شرط کے مطابق تو مجھے ہرا نہ دے اس وقت تک تیری مراد حاصل نہ ہو گی اور اب میں سو دینار فی بازی تجھ سے کھیلوں گی۔ مسرور نے کہا کہ سر آنکھوں سے' پھر حاضر کروں گا۔ اس نے جواب دیا' تیرے پلے ٹکے تو رہے ہی نہیں' لائے گا کہاں سے؟ مسرور بولا اے امیدوں کی انتہا' اگرچہ میرے پاس کچھ نہیں رہا لیکن لوگ میری مدد کریں گے۔ لڑکی نے کہا کہیں دینے والے بھی مانگتے ہیں! مسرور بولا میرے عزیز و اقارب اور دوست ہیں جو کچھ میں ان سے مانگوں گا' وہ انکار نہ کریں گے۔ لڑکی نے کہا میں چار نافے خالص مشک چار کپیاں مشک بلاؤ کا مشک' چار رطل عنبر' چار ہزار دینار نقد اور چار سو پوشاکیں شاہی زربفت کی چاہتی ہوں۔ اگر اے مسرور تو یہ چیزیں لے آئے تو تجھے میرا وصال حاصل ہو گا۔ مسرور نے کہا اے چاندوں کو شرمانے والی' یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

یہ کہہ کر مسرور وہاں سے چل دیا تاکہ لڑکی کی مانگی ہوئی چیزیں لے آئے اور لڑکی نے اپنی باندی ہبوب کو اس کے پیچھے پیچھے بھیجا تاکہ وہ دیکھے کہ جن لوگوں کا مسرور نے ذکر کیا ہے' وہ اس کی بات کہاں تک مانتے ہیں۔ وہ چلا ہی جا رہا تھا کہ اس کی نظر دور سے ہبوب پر پڑی۔ وہ ٹھہر گیا کہ ہبوب قریب آ جائے۔ وہ قریب آ گئی تو اس نے پوچھا اے ہبوب تو کہاں جا رہی ہے؟ اس نے جواب دیا اے میرے آقا!

میری مالکہ نے مجھے فلاں کام کے لئے تیرے پیچھے بھیجا ہے۔ پھر اس نے شروع سے لے کر آخر تک ساری باتیں کہہ دیں جو زین المواصف نے کہی تھیں۔ مسرور نے کہا واللہ اے ہیوب! میرے پلے اب کوڑی بھی باقی نہیں۔ ہیوب بولی پھر تو نے وعدہ کیوں کیا؟ اس نے کہا کتنے ایسے وعدے ہیں جنہیں وعدہ پورا کرنے والا پورا نہیں کر سکتا اور محبت کا گھائل تو وعدہ پورا کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہ سن کر ہیوب نے کہا اے مسرور خوش ہو اور گھبرا نہیں' خدا کی قسم میری وجہ سے تیرا وصال ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ مسرور کے پاس سے چل دی' اپنی آقا کے پاس پہنچی' بلک بلک کر رونے لگی اور کہا واللہ اے میری آقا! وہ شخص بڑے مرتبے والا ہے۔ لوگ اس کی بہت عزت کرتے ہیں۔ آقا نے کہا خدا کا لکھا کوئی مٹا نہیں سکتا' ہم نے اس شخص کے ساتھ نرم دلی کا برتاؤ نہیں کیا' اس کے ٹکے تو سب وصول کر لئے لیکن نہ اس کے ساتھ محبت سے پیش آئے نہ اس سے وصال کیا۔ اگر میں اس کی مراد پوری کر دوں تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ بات پھیل نہ جائے۔ ہیوب بولی۔ اے میری آقا' ہمیں اس کے حال پر اور مال کے لے لینے پر افسوس ہے لیکن تیرے پاس سوائے میرے اور دوسری باندی سکوب' تیسرا ہے کون! اور ہم دونوں تیری کنیزیں ٹھہریں' ہم میں سے کس کی مجال ہو سکتی ہے کہ اپنی زبان کھول سکے۔ یہ سن کر لڑکی نے اپنا سر جھکا لیا' تھوڑی دیر کے بعد پھر باندیوں نے کہا اے ہماری آقا! ہماری رائے میں تو اسے بلا بھیج' اس پر مہربانی کر اوراسے اس بات پر مجبور نہ کر کہ وہ کمینوں کے آگے ہاتھ پھیلائے' ایسی درخواست بہت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ لڑکی نے باندیوں کا کہنا مان لیا' قلم دوات اور کاغذ منگا کر مسرور کے نام خط لکھا اور اسے بند کرکے اپنی باندی ہیوب کے حوالے کر دیا۔ ہیوب وہ خط لے کر مسرور کے پاس گئی' دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• آٹھ سو انچاس ویں رات

آٹھ سو انچاس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ ہیوب کے کانوں میں اس کے رونے کی آواز آئی تو اس نے دروازے پر دستک دی۔ مسرور نے اٹھ کر دروازہ کھولا' ہیوب نے اندر بڑھ کر اسے خط دیا۔ اس نے خط لے کر پڑھا اور کہا اے ہیوب' تو اپنی آقا کے پاس سے کیا خبر لائی ہے؟ اس نے کہا اے میرے آقا! اس سوال کے جواب دینے کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے! سب کچھ اس کے اندر ہے اور تو تو سمجھ دار آدمی ہے۔ مسرور خوش ہو گیا اور خط کا جواب لکھ کر اس نے ہیوب کو دے دیا۔ جب وہ خط لے کر زین المواصف کے پاس پہنچی تو مسرور کی خوبیاں بیان کرنے لگی' اس کے کرم کا ذکر کیا اور کوشش کی کہ وہ اس سے مل جائے۔

URDU4U.COM

زین المواصف نے کہا اے ہیوب! اس نے یہاں آنے میں دیر کی۔ ہیوب بولی وہ آ ہی رہا ہو گا۔ ابھی یہ بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ مسرور نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہیوب نے دروازہ کھولا اور اسے لے کر اپنی آقا زین المواصف کے پاس گئی۔ زین المواصف نے اسے سلام کیا' مرحبا کہہ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور ہیوب سے کہا کہ اس کے لئے ایک بہترین پوشاک لا۔ وہ جا کر ایک زربفت کی پوشاک لے آئی۔ لڑکی نے اسے لے کر مسرور کو پہنا دیا' خود بھی ایک نہایت نفیس پوشاک پہن لی۔ اپنے سر پر سفید موتیوں کی جالی ڈال کر اس کے اوپر ایک رومال باندھ لیا جس میں موتی' جواہرات اور یاقوت ٹنکے ہوئے تھے اور بال کھول دیئے جو کالی رات کی طرح معلوم ہوتے تھے۔ عود کی دھونی لی۔ مشک اور عنبر سے اپنے آپ کو معطر کیا۔ اس کی باندی ہیوب بولی کہ خدا تجھے نظر سے بچائے! پھر وہ نہایت ناز و انداز سے ٹہلنے لگی اور مسرور کی طرف متوجہ ہوئی۔ مسرور اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر میرا گمان ٹھیک ہے تو تو انسان نہیں بلکہ جنت کی دلہنوں میں سے ایک دلہن ہے۔

اس کے بعد اس نے دسترخوان منگوایا دونوں نے کھایا اور مزے اڑائے' پھر کھانے کے بعد شراب نوشی کا سامان آیا' جام اور پیالوں کا دور چلنے لگا' دونوں مزے میں آ گئے۔

URDU4U.COM

مسرور نے ایک جام بھر کر کہا کہ یہ اس کی صحت کا جام ہے جس کا میں غلام ہوں اور جو میری آقا ہے۔ لڑکی نے کہا اے مسرور! جو شخص اپنے دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہے جس نے ہماری روٹی اور نمک کھایا ہے اس کا حق ہمارے اوپر ہو گیا لہٰذا یہ باتیں جانے دے' تیرا مال و دولت میں تجھے لوٹائے دیتی ہوں۔ اس نے جواب دیا اے میری آقا! جن چیزوں کا تو ذکر کر رہی ہے' وہ تجھ پر حلال ہو چکی ہیں۔ اگر تو اس قسم کو توڑنا چاہتی ہے جو میرے اور تیرے درمیان ہے تو ابھی جا کر مسلمان ہوئے جاتا ہوں۔ ہیوب نے کہا اے میری آقا! تو ابھی کم سن ہے تاہم بہت سی باتیں جانتی ہے' میں خدا کو تیرے آگے سفارش میں پیش کرتی ہوں' اگر تو نے میرا کہنا نہ مانا اور میری دل دہی نہ کی تو میں آج رات تیرے گھر میں نہ سوؤں گی۔ اس نے کہا اے ہیوب جو تو چاہتی وہی ہو گا' اٹھ اور ہمارے لئے ایک کمرہ تیار کر۔ ہیوب نے اٹھ کر ایک اور کمرہ تیار کیا' اپنی پسند کے مطابق اس کے لئے کھانا تیار کرکے لائی۔ شرابیں حاضر کیں' جام کے دور چلنے لگے اور ان پر مستی چھا گئی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• آٹھ سو پچاس ویں رات

URDU4U.COM

آٹھ سو پچاس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب دور چلنے اور نہیں مزا آنے لگا تو زین المواصف بولی اے مسرور! اب وصل کا وقت قریب آ گیا ہے یہ کہہ کر وہ ایک کمرے میں گئی اور وہاں جا کراس نے مسرور کو بلایا۔ مسرور کمرے کے اندر جا کر اس سے لپٹ گیا۔اسے گلے سے لگایا' بوسے دیئے اور اس کی وہ مراد پوری ہو گئی جسے وہ ناممکن سمجھتا تھا۔ اس کے بعد زین المواصف نے کہا اے مسرور! تیرا مال اب ہم پر حرام ہے اور تجھ پر حلال کیونکہ ہم دوست ہو گئے۔ یہ کہہ کر اس نے مسرور کا مال واپس کر دیا جو اس نے لیا تھا اور کہنے لگی اے مسرور! کیا تیرا کوئی باغ ہے جہاں چل کرہم سیر کریں؟ اس نے کہا کہ اے میری آقا! میرا ایک ایسا باغ ہے جس کی نظیر نہیں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے گھر گیا اور اپنی کنیزوں کو حکم دیا کہ نہایت نفیس کھانا تیار کریں اور عمدہ محفل آراستہ ہو۔ پھر اس نے لڑکی کو اپنے گھر بلایا۔ وہ اپنی کنیزوں کو لے کر آئی۔ سب نے مل بیٹھ کر کھانا کھایا' خوش ہوئے اور پھر دور چلنے لگا۔ انہیں بڑا مزا آیا اور دوست کا دوست سے وصال ہوا۔ پھر لڑکی نے مسرور سے کہا' میں سارنگی بجانا چاہتی ہوں اور اس نے سارنگی ہاتھ میں لے کر اس کے تاروں کو جنبش دی اور نہایت عمدہ راگ بجائے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- آٹھ سو اکیاون ویں رات

آٹھ سو اکیاون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ راگ بجانے کے بعد لڑکی بولی اے مسرور صبح ہونے والی ہے اور سوائے رخصت ہونے کے کوئی چارہ نہیں تاکہ کہیں بدنامی نہ ہو جائے۔ مسرور بسرو چشم کہہ کر اسے گھر تک پہنچا آیا اور رات بھر اسی کی یاد میں گزاری۔ سویرا ہوا اور دن نکلا تو وہ ایک عمدہ ہدیہ تیار کرکے اس کے پاس لے گیا اور اس کے ساتھ رہا۔ اسی طرح ایک مدت تک دونوں نے نہایت عیش و عشرت سے زندگی بسر کی۔ ایک دن لڑکی کے پاس اس کے شوہر کا خط آیا کہ وہ عنقریب آنے والا ہے۔ لڑکی اپنے دل میں کہنے لگی خدا اس کا ستیاناس کرے! اگر وہ یہاں آ گیا تو ہمارا مزا کرکرا ہو جائے گا۔ کاش کہ میں اسے رو چکی ہوتی! جب مسرور اس کے پاس آیا اور دستور کے موافق بیٹھ کر باتیں کرنے لگا تو وہ بولی اے مسرور! میرے شوہر کا خط آیا ہے' وہ عنقریب سفر سے لوٹنے والا ہے۔ اب کیا کرنا چاہیے؟ ہم دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مسرور نے کہا میں کیا بتاؤں کیا کرنا چاہیے تو اپنے شوہر کی عادتوں سے زیادہ واقف ہے علاوہ اس کے تو بڑی سمجھ دار عورت ہے' ایسی ایسی ترکیبیں سوچتی ہے جن کی مردوں کو ہوا تک نہیں لگ سکتی۔ لڑکی بولی' وہ بہت سخت آدمی ہے اور شک کرنے والا بھی۔ لیکن جب وہ سفر سے لوٹے اور تجھے خبر ملے کہ وہ آ گیا ہے تو اس کے پاس آ کر سلام کیجیو' اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھیو اور اس سے کہیو کہ بھائی' میں عطر فروش ہوں' مختلف قسم کے عطر اس سے خریدیو' اس کے پاس آتا جاتا رہیو اور اس کے ساتھ بات چیت کیا کیجیو' اگر وہ تجھ سے کوئی بات کہے تو اس کی مخالفت نہ کیجیو۔ غالباً اس طرح سے میری چال اس پر چل جائے گی۔ مسرور نے کہا سر آنکھوں پر' اور وہاں سے روانہ ہو گیا مگر محبت کی آگ اس کے دل میں سلگتی رہی۔

اس کا شوہر گھر آیا تو اس نے بڑی خوشی کا اظہار کیا' مرحبا کہا اور سلام کیا۔ شوہر نے دیکھا کہ بیوی کا چہرہ زرد پڑ گیا ہے۔ عورت نے اپنا منہ زعفران سے دھویا تھا اور بعض دوسری ترکیبیں بھی کی تھیں جو عورتیں کیا کرتی ہیں۔ پوچھنے لگا خیریت تو ہے۔
اس نے جواب دیا کہ جب سے تو گیا ہے میں اور کنیزیں سب بیمار ہیں' ہم سب کا دل تجھ میں لگا ہوا تھا۔ غرض کہ وہ جدائی کی تکلیفیں بیان کرکے رونے لگی اور کہا تو نے بھی غضب کیا اتنے لمبے سفر میں اکیلا چلا گیا۔ میرے دل میں نہ جانے کیسے کیسے وہم آتے تھے۔ اے میرے آقا! اب اگر جاؤ تو اکیلے نہ جانا اور مجھے برابر اپنی خیریت بھیجتے رہنا تاکہ میرے دل کو اطمینان رہے۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- آٹھ سو باون ویں رات

آٹھ سو باون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب زین المواصف نے اپنے شوہر سے کہا کہ بے ساتھی کے سفر پر نہ جائیو تو اس نے جواب دیا کہ سر آنکھوں سے' واللہ تیرا کہنا بجا ہے اور تیری رائے ٹھیک' تیری جان کی قسم جیسا تو چاہتی ہے ویسا ہی ہو گا۔ اس کے بعد وہ اپنا سامان لے کر دکان پر گیا۔ دکان کھولی اور لین دین کرنے لگا۔ وہ ابھی دکان پر ہی تھا کہ مسرور پہنچا' سلام کرکے اس کے پاس جا بیٹھا' دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھراس نے ایک تھیلی نکالی' تھیلی کھول کر اس میں سے دینار نکالے اور انہیں زین المواصف کے شوہر کو دے کر کہا کہ ان دیناروں کے بدلے مجھے مختلف قسم کے عطر دے دے تاکہ میں بھی کچھ نفع کمالوں۔ اس نے بہت اچھا کہہ کر مختلف قسم کے عطر دے دیئے۔ مسرور ایک مدت تک اس کے پاس آتا جاتا رہا۔ ایک دن اس نے مسرور سے مخاطب ہو کر کہا کہ میری خواہش ہے کہ کسی شخص کو تجارت میں اپنا شریک بناؤں۔ مسرور بولا میں بھی اسی خیال میں ہوں کہ کوئی شخص میرے ساتھ مل کرتجارت کرے کیونکہ میرے باپ نے جو یمن میں تجارت کرتا تھا' میرے لئے بہت مال چھوڑا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ ضائع نہ ہو جائے۔ زین المواصف کے شوہر نے کہا کیا تجھے یہ منظور ہے کہ تو میرا رفیق بنے اور میں سفر اور حضر میں تیرا ساتھی رہوں' تجھے خرید و فروخت اور لین دین سکھاؤں۔ مسرور نے اقرار کر لیا۔ تاجر اسے لئے ہوئے اپنے گھر پہنچا اور اس کو دروازے پر بٹھا کر اندر اپنی بیوی زین المواصف کے پاس گیا اور کہا میں نے ایک شخص کو اپنا رفیق بنایا ہے اور اسے کھانے پر بلایا ہے' لہٰذا ہمارے لئے نہایت نفیس کھاناتیار کر۔ زین المواصف سمجھ گئی کہ ہو نہ ہو مسرور ہے۔ اب اس کی خواہش کا کیا پوچھنا۔ یار کی مہمانی میں اس نے

URDU4U.COM

نہایت عمدہ کھانے پکوائے اور اس کی دعوت کی خوب تیاری کی۔

جب مسرور زین المواصف کے شوہر کے گھر میں آیا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا پردہ نہ کر' اس سے کہہ تیرے آنے سے ہمیں خوشی ہوئی۔ زین المواصف نے ناراض ہو کر کہا' کیا تو مجھے ایک غیر مرد کے سامنے لے جائے گا' خدا نہ کرے! اگر تو میری تکے بوٹیاں بھی کر ڈالے تو بھی اس کے سامنے نہیں آوں گی۔ شوہر بولا تو اس سے کیوں شرماتی ہے؟ وہ عیسائی ہے اور ہم یہودی۔ اب تو میں اور وہ دوست ہو گئے ہیں۔

بیوی نے جواب دیا' میں ایسے اجنبی مرد کے سامنے نہیں آنا چاہتی جس کو نہ میری آنکھوں نے کبھی دیکھا نہ میں اسے پہچانتی ہوں۔ شوہر کو اس کی عصمت کا یقین ہو گیا اور وہ برابر اس کی خوشامد کرتا رہا۔ آخر وہ اٹھی نقاب ڈالی اور کھانا لے کر مسرور کے پاس گئی اور اسے خوش آمدید کہا۔ مسرور نے اپنا سر نیچا کر لیا گویا وہ شرماتا ہے۔ شوہر اسے سر جھکائے دیکھ کر اپنے دل میں کہنے لگا بے شک یہ شخص بڑا پارسا ہے۔

اب انہوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا' اس کے بعد دسترخوان بڑھایا گیا' شراب پیش کی گئی۔ زین المواصف مسرور کے ٹھیک سامنے بیٹھی اور اسے دیکھتی رہی' وہ بھی اسے دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا اور مسرور اپنے گھر کو روانہ ہوا۔ اس کے سینے میں ایک آگ سی لگی رہی۔ ادھر زین المواصف کا شوہر اپنے دوست کی خوبیوں اور خوبصورتی میں محو تھا۔ رات ہوئی تواس کی بیوی اس کے لئے رات کا کھانا لائی تاکہ وہ عادت کے مطابق کھائے۔ گھر میں ایک بلبل تھی جب وہ کھانا کھانے بیٹھتا تو بلبل اس کے پاس آتی اور سر پر اڑتی۔ جانور کو کیا خبر اسے مسرور سے کوئی خوف نہیں رہا تھا۔ مسرور کھانا کھانے بیٹھا تو بلبل بھی اس کے آس پاس اڑتی رہی' مگر جب مسرور چلا گیا اور بلبل کا مالک آیا تو اس نے اسے بالکل نہ پہچانا اوراس کے پاس بھی نہ پھٹکی۔ چڑیا کی یہ کیفیت دیکھ کر اور یہ کہ وہ اس سے دور دور بھاگتی ہے وہ سوچ میں پڑ گیا۔

اب زین المواصف کا حال سنو' اسے رات بھرنیندنہ آئی۔ وہ مسرور کی یاد میں بے چین

رہی۔ یہی حال دوسری رات کو بھی رہا اور تیسری رات کو بھی۔ یہودی کو دال میں کچھ کالا کالا معلوم ہوا۔ چوتھی رات کو آدھی رات کے قریب اس کی آنکھ جو کھلی تو کیا

URDU4U.COM

دیکھا کہ وہ اس کی گود میں لیٹی ہوئی نیند میں ہے اور مسرور کا نام لے رہی ہے۔

یہ بات اسے بہت ناگوار گزری لیکن زبان سے کچھ نہ بولا۔ سویرا ہوا تو وہ اپنی دکان پر جا کر بیٹھا‘ اتنے میں مسرور پہنچا اور سلام کیا۔اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا اے میرے بھائی‘ خوش آمدی‘ میں تیرے دیدار کا مشتاق تھا۔ یہ کہہ کر وہ دیر تک باتیں چیتیں کرتا رہا اور آخر میں کہا بھائی‘ میرے ساتھ میرے گھر چل تاکہ ہم بھائی چارہ کریں۔ مسرور بولا سر آنکھوں پر۔ جب دونوں گھر پہنچے تو یہودی نے آگے جا کر اپنی بیوی کو خبر دی کہ مسرور آیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں مل کر تجارت کریں اور ایک دوسرے کے بھائی بنیں‘ لہٰذا ہمارے لئے ایک کمرے کو خوب سجا‘ تجھے بھی ہمارے پاس موجود رہنا اور بھائی چارہ دیکھنا ہو گا۔ بیوی نے کہا خدا کے لئے مجھے اس غیر مرد کے سامنے روز روز نہ آنے دے۔ اس کے سامنے آنے سے مجھ کو کیا واسطہ؟ یہ سن کر یہودی چپ ہو گیا اور باندیوں کو حکم دیا کہ کھانا اور شراب لائیں۔ اس کے بعداس نے کہا بلبل کو لاؤ۔ وہ آ کر مسرور کی گود میں بیٹھ گئی اور اپنے مالک کو پہچانا تک نہیں۔ یہودی نے پوچھا اے میرے آقا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے جواب دیا میرا نام مسرور ہے‘ اس کی بیوی سوتے میں یہی نام لیا کرتی تھی۔ اب اس نے سر اٹھا کر دیکھا کہ وہ مسرور کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور آنکھیں مار رہی ہے۔ اسے یقین آ گیا کہ اس کی چال چل گئی۔ اس نے کہا اے میرے آقا! اجازت دے کہ میں جا کر اپنے چچیرے بھائی کو لے آؤں تاکہ وہ بھی بھائی چارے کے وقت موجود ہو۔ مسرور بولا کہ جیسی تیری مرضی ہو کر‘ یہودی گھر سے نکلا اور کمرے کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- آٹھ سو ترپن ویں رات

آٹھ سو ترپن ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ زین المواصف کا شوہر کمرے کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا جہاں ایک محراب تھی اور وہ دونوں دکھائی دیتے لیکن وہ اسے نہ دیکھ سکتے۔ اس نے سنا کہ زین المواصف اپنی باندی سکوب سے پوچھ رہی ہے کہ تیرا آقا کدھر گیا؟ اس نے جواب دیا باہر۔ زین المواصف بولی کہ دروازہ بند کر کے لوہے کا کھٹکا لگا دے اور جب وہ دروازہ کھٹکھٹائے تو پہلے مجھے خبر کر کے کھولیو۔ باندی بولی کہ ایسا ہی ہو گا۔ اب زین المواصف نے پیالہ اٹھایا اور اسے گل و مشک سے دھو کر مسرور کے پاس آئی۔ مسرور اٹھ کر اس سے ملا اور کہنے لگا خدا کی قسم تیرا لعاب دہن اس شراب سے میٹھا ہے۔ اس نے اسے شراب پلائی اور اس نے اسے۔ اس کے بعد اس نے مسرور پر سر سے لے کر پاؤں تک گلاب چھڑکا یہاں تک کہ اس کی خوشبو سے سارا کمرہ مہک اٹھا۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر اس کا شوہر دونوں کو دیکھ رہا اور ان کی محبت پر تعجب کر رہا تھا۔ اس کے دل میں غصے کی آگ بھڑکتی جاتی تھی اور رشک کے مارے اس کے تن بدن میں پتنگے لگے جاتے تھے۔ اب وہ دروازے کے پاس آیا دیکھا کہ وہ بند ہے۔ طیش میں آ کر زور سے کھٹکھٹایا باندی نے کہا اے میری آقا! تیرا آقا آ گیا۔ اس نے جواب دیا کھول دے۔ خدا اسے خیریت سے واپس نہ لے جائے۔ سکوب نے جا کر دروازہ کھولا۔ یہودی نے کہا تو نے دروازہ کیوں بند کر رکھا ہے؟ باندی نے کہا جب تو نہیں ہوتا تو دروازہ بند رکھا جاتا ہے۔ نہ دن میں کھلا رہتا ہے نہ رات میں۔ آقا بولا تو نے خوب کیا' یہ مجھے پسند ہے۔ اس کے بعد وہ ہنستا ہوا مسرور کے پاس پہنچا۔ اپنے دل کا بھید بالکل ظاہر نہ کیا اور بولا اے مسرور! آج بھائی چارہ رہنے دے' کسی اور دن بھائی چارہ کر لیں گے۔ مسرور نے کہا سر آنکھوں سے' جیسی تیری مرضی' مسرور اپنے گھر کو روانہ ہوا اور زین المواصف کا شوہر

سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا کرے۔ وہ نہایت حیران و پریشان اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ بلبل تک مجھے نہیں پہچانتی' باندیاں میرے ہوتے ہوئے دروازہ بند کر لیتی ہیں اور دوسروں کو مجھ پر ترجیح دیتی ہیں۔

URDU4U.COM

جب زین المواصف کے شوہر کو سچ مچ واقعہ معلوم ہو گیا تو اس نے اپنا سارا مال و متاع بیچنا شروع کیا اور دل میں یہ منصوبہ باندھا جب تک ان دونوں کو ایک دوسرے سے دور نہ کیا جائے گا' یہ اپنی حرکت سے باز نہ آئیں گے۔ وہ اپنا مال اسباب بیچ چکا تو اس نے جھوٹ موٹ ایک خط لکھا اور اپنی بیوی کو سنا کر کہا کہ یہ خط میرے چچیرے بھائیوں کے پاس سے آیا ہے' وہ مجھے اور تجھے دعوت دیتے ہیں۔ بیوی نے پوچھا' ہمیں کتنے دن وہاں ٹھہرنا ہو گا؟ اس نے جواب دیا بارہ دن۔ یہ سن کر وہ راضی ہو گئی اور اس نے پوچھا کہ کسی باندی کو بھی ساتھ لیتی چلوں؟ شوہر نے کہا ہیوب اور سکوب کو لیتی چل' خطوب کو یہیں رہنے دے۔ پھر اس نے ان کے لئے ایک نفیس محمل تیار کرایا اور انہیں سفر میں لے چلنے کی ٹھان لی۔ زین المواصف نے مسرور کو کہلا بھیجا کہ اگر میعاد گزرنے کے بعد ہم نہ آئیں تو سمجھ جائیو کہ اس نے دھوکہ دے کر ہم دونوں کو جدا کیا ہے' مجھے اس کے مکرو فریب سے ڈر لگتا ہے۔ لیکن جو عہد و پیماں میرے اور تیرے درمیان ہے' اسے نہ بھولیو' ادھر زین المواصف کا شوہر سفر کی تیاریاں کر رہا تھا اور ادھر وہ روتی پیٹتی تھی اور اسے دن رات کسی کل چین نہ آتا تھا۔ شوہر نے اس کی بالکل پروا نہ کی۔ جب زین المواصف نے دیکھا کہ اس کا شوہر سفر پر تلا ہوا ہے تو اس نے اپنے کپڑے لتے اور مال و دولت جمع کرکے اپنی بہن کے سپرد کئے اسے اپنا سارا ماجرا سنایا اور رخصت ہو کر روتی ہوئی اپنے گھر آئی۔ اتنے میں اونٹ دروازے پر آ گئے تھے ان پر سامان لدوایا جا رہا تھا اور سب سے زیادہ خوبصورت اونٹنی زین المواصف کے لئے تیار تھی۔ سفر کے سوا زین المواصف کو کوئی چارہ نظر نہ آیا تو وہ کسی سوچ میں پڑ گئی۔ اتفاق کی بات کہ اس کا شوہر کسی کام سے باہر گیا' اسے موقف ملا اور وہ باہر نکل کر ہر دروازے پر کچھ لکھ آئی۔

© Urdu4U.com

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- آٹھ سو چون ویں رات

آٹھ سو چون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ زین المواصف تمام دروازوں پر لکھ چکی تو بلک بلک کر گزرے ہوئے زمانے کو یاد کرنے لگی اور کہا

URDU4U.COM

کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ہماری قسمت میں یہ باتیں لکھیں۔ اس کے بعد وہ اپنے شوہر کے پاس گئی۔ اس نے اسے محمل میں بٹھا دیا جو اس کے لئے بنایا گیا تھا اور اس سے کہا اے زین المواصف' گھر چھوڑنے پر افسوس نہ کر ہم لوٹ کر جلد آ جائیں گے۔ وہ اسے تسلی دیتا رہا یہاں تک کہ قافلہ شہر کے باہر نکل آیا اور اپنی راہ لگا۔ زین المواصف کو جدائی کا یقین آ گیا۔ اسے تکلیف ہونے لگی۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر مسرور اپنے گھر میں بیٹھا اپنی محبوبہ کے خیال میں محو تھا کہ اس کے دل میں جدائی محسوس ہونے لگی۔ فوراً اٹھ کر اس کے گھر پہنچا۔ دیکھا کہ دروازے پر قفل پڑا ہوا ہے اور اوپر زین المواصف کے ہاتھ سے کچھ لکھا ہوا ہے۔ اسے پڑھ کر مسرور کو غش آ گیا۔ ہوش آیا تو پہلے دروازے کو کھول کر دوسرے کے پاس پہنچا۔ دیکھا کہ وہاں بھی کچھ اشعار لکھے ہوئے ہیں اور اسی طرح تیسرے پر بھی۔ انہیں پڑھ کر اس کے اشتیاق اور تمنا نے اتنا زور کیا کہ وہ قافلے کے نشان قدم پر دوڑا اور انہیں جا لیا' دیکھا کہ وہ سب کے پیچھے ہے اور اس کا شوہر سامان کی حفاظت کی خاطر سب سے آگے ہے۔ اسے دیکھتے ہی مسرور روتا ہوا محمل سے لپٹ گیا اور زین المواصف کو خبر ہو گئی کہ مسرور ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- آٹھ سو پچپن ویں رات

آٹھ سو پچپن ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب زین المواصف کو معلوم ہوا کہ مسرور ہے تو وہ اور اس کی کنیزیں رونے لگیں۔ اس نے کہا اے مسرور' خدا کے لئے لوٹ جا کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا شوہر تجھے اور مجھے دیکھ لے۔ یہ سن کر مسرور کو غش آ گیا۔ ہوش آیا تو وہ دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے لیکن مسرور برابر روتا اور ٹھنڈے سانس بھرتا محمل کے ساتھ ساتھ لگا رہا اور وہ سمجھاتی رہی کہ صبح ہونے سے پہلے لوٹ جائیو تاکہ بدنامی نہ ہو۔ مسرور دوبارہ محمل کے پاس جا کر اس سے رخصت ہوا اور دیر تک بے ہوش رہا۔ حواس درست ہوئے تو اس نے دیکھا کہ قافلہ چلا جا رہا ہے آخر لوٹ کر اس کے گھر پہنچا دیکھا کہ وہاں نہ کچھ سامان باقی ہے نہ کوئی رہنے والا۔ یہ دیکھ کر وہ اتنا رویا کہ اس کے کپڑے بھیگ گئے۔ اسے غش آ گیا اور قریب تھا کہ اس کی روح بدن سے پرواز جائے دیر تک اسی حالت میں پڑا رہا پھر اٹھا حیران پریشان اپنے گھر گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے دس دن تک اس کی یہی کیفیت رہی۔

URDU4U.COM

یہ تو مسرور کا حال ہوا' اب زین المواصف کا قصہ سنو۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس کے شوہر کی چال چل گئی۔ دس دن تک برابر سفر کرنے کے بعد ایک شہر میں اترے یہاں زین المواصف نے ایک خط لکھ کر اپنی کنیز ہیوب کو دیا اور کہا کہ جس طرح ہو سکے اس خط کو مسرور کے پاس بھیج دے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ یہودی نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے اور اس کا داؤ ہم پر چل گیا۔ کنیز نے وہ خط مسرور کو بھیج دیا۔ خط مسرور کے پاس پہنچا تو اسے بڑا صدمہ ہوا اور وہ اتنا رویا کہ زمین بھیگ گئی اور اس نے خط کا جواب لکھ کر زین المواصف کو بھیجا۔ جب یہ خط زین المواصف کے پاس پہنچا تو اس نے پڑھا اور پھر اپنی کنیز ہیوب کو دے کر کہا کہ اس کا ذکر کسی

سے نہ کیجیو۔ لیکن اس کے شوہر کو خبر ہو گئی کہ دونوں آپس میں خط و کتابت کرتے ہیں۔ وہ زین المواصف اور اس کی کنیزوں کو لے کر بیس دن سفر کرتا رہا۔ ادھر مسرور کا یہ حال تھا کہ نہ اسے رات کو نیند آتی تھی' نہ دن کو چین' نہ صبر آتا تھا۔ اسی حالت میں ایک رات کو جو اس کی پلک ذرا جھپکی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ زین المواصف اسی باغ میں آئی ہوئی ہے او اسے گلے لگا رہی ہے۔ اتنے میں اس کی آنکھ کھل گئی اپنے پہلو میں اسے ٹٹولنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے' دل محبت سے بے چین ہو گیا اور وہ روتا ہوا اس کے گھر کی طرف چل کھڑا ہوا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ گھر خالی پڑا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اس کی تصویر سامنے کھڑی ہے۔ اس کے دل کی آگ اور بھڑک اٹھی' غم دوبالا ہو گیا اور وہ غش کھا کر گر پڑا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- آٹھ سو چھپن ویں رات

آٹھ سو چھپن ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ مسرور کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ مکان کے ایک طرف ایک کوا بیٹھا کائیں کر رہا ہے۔

URDU4U.COM

اس نے کہا سبحان اللہ کوا تو خالی جگھوں پر بولا کرتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ حسرت سے دیکھنے اور آہیں بھرنے لگا۔ زین المواصف کی ایک بہن تھی جس کا نام نسیم تھا' اس نے مسرور کی یہ حالت جو دیکھی تو تڑپ اٹھی۔ اس کو معلوم تھا کہ دونوں کو ایک دوسرے سے کس قدر عشق و محبت ہے۔ وہ کہنے لگی اے مسرور! خدا کے لئے اس گھر میں نہ آیا کر' کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی دیکھ لے اور یہ خیال کرے کہ تو میری وجہ سے آتا ہے۔ تیرے ہی سبب سے میری بہن گئی ہے' اب کیا تو چاہتا ہے کہ میں بھی یہاں سے چلتی بنوں؟ تجھے معلوم ہے کہ اگر تو نہ ہوتا تو گھر والے گھر چھوڑ کر نہ جاتے' لہٰذا اب دل پر صبر کر لے اور اسے بھول جا' جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اس کی بہن کی یہ باتیں سن کر مسرور بلک بلک کر رونے لگا اور کہا اے نسیم' اگر مجھے اڑنا آتا ہوتا ہے تو مارے اشتیاق کے میں اڑ کر اس کے پاس پہنچ جاتا' ایسی حالت میں اسے کیونکر دل سے بھلا سکتا ہوں! بہن نے کہا تیرے لئے سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں۔ وہ بولا خدا کے لئے اپنی طرف سے اسے ایک خط بھیج اور اس کا جواب منگوا تا کہ میرے دل کو تسکین ہو اور سینے کی آگ میں ٹھنڈک پڑے۔ اس نے جواب دیا کہ سر آنکھوں سے۔

بہن نے دوات قلم اور کاغذ لیا او مسرور نے اپنی محبت کی زیادتی اور جدائی کا غم لکھوانا شروع کیا اور کہا یہ خط اس غم ناک عاشق اور غریب بچھڑے ہوئے کی طرف سے ہے جسے بالکل چین نہیں آتا' نہ دن میں نہ رات میں بلکہ جو آنسو بہاتا رہتا ہے۔ ان

سے اس کے پپوٹے گھائل ہو گئے ہیں اس کے جگر میں غم کی آگ دہک رہی ہے‘ رنج و الم سہتے سہتے زمانہ ہو گیا ہے۔ اس کی مثال اس چڑیا کی سی ہے جس کا ساتھی کھو گیا ہو اور جس کی تباہی قریب ہو ہائے تیری جدائی اور تجھ سے نہ ملنے کا افسوس۔ میرا جسم لاغر ہو گیا ہے‘ آنسوؤں کی جھڑی برابر لگی رہتی ہے اور دنیا میرے اوپر تنگ ہے۔ نسیم کو اس کی فصاحت بلاغت اور معنی خیزی پر تعجب ہوا۔ اس نے خط پر خالص مشک سے مہر لگائی‘ عنبر سے دھونی دی اور اسے ایک سوداگر کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ اسے سوائے میری بہن یا اس کی کنیز ہیوب کے کسی اور کے ہاتھ میں نہ دیجیو۔ جب یہ خط زین المواصف کے پاس پہنچا تو وہ سمجھ گئی کہ مسرور کا لکھوایا ہوا ہے۔ اس نے اسے چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھا‘ رونے لگی اور اتنا روئی کہ اسے غش آ گیا۔ ہوش آیا تو اس نے دوات قلم اور کاغذ منگوا کر جواب لکھا اور اپنی محبت‘ شوق اور تمنا کا ذکر کیا اور دوست احباب کی جدائی کی شکایت کی اور اپنا رونا رویا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## آٹھ سو ستاون ویں رات

آٹھ سو ستاون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ زین المواصف نے مسرور کے خط کے جواب میں لکھا کہ یہ خط میرے آقا' مالک اور مولا کے نام ہے جو میرے ظاہر اور باطن کا مالک ہے۔ معلوم ہو کہ جاگتے جاگتے میں پریشان ہو گئی ہوں فکر میں پڑی رہتی ہوں' تیری جدائی میں مجھے صبر نہیں آتا۔ اے سورج اور چاند سے زیادہ حسین' محبت مجھے گھلائے ڈالتی ہے اور اشتیاق مارے ڈالتا ہے' اے دنیا کی رونق اور زندگی کی زینت' جس کی جان نکل رہی ہو اسے جام میں کیا مزا آئے کیونکہ نہ اس کا شمار زندوں میں ہے نہ مردوں میں۔ یہ خط لکھ کر خط پر مشک اور عنبر چھڑکا اور اس پر مہر لگا کر ایک سوداگر کو دے دیا اور کہا کہ سوائے میری بہن نسیم کے اور کسی کے ہاتھ میں نہ دیجیو۔ جب یہ خط نسیم کے پاس پہنچا تو اس نے اسے مسرور کے پاس بھیج دیا۔ مسرور نے خط کو اپنی آنکھوں سے لگایا اور اتنا رویا کہ بے ہوش ہو گیا۔

یہ تو ان لوگوں کا حال ہوا' اب زین المواصف کے شوہر کی داستان سنو' جب اسے معلوم ہوا کہ دونوں میں خط و کتابت ہوتی ہے تو زین المواصف اور اس کی کنیزوں کو لئے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتا رہا۔ زین المواصف نے کہا سبحان اللہ تو ہمیں کہاں کہاں اور وطن سے کتنی دور لے جائے گا؟ اس نے جواب دیا ایک سال کی دوری پر تاکہ تیرے پاس مسرور کے خط نہ پہنچ سکیں۔ تم لوگوں نے کس طرح میرا مال لے کر مسرور کو دے دیا' میرا جتنا مال ضائع ہوا ہے' وہ سب میں تم سے وصول کروں گا۔ دیکھوں اب تمہیں مسرور سے کیا فائدہ پہنچتا ہے یا وہ کس طرح تمہیں میرے پنجے سے چھڑا سکتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ ایک لوہار کے پاس گیا اور لوہے کی تین بیڑیاں بنوا لایا اور ان کے ریشمی کپڑے اتار کر انہیں بالوں کا لباس پہنایا' ان میں گندھک کی

دھونی دی اور لوہار کو بلا کر کہا کہ ان لڑکیوں کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دے۔ سب سے پہلے زین المواصف آگے بڑھی‘ اسے دیکھتے ہی لوہار کے ہوش اڑ گئے‘ وہ اپنی انگلیاں کاٹنے لگا۔ اس کی عقل سلب ہو گئی۔ وہ اس پر عاشق ہو گیا اور یہودی سے پوچھا کہ ان کنیزوں نے کیا جرم کیا؟ اس نے جواب دیا کہ یہ میری لونڈیاں ہیں‘ انہوں نے میرا مال چرایا تھا اور میرے پاس سے بھاگ گئی تھیں۔ لوہار نے کہا خدا تیرا بھلا کرے! واللہ اگر یہ کنیز قاضی القضاۃ کے پاس ہوتی اور ہر روز ایک ہزار جرم کرتی تو بھی وہ اسے سزا نہ دیتا۔ علاوہ اس کے وہ صورت سے چور نہیں معلوم ہوتی اور بیڑیوں کا بوجھ اس سے نہیں اٹھ سکتا۔ اس کے بعد لوہار نے اس سے درخواست کی کہ وہ زین المواصف کو بیڑیاں نہ پہنائے اور سفارش پر سفارش کرتا رہا کہ اسے بیڑیاں نہ پہنائی جائیں۔ جب زین المواصف نے لوہار کو سفارش کرتے دیکھا تو اس نے یہودی سے کہا خدا کے لئے مجھے اس غیر مرد کے سامنے نہ کر۔ اس نے جواب دیا تو پھر مسرور کے سامنے کس طرح آتی تھی؟ اس کا جواب اس نے نہ دیا۔

یہودی نے لوہار کی سفارش مان لی‘ زین المواصف کے پاؤں میں ہلکی بیڑیاں ڈلوا دیں اور لونڈیوں کے پاؤں میں بھاری بیڑیاں۔ زین المواصف نازک بدن تھی اور سخت کپڑے نہیں پہن سکتی تھی اس لئے دن رات بالوں کے کپڑے پہنتے پہنتے اس کے اور اس کی کنیزوں کے جسم کی کھال چھل گئی اور چہرے اتر گئے۔ ادھر لوہار کو زین المواصف سے بے حد عشق ہو گیا اور وہ گھر جا کر آہیں بھرنے لگا۔ اتفاق سے اسی وقت قاضی القضاہ لوہار کے گھر کے پاس سے گزرا اور اس کی آہیں سن کر اسے بلوایا۔ پوچھا اے لوہار! تو کس عورت کو یاد کر رہا ہے اور تیرا دل کس کی محبت میں گرفتار ہے؟ لوہار نے اٹھ کر قاضی کا ہاتھ چوما اور کہا خدا ہمارے مولا قاضی کی عمر دراز کرے اور اس میں برکت دے! پھر لوہار نے لڑکی کے حسن و جمال اور قد و قامت کی تعریف کی اور یہ کہ اس کا چہرہ خوبصورت ہے‘ کمر پتلی اور کولہے بھاری۔ اس کے بعد اس نے یہ بھی بیان کیا کہ وہ کس خواری کیساتھ قید اور بیڑیوں کی تکلیف میں مبتلا ہے اور اسے

کس قدر کم کھانے کو دیا جاتا ہے۔ قاضی نے کہا اے لوہار! تو مجھے اس کے پاس لے چل‘ اس سے ملا تاکہ میں اس کا حق اسے دلاؤں۔ ورنہ کنیز کا گناہ آئندہ تیری گردن پر ہو گا‘ اگر تو نے اسے مجھ سے نہ ملایا تو قیامت کے دن خدا تجھ سے بدلہ لے گا۔ لوہار نے کہا‘ سر آنکھوں پر اور فوراً زین المواصف کے مکان پر گیا‘ مگر دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور کوئی شخص غمگین دل سے رو رہا ہے لوہار کے آنسو مینہ کی طرح برسنے لگے‘ اس نے دستک دی۔ لڑکیوں نے کہا کہ دروازے پر کون ہے؟ اس نے جواب دیا‘ میں ہوں لوہار‘ قاضی تم لوگوں کو اپنے پاس بلاتا ہے تاکہ اس کے آگے مقدمہ پیش ہو اور تمہارے ساتھ انصاف کیا جا سکے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

آٹھ سو اٹھاون ویں رات

آٹھ سو اٹھاون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ لوہار نے کہا کہ تمہیں قاضی بلاتا ہے تو زین المواصف بولی کہ ہم کیوں کر اس کے پاس جا سکتے ہیں دروازہ بند ہے' ہمارے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں اور کنجیاں یہودی کے پاس ہیں۔ لوہار نے کہا کہ میں ابھی کنجیاں بنا کر قفل کھولے دیتا ہوں اور تمہاری بیڑیاں بھی اتار دوں• گا۔ اس نے کہا کہ قاضی کا گھر ہمیں کون بتائے گا؟ لوہار بولا کہ میں اس کا پتا بتا دوں گا۔ زین المواصف نے کہا ہم قاضی کے پاس کس طرح جا سکتے ہیں ہمارے کپڑے تو بالوں کے ہیں اور ان میں گندھک بسی ہوئی ہے۔ لوہار نے کہا کہ قاضی اس کا برا نہ مانے گا کہ تم اس حالت میں ہو۔ اب لوہار نے فوراً قفلوں کی کنجیاں بنائیں دروازہ کھول کر اندر گیا' ان کی بیڑیاں اتار دیں اور انہیں باہر لا کر قاضی کے گھر کا پتا بتا دیا۔ ہیوب نے اپنی آقا کے کپڑے اتار ڈالے جو بالوں کے تھے اسے حمام لے گئی اور نہلا دھلا کر ریشمی کپڑے پہنائے جس سے اس کے چہرے میں رنگ و روپ آ گیا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس کا شوہر کسی تاجر کے ہاں دعوت کھانے گیا ہواتھا اور اس لئے وہ خوب بن ٹھن کر قاضی کے گھر پہنچی۔

اسے دیکھتے ہی قاضی کھڑا ہو گیا اور اس نے اس شیریں کلامی اور میٹھے الفاظ میں قاضی کو سلام کیا کہ قاضی کا دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ لڑکی بولی خدا ہمارے مولا قاضی کو سلامت رکھے اوراس کے ذریعے سے فریادیوں کی مدد کرے! اس کے بعد اس نے لوہار کا قصہ سنایا اور اس کا شریفانہ برتاؤ بتایا اور اس تکلیف کا ذکر کیا جو یہودی نے اسے پہنچائی تھی اور کہا کہ اس نے ہمیں مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور کوئی ہمیں چھڑانے والا نہ ملا۔

قاضی نے پوچھا اے لڑکی! تیرا کیا نام ہے؟ اس نے جواب دیا میرا نام زین المواصف

اور میری کنیز کا نام ہیوب ہے۔ قاضی بولا تو اسم بامسمی ہے۔ لڑکی نے مسکرا کر اپنا منہ چھپا لیا۔ قاضی نے کہا اے زین المواصف تیرا شوہر ہے یا نہیں؟ اس نے جواب دیا میرا کوئی شوہر نہیں۔ قاضی نے پوچھا تیرا مذہب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میرا دین اسلام ہے اور میں خیرالانام کی ملت میں سے ہوں۔ قاضی نے کہا کہ شریعت کی قسم کھا کہ تو رسول اللہ کی ملت میں سے ہے۔ لڑکی نے قسم کھائی اور شہادت کا کلمہ پڑھا۔ قاضی بولا پھر تو اپنی جوانی اس یہودی کے ساتھ کیوں برباد کر رہی ہے؟ اس نے کہا اے قاضی' سن' مرتے وقت میرے باپ نے پندرہ ہزار دینار ترکے میں چھوڑے اور وہ سب اس یہودی کے حوالے کر دیئے تاکہ وہ ان سے تجارت کرے اور نفع میرے اور اس کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہو مگر پونجی شرع کی بنا پر محفوظ رہے۔ جب میرا باپ مر گیا تو یہودی کا جی میرے لئے للچانے لگا۔ اس نے میری ماں سے کہا کہ وہ میری شادی اس کے ساتھ کر دے۔ میری ماں نے جواب دیا کہ وہ مجھے میرا دین چھڑا کر کس طرح یہودی بنا سکتی ہے! خدا کی قسم میں حکومت میں تیری شکایت کر دوں گی۔ یہ سن کر یہودی ڈرا اور سارا مال لے کر عدن بھاگ آیا۔ جب ہم نے سنا کہ وہ عدن چلا گیا ہے تو ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے عدن پہنچے' اس سے ملے تو اس نے کہا کہ وہ تجارت اور خرید و فروخت کرتا ہے۔ ہمیں اس کی باتوں کا یقین آ گیا۔ اسی طرح وہ ہمیں برابر دھوکہ دیتا رہا یہاں تک کہ اس نے ہمیں قید کر دیا اور بیڑیاں ڈال کر ہمیں طرح طرح کی تکلیف پہنچائی۔ ہم یہاں پردیسی ہیں اور سوائے خدا اور ہمارے آقا قاضی کے ہمارا کوئی مددگار نہیں۔

یہ قصہ سن کر قاضی نے اس کی کنیز ہیوب سے پوچھا کہ کیا یہ واقعی تیری آقا ہے اور تم لوگ پردیسی ہو اور اس کا کوئی شوہر نہیں؟ وہ بولی ہاں۔ قاضی نے کہا کہ میری شادی اس کے ساتھ کر دے اور اگر میں اس کتے کو سزا دے کر تمہارا حق اس سے نہ دلا دوں تو اس کا کفارہ غلام آزاد کرنا' روزہ' حج اور صدقہ ہو گا۔ ہیوب نے کہا تیرا حکم سر آنکھوں پر۔ قاضی نے کہا' جا اور مطمئن ہو بیٹھ اور اپنی آقا کو بھی تسلی

دے' اگر خدا نے چاہا تو میں کل اس کافر کو بلا کر تمہارا حق تم کو دلا دوں گا اور اسے اتنی سزا دوں گا کہ تم کو تعجب ہو گا۔ لڑکی نے دعا دی اور اسے اپنی محبت میں گرفتار چھوڑ کر چل دی۔ ہیوب اور اس کی آقا قاضی کے گھر سے روانہ ہو گئیں تو انہوں نے لوگوں سے دوسرے قاضی کا پتا پوچھا' اس کا پتا معلوم ہو گیا تو دونوں وہاں پہنچیں اور اس سے بھی باتیں بیان کیں۔ اسی طرح تیسرے اور چوتھے قاضی کے پاس گئیں یہاں تک کہ چاروں سے وہی شکایت کر آئیں۔ ہر قاضی اس سے شادی کی درخواست کرتا اور وہ حامی بھر دیتی انہیں ایک دوسرے کی خبر نہ ہوتی اور ان میں سے ہر ایک کا دل لڑکی کے لئے للچایا۔ یہودی کو ان باتوں کی بالکل اطلاع نہ تھی کیونکہ وہ دعوت میں تھا۔ دوسرے دن صبح کو کنیز نے زین المواصف کو بہترین کپڑے پہنائے اور اس محکمے میں لے گئی جہاں چاروں قاضی بیٹھے تھے۔ قاضیوں کو دیکھتے ہی لڑکی نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دی اور انہیں سلام کیا۔ چاروں نے سلام کا جواب دیا اور اسے پہچان گئے۔ ایک ان میں سے لکھنے میں مشغول تھا' اس کے ہاتھ سے قلم گر گیا۔ ایک باتیں کر رہا تھا' وہ ہکلانے لگا۔ ایک کچھ حساب لگا رہا تھا' اس نے جوڑنے گھٹانے میں غلطی کر دی۔ سب نے لڑکی سے کہا اے خوبصورت اور خوش سیرت' تیرے آگے اب خوشی ہی خوشی ہے' اب ہم تیرا حق ضرور دلوائیں گے اور تیری مراد پوری ہو جائے گی۔

لڑکی انہیں دعا دے کر رخصت ہو گئی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- آٹھ سو انسٹھویں رات

آٹھ سو انسٹھ ویں رات ہوئی تواس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ قاضیوں کو دعا دے کر رخصت ہو گئی۔ ادھر یہ لگاوٹ بازیاں ہو رہی تھیں اور ادھر یہودی ان باتوں سے بے خبر اپنے دوستوں کے ساتھ دعوت میں مشغول تھا۔ ساتھ ہی زین المواصف نے دربار کے حاکموں اور کاتبوں سے بھی درخواست کی کہ وہ اس مردود کافر کے مقابلے میں اس کی مدد کریں اور اسے اس بے پناہ عذاب سے چھٹکارا دیں۔ اس کے بعد اس نے ایک خط لکھا جس میں شروع سے لے کر آخر تک وہ تمام حرکتیں بیان کیں جو یہودی نے اس کے ساتھ کی تھیں اور اپنے مسلمان ہونے کا بھی ذکر کیا۔ خط بند کرکے اپنی کنیز ہیوب کو دے دیا اور کہا کہ اسے حفاظت سے اپنی جیب میں رکھیو میں اسے مسرور کو بھیجوں گی۔ اتنے میں یہودی آیا اور انہیں نہایت خوش دیکھ کر کہنے لگا تم اس قدرخوش کیوں ہو؟ زین المواصف نے کہا تیرے پنجے سے ہمیں سوائے خدا کے اور کوئی نہیں چھڑا سکتا وہی ہمیں تیرے ظلم سے نجات دے گا۔ اگر تم نے ہمیں ہمارے وطن نہ پہنچایا تو ہم کل تیری شکایت شہر کے حاکم اور قاضی کے سامنے کریں گے یہودی نے پوچھا کہ تمہارے پاؤں میں بیڑیاں کس نے اتاریں؟ اب میں تم میں سے ہر ایک کے لئے دس دس رطل کی بیڑیاں بنوا کر تمہیں شہر کے گرد پھراؤں گا۔ ہیوب بولی جو کنواں تو ہمارے لئے کھود رہا ہے خدا نے چاہا تو تو خود اس میں گرے گا۔ تو نے وطن سے ہمیں بے وطن کیا ہے خیر کل ہمارا اور تیرا فیصلہ شہر کے حاکم کے سامنے ہو گا۔ رات بھر اسی طرح کی باتیں ہوتی رہیں' صبح ہوتے ہی یہودی لوہار کے پاس گیا کہ ان کے لئے بیڑیاں بنوائے۔ ادھر زین المواصف اوراس کی کنیزیں قاضی کے محکمے میں پہنچیں۔ زین المواصف نے قاضیوں کو دیکھتے ہی سلام کیا سب نے سلام کا جواب دیا۔ قاضی القضاۃ نے اپنے آس پاس کے لوگوں سے کہا کہ یہ لڑکی زہرہ کی طرح ہے

URDU4U.COM

جو اسے دیکھتا ہے عاشق ہو جاتا ہے اور اس کی خوبصورتی کے آگے گردن جھکا لیتا ہے۔ اس کے بعد قاضی نے لڑکی کے ہمراہ چار پیادے بھیجے جو بڑے عہدے کے تھے اور ان سے کہا کہ مجرم کو بری طرح سے پکڑ کر لے آؤ۔

URDU4U.COM

یہ تو ان کا ماجرا ہوا' اب یہودی کا حال سنو۔ جب وہ ان کے لئے بیڑیاں بنوا کر گھر لوٹا تو دیکھا کہ وہ غائب ہیں' حیران و پریشان ہو گیا۔ اتنے میں پیادے آ پہنچے۔ انہوں نے پہلے تو اسے پکڑ کر خوب مارا' پھر منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے قاضی کے پاس لے گئے۔ قاضی نے اسے دیکھتے ہی چلا کر کہا اے مردود' خدا کے دشمن' تیری یہ ہمت ہوئی کہ تو نے ایسے ایسے کام کئے اور عورتوں کو وطن سے بے وطن کر دیا ان کا مال چرا لیا اور اب چاہتا ہے کہ وہ یہودی ہو جائیں' تو مسلمانوں کو کافر بنانا چاہتا ہے؟ یہودی بولا اے میرے مولا' یہ میری بیوی ہے۔ اس کی یہ بات سن کر سارے قاضی اسے ڈانٹنے لگے اور کہا اس کتے کو زمین پر دے پٹکو' اس کے منہ پر جوتیاں مارو اور جتنا پیٹا جائے اسے خوب پیٹو کیونکہ اس کا گناہ معافی کے قابل نہیں۔ لوگوں نے اس کے ریشمی کپڑے اتار کر بالوں کا لباس پہنایا' اسے زمین پر پٹک کر اس کی داڑھی نوچنے اور اس کے منہ پر جوتیاں مارنے لگے۔ اس کے بعد انہوں نے اسے الٹے گدھے پر سوار کیا گدھے کی دم اس کے ہاتھ میں دے کر سارے شہر کا چکر لگایا اور ڈھنڈورا پیٹ کر نہایت ذلت کے ساتھ اسے پھر قاضی کے گھر لائے۔ چاروں قاضیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی چڑھا دیا جائے۔ یہ فیصلہ سن کر وہ ملعون گھبرا گیا اس کے ہوش و حواس جاتے رہے اور اس نے کہا اے بزرگ قاضیو! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ کہہ یہ میری بیوی نہیں ہے' میرا تمام مال اس کا مال ہے میں نے اس پر ظلم کیا ہے اور اسے وطن سے بے وطن کیا ہے۔ یہودی نے اس کا

اقرار کر لیا اور انہوں نے اس اقرار کو ایک دستاویز میں درج کر لیا اور اس کا سارا مال لے کر زین المواصف کو مع دستاویز کے دے دیا اور وہ لے کر چلتی ہوئی جو اسے دیکھتا اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو جاتا اور ہر قاضی یہی سمجھتا کہ بس اب وہ میرے

قبضے میں آ گئی۔ گھر پہنچ کر اس نے سارے سامان میں سے جس جس کی ضرورت تھی باندھا۔ دن ختم ہونے کا انتظار کیا اور تمام چیزیں جو ہلکی اور قیمتی تھیں لے کر رات کے اندھیرے میں اپنی کنیزوں کے ساتھ روانہ ہو گئی اور تین رات تین دن برابر چلتی رہی۔ ادھر قاضیوں نے یہودی کو قید خانے میں ڈال دیا۔

URDU4U.COM

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## آٹھ سو ساٹھ ویں رات

URDU4U.COM

آٹھ سو ساٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ قاضیوں نے یہودی کو جو زین المواصف کا شوہر تھا قیدخانے میں ڈال دیا' صبح ہوئی تو قاضی اور گواہ سب اس انتظار میں رہے کہ زین المواصف اس کے پاس آتی ہو گی لیکن وہ کسی کے پاس بھی نہ آئی۔ اس کے بعد وہ قاضی جس کے پاس لڑکی سب سے پہلے گئی تھی یہ کہہ کر مجھے شہر میں آج کچھ کام ہے اپنے خچر پر سوار ہو گیا اور غلام کو ساتھ لے کر شہر کے گلی کوچوں میں پھرنے اور زین المواصف کو ڈھونڈنے لگا لیکن کہیں اس کا پتا نہ چلا۔ وہ چکر لگا ہی رہا تھا کہ دیکھا باقی تین قاضی بھی اسی طرح پھر رہے ہیں۔ اس نے ان سے پوچھا کہ تم خچروں پر سوار شہر کے بازار میں کیوں پھر رہے ہو؟ جب انہوں نے اپنا قصہ سنایا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ بھی اسی مصیبت میں گرفتار ہیں جس میں وہ گرفتار ہے وہ بھی اسی کی تلاش میں ہیں جسے وہ ڈھونڈ رہا ہے۔ اب چاروں نے مل کر لڑکی کو ڈھونڈنا شروع کیا لیکن کہیں سراغ نہ چلا۔ آخر سب کے سب واپس اپنے اپنے گھر چلے اور بیمار ہو کر بچھونے پر لیٹ گئے۔ قاضی القضاہ کو پڑے پڑے لوہار کا خیال آیا اور اسے بلوا کر پوچھنے لگا اے لوہار! تجھے اس لڑکی کا کچھ پتا ہے جسے تو ہمارے پاس لایا تھا؟ اگر تو ہمیں اس کا پتہ نہ دے گا تو میں تیرے کوڑے ماروں گا۔ لوہار نے کہا اے میرے مولا' خدا کی قسم جب میں تیرے پاس سے آیا ہوں میں نے اسے بالکل نہیں دیکھا۔ میرا دل اسی میں لگا ہوا ہے' یہ سن کر قاضی نے اتنے زور سے چیخ ماری کہ قریب تھا کہ اس کی روح نکل جائے اور وہ کہنے لگا واللہ مجھے اس کی پرواہ نہیں۔

ادھر لوہار وہاں سے رخصت ہوا اور ادھر قاضی بچھونے پر لیٹ گیا اور لڑکی کے عشق میں بیمار پڑ گیا۔ یہی حالت باقی تینوں قاضیوں اور گواہوں کی بھی ہوئی۔ حکیم برابران کا علاج

کرتے تھے مگر ان کی بیماری ایسی تھی جس کا علاج حکیموں کے بس کا نہ تھا۔ اس کے بعد بڑے بڑے لوگ پہلے قاضی کی عیادت کے لئے گئے اور مزاج پرسی کی۔ قاضی نے اپنا دل کھول کر ان کے آگے رکھ دیا' رونے اور ٹھنڈے سانس بھرنے لگا اور پھر زور سے ایک چیخ ماری اور اس کی روح بدن سے پرواز کر گئی۔ لوگوں نے اسے غسل دے کر کفن پہنایا اور جنازے کی نماز پڑھا کر دفن کر آئے اور اس کے لئے دعا کرکے دوسرے قاضی کے پاس پہنچے' ایک حکیم کو اپنے ساتھ لیتے گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ اسے بھی کوئی بیماری نہیں جس کے لئے کسی حکیم کی ضرورت ہو۔ لوگوں نے اس کی مزاج پرسی کی اور اس نے انہیں سارا ماجرا سنا دیا۔ جب لوگوں نے اسے لعنت ملامت کی تو اس نے ایک چیخ ماری اور اس کی روح جسم سے پرواز کر گئی اور لوگ اس کی تجہیز و تکفین کرکے اسے بھی دفن کر آئے اور اس کے لئے دعا کی۔ پھر تیسرے قاضی کے پاس گئے۔ دیکھا کہ وہ بھی بیمار ہے اس کا بھی وہی حال تھا جو دوسروں کا۔ یہی قصہ چوتھے قاضی کے ساتھ بھی پیش آیا اور چاروں کے چاروں اسی کی محبت کے شکار نکلے اور اسی طرح تمام گواہ بھی۔ غرض کہ جس جس نے اسے دیکھا تھا سب نے اس کی محبت میں جان دے دی اور جو نہ مرا وہ اس کی محبت کی آگ میں جلتا رہا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- آٹھ سو اکسٹھ ویں رات

آٹھ سو اکسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جو نہ مرا وہ اس کی محبت کی آگ میں جلتا رہا' خدا ان سب پر رحم کرے! ادھر زین المواصف کئی روز تک تیز تیز چلتی رہی یہاں تک کہ دور پہنچ گئی۔ اتفاقاً اس کا گزر ایک دیر پر ہوا جہاں ایک بہت بڑا راہب رہتا تھا۔ اس کا نام دانس تھا اور اس کے نیچے چالیس بطریق تھے۔ راہب نے دیکھا کہ زین المواصف اتنی حسین ہے تو وہ نکل کر اس کے پاس آیا اسے دعوت دی اور کہا کہ ہمارے ہاں اتر کر دس دن تک آرام کر لو پھر آگے چلنا' لڑکی اور اس کی کنیزیں خانقاہ میں ٹھہر گئیں۔ اسے دیکھ کر راہب کے ایمان میں خلل آ گیا اور اسے پرچانے کے لئے اس نے بطریقوں کو ایک ایک کرکے اس کے پاس بھیجنا شروع کیا۔ جو بطریق اس کے پاس جاتا وہ اس کی محبت کے جال میں پھنس جاتا اور اسے پھسلاتا لیکن وہ ان کے آگے عذر پیش کرتی اور انہیں منع کرتی۔ اسی طرح دانس نے ایک ایک کرکے چالیسوں کو بھیجا جو اسے دیکھتا لٹو ہو جاتا اس کی بڑی آؤ بھگت کرتا اور اسے پھسلاتا' دانس کا نام تک نہ لیتا۔ وہ انہیں اس فعل سے روکتی اور سخت جواب دیتی۔ جب دانس کو بالکل صبر نہ رہا اور اس کی محبت کی آگ بھڑکنے لگی تو اس نے اپنے دل میں کہا' کیا خوب مثل ہے کہ میرے بدن کو میرے ناخنوں سے بہتر کوئی کھجا نہیں سکتا' میری مراد کو سوائے میرے اور کوئی پورا نہیں کر سکتا! یہ کہہ کر وہ اٹھا نفیس کھانا تیار کرکے لڑکی کے پاس لایا اور کہا کہ بسم اللہ نوش کر۔ بہترین کھانا وہی ہے جو نصیب ہو۔ لڑکی نے ہاتھ بڑھا کر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور اپنی کنیزوں کے ساتھ بیٹھ کر کھایا۔ وہ کھا چکی تو راہب نے اپنے عشق کا اظہار کیا' زین المواصف نے کہا خام خیالات کو اپنے دل سے نکال ڈال۔ راہب اپنی خانقاہ میں جا کر سوچ میں پڑ گیا اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے اور رات بری طرح

سے گزری۔ رات بالکل اندھیری ہو گئی تو زین المواصف اٹھی اور اس نے کنیزوں سے کہا کہ چلو چالیس رہبانوں کے مقابلے میں ہم کچھ نہیں کر سکتے' سب کے سب مجھے پھسلانا چاہتے ہیں۔ کنیزیں بولیں کہ سر آنکھوں پر اور اپنے خچروں پر سوار ہو کر دیر کے دروازے سے نکل کھڑی ہوئیں۔

URDU4U.COM

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• آٹھ سو باسٹھ ویں رات

آٹھ سو باسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ زین المواصف اور اس کی کنیزیں چلی جا رہی تھیں کہ انہیں ایک قافلہ دکھائی دیا' قافلے کے قریب پہنچیں تو معلوم ہوا کہ وہ عدن سے آ رہا ہے جہاں وہ خود تھی اور اس نے سنا کہ لوگ زین المواصف کا ذکر کر رہے ہیں کہ قاضیوں اور گواہوں نے اس کی محبت میں جان دے دی اور شہر والوں نے دوسرے قاضی اور گواہ مقرر کر لئے اور زین المواصف کے شوہر کو قید خانے سے چھوڑ دیا۔ یہ سن کر زین المواصف نے اپنی کنیزوں سے کہا سنتی ہو یہ باتیں؟ ہیوب نے کہا اگر راہب جن کے مذہب میں عورتوں سے کنارہ کشی ہے تیری محبت کے شکار ہو گئے تو قاضی تو معافی کے قابل ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ بہرحال چپکے سے وطن چلی چل کیونکہ اب تک ہمارا حال کسی کو معلوم نہیں۔ یہ کہہ کر وہ اور زیادہ تیزی سے سفر کرنے لگیں۔

URDU4U.COM

یہ تو زین المواصف اوراس کی کنیزوں کا قصہ ہوا۔ اب راہبوں کا حال سنو۔ صبح ہوئی اور وہ زین المواصف کو سلام کرنے کے لئے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ مکان خالی پڑا ہے ان کا دل بیٹھ گیا پہلے راہب نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اس کی محبت میں رونے لگا۔ یہی حال باقی بطریقوں اور راہبوں کا بھی تھا' وہ سب کے سب رو رہے تھے۔ ان میں شیخ وانس کی کیفیت سب سے بدتر تھی۔ جب وہ سب مایوس ہو گئے تو انہوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ اس کی تصویر بنا کر اپنے پاس رکھیں۔ اس پر سب نے اتفاق کیا یہاں تک کہ مزوں کو کرکرا کرنے والی موت آ پہنچی۔

یہ تو خانقاہ کے رہبانوں کا قصہ ہوا' اب زین المواصف کا ماجرا سنو' وہ برابر اپنے محبوب مسرور کی طرف سفر کرتی رہی' چلتے چلتے آخر اپنے گھر پہنچ گئی اور گھر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ پھر اس نے اپنی بہن نسیم کو بلا بھیجا۔ نسیم بہت خوش ہوئی اس

کے لئے فرش اور نفیس کپڑے لائی اور مکان کو عود' عنبر اور مشک سے اس قدر بسایا کہ وہ مہک اٹھا۔ غرض کہ اس سے بہتر ہونا ممکن نہ تھا۔ اس کے بعد زین المواصف نے بہترین لباس پہنا اور خوب بناؤ سنگار کیا۔ ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور ادھر مسرور کو یہ بھی خبر نہ تھی کہ وہ آ گئی ہے بلکہ وہ بے حد رنج و غم میں مبتلا تھا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

آٹھ سو تریسٹھ ویں رات

آٹھ سو تریسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- مسرور کو اس کے آنے کی خبر نہ تھی وہ رنج و غم میں مبتلا تھا۔ زین المواصف اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنی ان کنیزوں سے باتیں کرنے لگی جو سفر میں اس کے ساتھ نہ تھیں۔ پھر اس نے ہیوب کو چند درہم دے کر کہا کہ جا کر میرے اور کنیزوں کے لئے کھانے کی چیزیں خرید لا۔ ہیوب جا کر وہ تمام چیزیں کھانے پینے کی لے آئی جو اس نے کہی تھیں۔ سب کھا پی چکیں تو زین المواصف نے ہیوب سے کہا' اب جا کر دیکھ کہ مسرور کہاں ہے اور کس حالت میں ہے۔ مسرور کی یہ حالت تھی کہ نہ اسے چین آتا تھا نہ صبر۔ جب اس کا شوق زور پکڑتا تو وہ زین المواصف کے گھر جا کر دیوار کو بوسے دیتا۔ اس وقت بھی وہ اسی کے گھر سے ہو کر آیا تھا۔ مایوسی کے عالم میں روتے روتے اسے نیند آ گئی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ زین المواصف اپنے گھر لوٹ کر آ گئی ہے' وہ روتا ہوا اٹھ کر زین المواصف کے گھر کی طرف چل دیا اس کی گلی میں پہنچا تو اسے خوشبوئیں آنے لگیں اور اس کا دل محبت سے اور بے چین ہو گیا۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ ہیوب کسی کام کے لئے جا رہی ہے اور ابھی گلی سے نکلی ہے اسے دیکھ کر وہ خوش ہو گیا۔ ہیوب کی نظر اس پر پڑی تو اس نے قریب آ کر سلام کیا' زین المواصف کے آنے کی خوشخبری دی اور کہا کہ اس نے مجھے تیری تلاش میں بھیجا ہے۔ مسرور یہ سن کر بہت خوش ہوا اور ہیوب اسے لے کر اپنی آقا کے پاس گئی۔ مسرور کو دیکھتے ہی زین المواصف اپنے تخت سے اتر پڑی اور اسے چومنے لگی' وہ اسے چومنے لگا اور دونوں ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے اور اتنی دیر تک بوسے دیتے اور گلے ملتے رہے کہ انہیں غش آ گیا۔ جب انہیں ہوش آیا تو زین المواصف نے اپنی کنیز ہیوب سے کہا کہ ایک کوزے میں شکر کا اور ایک میں نیبو کا شربت

لے آئے' کنیز لے آئی اور انہوں نے کھایا پیا۔ کھاتے پیتے انہیں رات ہو گئی پھر دونوں نے اپنی اپنی داستانیں شروع سے لے کر آخر تک سنائیں۔ لڑکی نے اس سے کہا کہ میں اسلام لے آئی ہوں۔ اس پر مسرور کو بڑی خوشی ہوئی' وہ بھی مسلمان ہو گیا اور کنیزیں بھی' سب نے مل کر خدا کے آگے توبہ کی۔ صبح ہوئی تو اس نے قاضی اور گواہوں کو بلوایا اور ان سے کہا کہ میں بیوہ ہوں' عدت پوری ہو چکی ہے' انہوں نے اس کا نکاح نامہ لکھ دیا اور وہ نہایت عیش و عشرت سے رہنے لگے۔

یہ تو زین المواصف اور مسرور کا قصہ ہوا' اب اس کے شوہر یہودی کا ماجرا سنو۔ جب شہر والوں نے اسے قید سے رہا کر دیا تو وہ وہاں سے اپنے وطن کی طرف چل دیا اور چلتے چلتے اتنے قریب پہنچ گیا کہ محض تین دن کی راہ اور باقی رہ گئی زین المواصف کو اس کی خبر ملی تو اس نے اپنی کنیز ہیوب کو بلا کر کہا کہ یہودیوں کے قبرستان میں جا کر ایک قبر کھدوا اور اس پر پھول رکھ کر اس کے آس پاس پانی چھڑکوا دے۔ یہودی آئے اور میرے بارے میں دریافت کرے تو کہیوکہ میری آقا تجھ سے اتنی ناراض تھی کہ مر گئی اور اسے مرے بیس دن ہو چکے ہیں۔ اگر وہ کہے کہ چل کر اس کی قبر دکھا تو اسے اسی قبر کے پاس لئے آئیو اور کسی چال سے اسے زندہ دفن کر دیجیو۔ کنیز نے کہا بسر و چشم۔ اس کے بعد تمام فرش اٹھا دیا گیا اور زین المواصف محمل میں بیٹھ کر مسرور کے گھر چلی گئی دونوں کھانے پینے میں مشغول ہو گئے اور تین دن تک برابر انکا یہی شغل رہا۔

یہ تو ان لوگوں کا ماجرا ہوا' اب یہودی کا حال سنو۔ جب وہ سفر سے لوٹ کر گھر پہنچا تو اس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہیوب نے اندر سے پوچھا کہ دروازے پر کون ہے؟ اس نے جواب دیا تیرا آقا۔ ہیوب نے آ کر دروازہ کھولا' یہودی نے دیکھا کہ اس کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے ہیں' پوچھا کہ تو کیوں رو رہی ہے' اور تیری آقا کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ تیرے اوپر اتنی ناراض تھی کہ مر گئی۔ یہ سن کر اسے سخت حیرت ہوئی وہ بلک بلک کر رونے لگا اور کہا اے ہیوب' اس کی قبر کہاں ہے؟ ہیوب اسے لے

کر قبرستان گئی اور وہ دکھائی جو اس نے کھدوائی تھی۔ اب وہ اور زیادہ رونے پیٹنے اور واویلا کرنے لگا اور غش کھا کر گر پڑا۔ اسی غشی کی حالت میں ہیوب نے اسے کھینچ کر زندہ قبر میں ڈال دیا قبر پاٹ کر اپنی آقا کے پاس آ گئی اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ آقا یہ سن کر بہت خوشی ہوئی اور دونوں کھانے پینے اور لہو و لعب میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے لگے۔ یہاں تک کہ مزوں کو کرکرا اور صحبتوں کو درہم برہم کرنے والی اور لڑکوں لڑکیوں کو مارنے والی موت آ پہنچی......

○ علی نور الدین اور مریم زناریہ کی کہانی

پرانے زمانے میں مصر میں ایک تاجر تاج الدین رہتا تھا۔ بہت بڑا تاجر ہونے کے علاوہ اس کی شرافت کی بھی بڑی دھوم تھی۔ اسے شوق تھا کہ ہر ملک کا سفر کرے اور درہم و دینار کی خواہش میں جنگل بیابان' میدان' پہاڑ اور سمندر کے جزیرے چھانتا پھرے۔ اس کے پاس بہت سے غلام نوکر چاکر اور کنیزیں تھیں سفر میں اس نے اتنی تکلیفیں اور خطرے اٹھائے تھے کہ جن سے بچے بوڑھے ہو جائیں وہ اپنے زمانے کے تمام تاجروں سے زیادہ مال دار اور خوش گفتار تھا۔ اس کے پاس بہت سے گھوڑے' خچر' اونٹ' اونٹنیاں' سامان' مال اور لاجواب کپڑے تھے۔ مثلاً حمص کی ململ' بطبک کی زربفت' سندس کی روئی کے کپڑے' مرد کے تھان' بغداد کی جالی' مغرب کی شالیں' ترکی غلام' حبشی نوکر چاکر' رومی کنیزیں اور مصری لڑکے۔ اس کا تجارتی سامان ریشم کے گٹھوں میں باندھا جاتا تھا کیونکہ اس کی دولت مندی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

اس تاجر کا علی نور الدین نام کا ایک بیٹا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند حسین و جمیل خوش قامت اور سڈول۔ ایک روز یہ لڑکا اپنے باپ کی دکان پر بیٹھا ہوا دستور کے مطابق خرید و فروخت اور لین دین کر رہا تھا' دوسرے تاجر زادے اس کے سامنے ایسے معلوم ہوتے

تھے جیسے چاند کے آگے تارے۔ تاجرزادوں نے اسے دعوت دی اور کہا اے ہمارے آقا نور الدین ہم چاہتے ہیں کہ آج فلاں باغ میں چل کر سیر کریں۔ اس نے جواب دیا پہلے میں اپنے باپ سے اجازت لے لوں کیونکہ اس کی بے اجازت میں نہیں جا سکتا۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اس کا باپ آ گیا اور اس نے کہا اے ابا جان' تاجر زادے مجھے فلاں باغ میں سیر و تفریح کے لئے دعوت دیتے ہیں' کیا میں جا سکتا ہوں؟ باپ نے کہا ہاں بیٹا۔ اس کے بعد اس نے بیٹے کو کچھ دام دیئے اور کہا کہ ان کے ساتھ جا۔ تاجر زادے گدھوں اور خچروں پر سوار ہو گئے اور نور الدین بھی ایک خچر پر بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ ایک ایسے باغ میں پہنچا جہاں دماغ اور آنکھوں کی لذت میں تمام چیزیں موجود تھیں۔ اس کے ستون مضبوط اورعمارت بلند تھی' اسکا ایک دروازہ محراب دار تھا گویا وہ ایک محل سرا تھی اور ایک دروازہ آسمانی رنگ کا' گویا وہ جنت کے دروازے تھے اور اس کے دربان کا نام رضوان تھا۔ اس کے اوپر طرح طرح کے انگور تھے بعض مرجان کی طرح لال' بعض حبشیوں کی ناکوں کی طرح کالے اور بعض کبوتر کے انڈوں کی طرح سفید۔ باغ میں ناشپاتی' انار' امرود' شفتالو اور سیب تھے۔ یہ سارے میوے مختلف رنگ کے تھے بعض خوشوں میں اور بعض اکیلے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

آٹھ سو چونسٹھ ویں رات

آٹھ سو چونسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب سوداگر زادے باغ کے اندر گئے تو انہیں رنگ رنگ کے انگور دکھائی دیئے۔ چلتے چلتے وہ ایک برساتی

URDU4U.COM

کے پاس پہنچے دیکھا کہ باغ کا رکھوالا رضوان اس میں بیٹھا ہوا ہے گویا وہ واقعی جنت کا دربان رضوان ہے۔ اس باغ میں طرح طرح کے میوے اور رنگ بہ رنگ کی چڑیا تھیں' مثلاً فاختہ' بلبل' قمری' کبوتر جو ٹہنیوں پر گا رہی تھیں۔ نہروں میں پانی بہہ رہا تھا اور ان کے اردگرد پھول اور پھل لدے پڑے تھے۔ ہر میوہ شاداب' انار جیسی قیروانی گیند' سیب میٹھے اور خوشبودار' شفتالو بادامی' کافوری' جیلانی اور غتابی بیر اور شاہ دانے' انگور جو بیماروں کو شفا دیں اور سر کے چکر اور صفرے کو دور کریں۔ لال اور ہرے انجیر جنہیں دیکھ کر عقل دنگ ہو جائے۔ علاوہ ازیں اس باغ میں طوری' حلبی اور رومی امرود تھے طرح کے اور رنگ بہ برنگ۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # آٹھ سو پینسٹھ ویں رات

آٹھ سو پینسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- جب سوداگر زادے باغ میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں طوری' جلی اور رومی امرود ہیں۔ بعض زرد' بعض ہرے' سلطانی شفتالو' کچھ زعفرانی' کچھ لال' ہرے بادام بہت میٹھے اور ایسے جیسے کرم کلے اس کی گری تین تین غلافوں کے اندر خدا کی صنعت طرح طرح کے بیر گچھوں میں اور الگ الگ' نارنگیاں خولنجاں کی طرح' نیبو جن کا رنگ سونے کی طرح جو ڈالیوں میں جھولتے تھے' کھٹ مٹھے ٹہنیوں سے نکلے ہوئے گویا غزالوں کی سی کنواری لڑکیوں کے سینے۔ غرض کہ اس باغ میں ہر طرح کے میوے' خوشبو دار بوٹیاں' سبزیاں اور پھول تھے۔ مثلاً چنبیلی' مہندی' مرچ' عنبری سنبل' طرح طرح کے گلاب اور کیلے۔

URDU4U.COM

یہ باغ بے تشبیہ جنت کا ایک ٹکڑا تھا اگر اس میں کوئی بیمار بھی داخل ہو جائے تو تیوری چڑھائے ہوئے شیر کی طرح نکلے' اس کی تعریف سے زبان قاصر تھی' اس میں اتنی عجیب و غریب چیزیں تھیں جو سوائے جنت کے اور کہیں پائی نہیں جاتیں۔ اس کے دربان کا نام رضوان تھا۔ اگرچہ دونوں رضوانوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ سیر و تفریح کرنے کے بعد سوداگر زادے آ کر ایک چبوترے پر بیٹھ گئے اور نور الدین کو بارہ دری کے بیچ میں بٹھایا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- آٹھ سو چھیاسٹھ ویں رات

آٹھ سو چھیاسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ سوداگر زادوں نے نور الدین کو بارہ دری کے بیچ میں چمڑے کے فرش پر بٹھایا جس پر زردوزی کا کام تھا اور اسے ایک تکیہ لگانے کو دیا جس میں شترمرغ کے پر بھرے ہوئے تھے اور ایک پنکھا جو شترمرغ کے پروں کا تھا۔ اس کے بعد سوداگر زادوں نے اپنے اپنے عمامے اور قبائیں اتار ڈالیں اور بیٹھ کر باتیں چیتیں کرنے لگے لیکن ہر ایک کی نظر نور الدین ہی کی طرف لگی ہوئی تھی اور وہ سب اس کی خوبصورتی میں محو تھے جب انہیں بیٹھے بیٹھے کچھ وقت گزر گیا تو ایک غلام اپنے سر پر کھانے کی سینی لئے پہنچا جس میں چینی اور بلوری برتن تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ باغ جانے سے پہلے ایک سوداگر زادہ اپنے گھر کھانے کا حکم دے آیا۔ اس سینی میں زمین پر چلنے والے ' ہوا میں اڑنے والے اور پانی میں تیرنے والے جانوروں کا گوشت تھا۔ دستر خوان بچھایا گیا سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور کھانے سے فارغ ہو کر صاف پانی اور مشکی صابون سے ہاتھ دھوئے' ریشمی رومالوں سے منہ پونچھے اور نور الدین کو ہاتھ پونچھنے کے لئے ایک رومال دیا۔ جس پر سرخ سونے کا کام تھا۔ اس کے بعد قہوہ آیا سب نے جی بھر کر پیا اور پھر باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں باغبان ایک ٹوکری بھر گلاب کے پھول لے آیا اور کہنے لگا اے میرے آقا' کہو ان خوشبودار پھولوں کی کیسی رہی؟ ایک سوداگر زادے نے کہا خوب رہی خاص کر گلاب کے پھول جو ہمیشہ دل پسند ہیں۔ باغبان بولا ٹھیک ہے لیکن ہمارا دستور ہے کہ ہم گلاب کے پھول اس وقت تک نہیں دیتے جب تک کہ مزے مزے کی باتیں نہ ہوں۔ لہٰذا جو شخص گلاب کے پھول لینا چاہے وہ مناسب شعر سنائے۔ سوداگر زادے دس تھے' ان میں سے ایک بولا اچھا مجھے دے' مناسب شعر سناتا ہوں۔ باغبان نے اسے ایک گل دستہ دیا اور اس نے گل دستے پر کچھ شعر سنائے۔

جب سب کے پاس پھولوں کا ایک ایک گل دستہ پہنچ گیا تو باغبان نے شراب کا دسترخوان بچھایا' پہلے ایک جام بھر کر خود پیا' پھر دوسروں کو دینا شروع کیا۔ تاج الدین تاجر کے بیٹے نور الدین کا نمبر آیا اور باغبان جام بھر کر سامنے لایا تو نور الدین نے کہا تو جانتا ہے کہ یہ چیز میرے لئے غیر معروف ہے میں نے کبھی نہیں پی کیونکہ اس کے پینے میں بڑا گناہ ہے اور خدا نے اسے اپنی کتاب میں حرام کر دیا ہے۔ باغبان بولا اے میرے آقا نور الدین' اگر تو محض گناہ کی وجہ سے نہیں پیتا تو جان لے کہ خدا کریم' حلیم' غفور اور رحیم ہے' بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے' اس کی رحمت سب پر حاوی ہے۔ ساتھ ہی ایک تاجر زادے نے کہا اے میرے آقا نور الدین تجھے میری جان کی قسم اس جام کو پی لے۔ اس کے بعد ایک دوسرا جوان آگے بڑھا اور اسے سخت قسم دی' پھر تیسرا آ کر عاجزی سے کھڑا ہو گیا۔ نور الدین نے شرم کے مارے باغبان کے ہاتھ سے پیالہ لے کر ایک گھونٹ منہ میں لے کر تھوک دیا اور کہا' یہ کڑوی ہے۔ نوجوان باغبان بولا اے میرے آقا نور الدین' اگر کڑوی نہ ہوتی تو اس میں اتنے فائدے بھی نہ ہوتے۔ تجھے معلوم نہیں کہ میٹھی چیز بھی اگر دوا کے طور پر پی جائے تو وہ کڑوی لگتی ہے شراب میں بہت سے فائدے ہیں' منجملہ ان کے وہ کھانا ہضم کرتی' رنج و غم دور کرتی ہے' ریح کو زائل اور خون کو صاف کرنے والی ہے' رنگ نکھارتی ہے اور جسم کو چست و چاق کرتی ہے۔ بزدل کو دلیر بناتی اور جماع کی قوت دیتی ہے اگر میں اس کے تمام فائدے بیان کروں تو ایک دفتر ہو جائے۔

اب باغبان فوراً اٹھا اور بارہ دری کا ایک کمرہ کھول کر قند کا کوزہ لے آیا' ایک بڑا سا ٹکڑا توڑ کر نور الدین کے پیالے میں ڈال دیا اور کہنے لگا میرے آقا' اگر تو شراب کی تلخی سے ڈرتا ہے تو اب یہ میٹھی ہو گئی ہے پی جا۔ یہ سن کر نور الدین نے پیالہ اٹھایا اور پی گیا۔ اس کے بعد ایک تاجر زادے نے پیالہ بھرا اور کہا اے میرے آقا نور الدین میں تیرا غلام ہوں۔ اسی طرح دوسرا بولا کہ میں تیرے نوکروں میں سے ہوں'

تیسرا بولا کہ میری خاطر۔ چوتھے نے کھڑے ہو کر کہا اے میرے آقا نور الدین' میری دل شکنی نہ کر اسی طرح دسوں نوجوانوں نے نور الدین کو ایک ایک کرکے دس پیالے پلا دیئے' چونکہ نور الدین کے پیٹ میں اس دن سے پہلے کبھی شراب نہیں گئی تھی اس کا دماغ چکرانے لگا' اسے خوب نشہ ہو گیا' وہ اٹھ کھڑا ہوا' اس کی زبان موٹی پڑ گئی وہ کہنے لگا اے لوگو' تم خوب صورت ہو اور تمہاری باتیں پیاری ہیں اور یہ تمہاری جگہ خوبصورت ہے مگرایک عمدہ گانے کی کمی ہے۔ اگر شراب کے ساتھ گانا بجانا نہ ہو تو خالی پینا پلانا کس کام کا۔ یہ سن کر جوان باغبان اٹھا اور ایک سوداگر زادے کے ساتھ خچر پر چڑھ کر غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک مصری لڑکی لے کر لوٹا جو ایسی تھی جیسے دنبے کی موٹی تازی دم یا صاف چاندی یا سینی پر دینار یا جنگل میں غزال' اس کے چہرے کے آگے روشن سورج مات تھا' آنکھیں جادو بھری اوربھنویں جیسے کھنچی ہوئی کمانیں' رخسار گلابی' دانت موتیوں کی لڑی' ہونٹ قندکے' آنکھیں متوالی' سینہ ہاتھی دانت سا' کمر پتلی اور شکن دار' کولہے جیسے بھرے ہوئے تکیے۔ رانیں شاہی ستونوں کی مانند' الغرض وہ لڑکی ایسی تھی جیسے چودھویں رات کا چاند' اس کی پوشاک نیلی تھی' نقاب سبز اور چہرہ آن بان والا جسے دیکھ کر عقل دنگ ہو جائے اور سمجھ دار لوگ حیران رہ جائیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

ooo

• آٹھ سو سڑسٹھ ویں رات

آٹھ سو سڑسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- سوداگر نے لڑکی سے کہا اے حسینوں کی سرتاج' میں تجھے یہاں محض اس غرض سے لایا ہوں کہ تو اس خوبصورت نوجوان نور الدین کے ساتھ نشست و برخاست کرے کیونکہ آج پہلی بار ہمارے ہاں آیا ہے۔ لڑکی بولی کاش تو نے پہلے سے کہہ دیا ہوتا تاکہ میں اپنے ساتھ اور کچھ بھی لیتی آتی! باغبان نے کہا اے میری آقا' میں جا کر لئے آتا ہوں لڑکی بولی جیسی تیری مرضی۔ اس نے کہا مجھے کوئی نشانی دے دے' لڑکی نے اسے ایک رومال دے دیا۔ رومال لے کر وہ چل دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ سنہری رنگ کی ایک تھیلی لے کر لوٹا جو اطلس کی تھی جس پر سونے سے دو تصویریں کڑھی ہوئی تھیں۔ لڑکی نے تھیلی کو کھولا اس میں سے بتیس ٹکڑے لکڑی کے نکلے۔ اب اس نے ان ٹکڑوں کو آپس میں جوڑا او وہ ایک ایسی سارنگی بن گئی جیسی کہ ہندوستان والے بناتے ہیں۔
سارنگی جوڑ کر لڑکی اس پر ایسی جھکی جیسے ماں بچے پر اور اس پر اپنی انگلیاں چلانے لگی' سارنگی اپنی پرانی جگہوں کو یاد کرکے رونے لگی' اسے اس پانی کی یاد آئی جس نے اسے سینچا تھا' اس زمین کی جہاں وہ اگ کر بڑی ہوئی تھی' ان بڑھیوں کو جنھوں نے اسے کاٹا چھانٹا تھا' ان روغن سازوں کو جنھوں نے اس پر روغن چڑھایا تھا' ان تاجروں کو جو اسے لے کر آئے تھے اور ان کشتیوں کی جن پر وہ لد کر آئی تھی ان تمام باتوں کو یاد کرکے وہ گریہ زاری کرنے لگی۔ اس کے بعد لڑکی نے بجانا بند کردیا۔ پھر اسے دوبارہ اپنی گود میں رکھ کر اور کئی طرح کے راگ بجائے لڑکی کو گاتے بجاتے دیکھ کر نور الدین اسے محبت بھری نگاہ سے دیکھنے لگا گویا اس کا دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ ادھر لڑکی کا بھی یہی حال تھا کیونکہ جب اس نے تمام سوداگر زادوں کی طرف نظر کی تو وہ نور الدین کے سامنے ایسے معلوم ہوئے جیسے پرندے کے آگے تارے۔ وہ نہایت شیریں

گفتار، آن بان والا، سڈول بدن کا اور حسین و جمیل تھا۔ نسیم سے زیادہ لطیف اور تسنیم سے زیادہ رقیق۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

URDU4U.COM

○○○

• آٹھ سو اڑسٹھ ویں رات

آٹھ سو اڑسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- لڑکی کا گانا بجانا نور الدین کو بہت پسند آیااور نشے کے چڑھاؤ میں وہ اس کی تعریف کرنے لگا۔ نور الدین کے منہ سے اپنی تعریف سن کر لڑکی کی آنکھیں بھی محبت میں لڑکھڑانے لگیں' اس کا عشق دوبالا ہو گیا' اس کے حسن و جمال اور رعنائی و زیبائی کو دیکھ کر دنگ ہو گئی اور بے ساختہ سارنگی دوبارہ اپنی گود میں لے کر گانے بجانے لگی۔ نور الدین کو اس کی شیریں بیانی اور خوش سرائی پر نہایت تعجب ہوا' مارے محبت اور شوق کے اس کے ہوش جاتے رہے' صبر ہاتھ سے جاتا رہا اور وہ اس کی طرف جھکا اسے اپنے سینے سے لگا لیا لڑکی بھی اس سے لپٹ گئی اس کی پیشانی اور منہ چومنے لگی گویا ایک دوسرے کو چوم رہے تھے جو وہ کرتا وہ بھی کرتی تھی۔ یہاں تک کہ حاضرین مزے میں آ کر کھڑے ہو گئے اور نور الدین نے شرما کر ہاتھ کھینچ لیا۔ اس کے بعد لڑکی نے سارنگی کے مختلف راگ بجائے۔ نور الدین مارے خوشی کے سرتاپا اس کی طرف متوجہ ہو گیا' تعجب کے مارے اس کی عقل ٹھکانے نہ رہی' سارنگی لے کر وہ خود گانے بجانے لگا اور ایسا گایا بجایا کہ لڑکی دنگ ہو گئی۔ پھر لڑکی نے سارنگی لے کر گانا بجانا شروع کیا۔ بعدازاں نور الدین نے اور پھر لڑکی نے گایا بجایا اور نور الدین نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس کی تعریف پر لڑکی کو اتنی خوشی ہوئی کہ اس نے اپنا لباس اور گہنا اتار ڈالا اور اکڑوں بیٹھ کر اس کی پیشانی اور رخسار کے تل کو بوسے دینے لگی اور ساری چیزیں اس کے نذر کر دیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- # آٹھ سو انتروین رات

آٹھ سو انترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- لڑکی نے نور الدین کو ساری چیزیں دے کر کہا کہ ہدیہ' ہدیہ دینے والے کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔
URDU4U.COM
نور الدین نے اسے قبول کر لیا اور پھر واپس دے دیا۔ اس کے منہ' رخساروں اور آنکھوں کو بوسہ دیا جب یہ سب کچھ ختم ہو چکا' ہمیشہ قائم رہنے والی تو محض خدا کی ذات ہے جو مور اور الو دونوں کی رزاق ہے' تو نور الدین اٹھ کھڑا ہوا۔ لڑکی نے پوچھا اے میرے آقا' کہاں؟ اس نے جواب دیا اپنے باپ کے گھر۔ سوداگر زادوں نے اسے قسم دی کہ وہ ان کے ساتھ سوئے لیکن وہ نہ مانا اور اپنے خچر پر سوار ہو کر گھر چلا گیا۔
جب وہ گھر پہنچا تو اس کی ماں نے اس کے پاس آ کر پوچھا بیٹا' تو اب تک کہاں غائب رہا؟ خدا کی قسم تیرے غائب رہنے سے میں اور تیرا باپ دونوں پریشان تھے' ہمارا دل تجھ ہی میں لگا ہوا تھا۔ یہ کہتے ہوئے اس کی ماں آگے بڑھی کہ اس کے منہ کو بوسہ دے لیکن یہ دیکھ کر کہ اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہے کہنے لگی بیٹا' نماز اور عبادت کے بعد تو نے شراب پینی شروع کر دی اور خدا کی نافرمانی کرنے لگا۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اس کا باپ آ گیا اور نور الدین فرش پر گر کر سو گیا۔
باپ نے پوچھا کہ نور الدین کو کیا ہوا۔ اسے بھی نورالدین کے منہ سے شراب کی بو آنے لگی۔ تاج الدین شراب پینے والوں سے بہت نفرت کرتا تھا بولا بیٹا' بڑے افسوس کی بات ہے' کیا تو اس درجہ گر گیا کہ شراب پینے لگا؟ نور الدین نشے میں تو تھا ہی ہاتھ اٹھا کر اس کے طمانچہ ماردیا۔ خدا کا کرنا کہ طمانچہ اس کی داہنی آنکھ پر پڑا اور وہ پھوٹ گئی۔ تاج الدین غش کھا کر زمین پر گر پڑا لوگوں نے اس پر گلاب چھڑکا' ایک پہر کے بعد اسے ہوش آیا۔
ہوش آتے ہی وہ بیٹے کو مارنے چلا ماں نے اسے روک لیا۔ بیوی کے آڑے آ جانے

سے اس وقت تو تاج الدین رک گیا لیکن اس نے کہا کہ اگر کل سویرا ہوتے ہی اس کا داہنا ہاتھ نہ کاٹ ڈالوں تواس کی ماں کو طلاق۔ یہ سن کر بیوی بہت گھبرائی اور بیٹے کے متعلق ڈرنے لگی۔ بار بار میاں کے پاس جا کر سمجھاتی یہاں تک کہ وہ سو گیا۔ ماں نے چاند نکلنے کا انتظار کیا۔ جب چاند نکلا تو بیٹے کے پاس گئی۔ اس وقت اس کا نشہ اتر چکا تھا' ماں نے کہا اے نور الدین' یہ تو نے اپنے باپ کے ساتھ کیا حرکت کی۔ وہ بولا میں نے باپ کے ساتھ کیا کیا۔ ماں بولی تو نے اس کی دہنی آنکھ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ وہ پھوٹ گئی۔ اب اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر وہ کل صبح تیرا دہنا ہاتھ نہ کاٹ ڈالے تو مجھے طلاق ہے۔ نور الدین یہ سن کر سخت پشیمان ہوا لیکن• اب پشیمان ہونے سے کیا بنتا تھا۔ ماں نے کہا بیٹا' اب پشیمانی سے کوئی فائدہ نہیں' بہتر یہ ہے کہ تو فوراً اٹھ کر بھاگ جا اپنے آپ کو بچا اپنے جانے کی کسی کو خبر نہ کر۔ کسی اپنے دوست کے پاس جا کر چھپ رہ اور دیکھ کہ خدا کیا کرتا ہے کیونکہ وہ حالتیں بدلتا رہتا ہے۔ یہ کہہ کر اس کی ماں نے ایک صندوق کھولا اور اس میں سے سو دینار کا ایک توڑا نکال کر بیٹے سے کہا ان سے اپنا کام چلائیو اور جب یہ ختم ہو جائیں تو مجھے خبر بھیجنو۔ ممکن ہے کہ خدا تیری تقدیر میں خوشی لکھ دے اور تو گھر لوٹ آئے۔

یہ کہہ کرماں نے نور الدین کو رخصت کیا اور بلک بلک کر رونے لگی نور الدین توڑا لے کر باہر جانے والا ہی تھا کہ اس نے صندوق کے ایک کونے میں ایک اور توڑا دیکھا جس میں ایک ہزار دینار تھے جسے اس کی ماں بھول گئی تھی۔ نور الدین نے اسے بھی لے لیا اور دونوں کو کمر سے باندھ کر دن نکلتے نکلتے شہر سے نکل گیا اور بولاق کی طرف چل دیا۔ لوگ نماز پڑھنے اورکام پر جانے لگے تو وہ بولاق پہنچ چکاتھا۔ وہاں پہنچ کر وہ سمندر کے کنارے ٹہلنے لگا' اس کی نظر ایک کشتی پر پڑی جس کے بادبان اٹھے ہوئے تھے۔ لوگ اس میں آ جا رہے تھے چاروں لنگر زمین میں دھنسے ہوئے اور

URDU4U.COM

ملاح کھڑے ہوئے تھے نور الدین نے ان سے پوچھا تم کہاں جاتے ہو؟ وہ بولے اسکندریہ' نور الدین بولا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے چلو۔ وہ بولے اے حسین جوان' اہلاً سہلاً و مرحبا۔ نور الدین فوراً اٹھا اور بازار جا کر کھانا' بچھونا اور اوڑھنا غرض کہ جن جن چیزوں کی اسے ضرورت تھی لے آیا۔ جب وہ لوٹا تو کشتی لنگر اٹھانے والی تھی۔ نور الدین کشتی پر چڑھا ہی تھا کہ وہ چل دی اور چلتے چلتے رشید جا پہنچی۔ نور الدین نے دیکھا کہ ایک چھوٹی کشتی اسکندریہ جا رہی ہے وہ اس میں بیٹھ کر خلیج کے پار ہو گیا اور ایک پل کے پاس پہنچا جس کا نام قنطرہ الجامی تھا۔ وہاں نور الدین کشتی سے اترا اور باب السدرہ سے داخل ہوا' خدا نے اس کی پردہ پوشی کی اور جتنے لوگ دروازے پر کھڑے تھے ان میں سے کسی کی نظر اس پر نہیں پڑی اور نور الدین اسکندریہ میں داخل ہو گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # آٹھ سو سترویں رات

آٹھ سو سترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب نور الدین اسکندریہ میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کی شہر پناہ بڑی مضبوط ہے' سیر گاہیں خوش نما ہیں اور وہاں رہنے کو جی چاہتا ہے۔ سردیاں جا چکی ہیں' بہار کا موسم گلاب کے پھولوں کو لے آ گیا ہے کلیاں کھل رہی ہیں' درختوں پر جوبن ہے' پھل پک گئے ہیں اور نہریں ابل رہی ہیں' شہر نہایت خوب صورت ہے اور شہر والے بہترین لوگ۔
جب اس کا دروازہ بند ہو جاتا ہے تو لوگ محفوظ ہو جاتے ہیں۔ سیر کرتا نور الدین تاجروں کے بازار میں پہنچا وہاں سے صرافوں کے بازار میں اور وہاں سے عطر فروشوں کے بازار میں' شہر کو دیکھ کر نور الدین کی حیرت بڑھتی جاتی تھی کہ جیسا اس کا نام سنا تھا ویسا ہی پایا۔ وہ عطر فروشوں کی دکان سے گزر ہی رہا تھا کہ ایک بوڑھے نے اپنی دکان سے اتر کر اسے سلام کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا۔ نور الدین نے دیکھا کہ گلی صاف ستھری' پانی چھڑکا ہوا' ہوا ٹھنڈی' درختوں کے پتوں کا سایہ' اس گلی میں تین مکان ہیں جو مکان صدر میں ہے اس کی بنیاد بڑی مضبوط ہے اور دیواریں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ اس کے آگے کا چوک نہایت اجلا' پاکیزہ' آنے جانے والوں کو پھولوں کی خوشبو آ رہی ہے' گویا جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ چوک کے آگے مکان ڈیوڑھی تک مرمر کا فرش ہے۔ بوڑھا' نور الدین کو لئے ہوئے مکان کے اندر گیا اس کے آگے کھانا پیش کیا دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔
کھا پی چکے تو بوڑھے نے نور الدین سے پوچھا تو قاہرہ سے یہاں کب آیا؟ نور الدین نے جواب دیا چچا' آج ہی رات آیا ہوں۔ بوڑھا بولا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا علی نور الدین' بوڑھا کہنے لگا بیٹا نور الدین اگر تو یہاں رہ کر مجھ سے الگ رہا تو میری بیوی کو تین طلاقیں' میں تیرے رہنے کے لیے ایک الگ مکان دیئے دیتا ہوں۔ نور الدین نے کہا اے میرے آقا' بتا کہ تو ہے کون؟ بوڑھے نے کہا بیٹا' میں ایک بار قاہرہ

گیا تھا وہاں میں نے خرید و فروخت کی' اسی اثناء میں مجھے ایک ہزار دینار کی ضرورت پڑ گئی اور تیرے باپ تاج الدین نے بے اس کے کہ وہ مجھے جانتا ہو دینار تول کر دے دیئے۔ رسید تک نہ لی یہاں تک کہ میں اسکندریہ پہنچا اور ایک غلام کے ہاتھ وہ قرضہ اور اس کے ساتھ ایک ہدیہ تیرے باپ کے پاس بھیجا۔ میں نے تجھے بھی دیکھا تھا لیکن اس وقت تو بہت چھوٹا تھا۔ اگر خدا کو منظور ہے تو میں اس کے احسان کے بدلے میں تیرے ساتھ بھی کچھ احسان کروں گا۔ یہ سن کر نور الدین خوش ہو گیا اس کی باچھیں کھل گئیں' اس نے وہ توڑا نکالا جس میں ایک ہزار دینار تھے اور اسے بوڑھے کو دے کر کہا کہ اسے اپنے پاس بہ طور امانت کے رکھے' کچھ مدت کے بعد میں اس سے تجارت کروں گا۔ اس کے بعد نور الدین کئی دن تک اسکندریہ میں رہا' ہر روز وہاں کی گلیوں میں سیر کرتا' کھاتا پیتا اور مزے اڑاتا یہاں تک کہ وہ سو دینار جو وہ خرچ کے لئے لایا تھا ختم ہو گئے اور وہ بوڑھے عطر فروش کے پاس آیا تاکہ ایک ہزار دینار میں سے کچھ لے جائے اور خرچ کرے' لیکن اسے دکان پر نہ پایا بیٹھ کر واپس آنے کی راہ دیکھنے لگا۔ دائیں بائیں تاجروں کی چہل پہل دیکھنے میں مشغول ہو گیا۔

وہ اسی شغل میں تھا کہ ایک عجمی خچر پر سوار بازار میں آیا اس کے پیچھے ایک لڑکی تھی ایسی جیسے خالص چاندی یا حوض میں بلطیہ مچھلی یا جنگل میں غزال۔ اس کے چہرے کے آگے سورج مات تھا' آنکھیں جادو بھری تھیں' سینہ ہاتھی دانت کی تختی دانت موتی' کمر پتلی' اس کا حسن و جمال مکمل تھا اور قد و قامت سڈول' عجمی نے خچر سے اتر کر لڑکی کو اتارا۔ دلال کو آواز دی اور کہا کہ اس لڑکی کو لے جا کر بولی لگوا۔ دلال اسے لے جا کر بیچ بازار میں پہنچا۔ آبنوس کی ایک کرسی بچھائی جس پر ہاتھی دانت کا کام تھا۔ دلال نے لڑکی کو اس پر بٹھا دیا اور اس کی نقاب الٹ دی' اس کا چہرہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ویلمی ڈھال یا چمک دار تارہ' گویا وہ چودھویں رات کا چاند تھی' نہایت حسین' اب دلال نے تاجروں سے کہا کہ تم اس یگانہ موتی اور سونے کی چڑیا کی کیا

قیمت لگاتے ہو؟ ایک تاجر بولا سو دینار میں' میں لیتا ہوں' دوسرے نے دو سو دینار لگائے' تیسرے نے تین سو۔ اسی طرح لوگ بڑھا بڑھا کر بولیاں بولنے لگے یہاں تک کہ اس کی قیمت نو سو پچاس تک پہنچ گئی۔ یہ آخری بولی تھی اور اب محض ایجاب و قبول کی دیر تھی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• آٹھ سو اکہترویں رات

آٹھ سو اکہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا نیک نہاد بادشاہ ------ لڑکی کے نو سو پچاس دینار لگ چکے ہیں تو دلال نے اس کے مالک عجمی کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا بول' URDU4U.COM کیا تو ان داموں بیچنا چاہتا ہے؟ عجمی بولا کیا وہ راضی ہے؟ مجھے اس کی خاطر منظور ہے کیونکہ اس سفر میں اس نے میری بہت خدمت کی ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ اسے ایسے شخص کے ہاتھ بیچوں گا جسے وہ چاہے گی اب تو اسی سے مشورہ کر' اگر وہ کہے کہ بیچ ڈال تو بیچ ڈالیو اور اگر وہ کہے کہ نہ بیچ تو نہ بیچیو۔ یہ سن کر دلال لڑکی کے پاس گیا اور کہنے لگا اے حسینوں کی سرتاج' تیرا بکنا تیرے آقا نے تیری مرضی پر چھوڑ دیا ہے اور تیرے دام نو سو پچاس دینار تک پہنچ چکے ہیں کیا تیری اجازت ہے کہ میں تجھے بیچ دوں۔ کنیز بولی اس شخص کو مجھے دکھا دے جو مجھے خریدنا چاہتا ہے تاکہ بیع نامے سے پہلے میں اسے دیکھ لوں۔ دلال اسے ایک تاجر کے پاس لے گیا جو بے حد بوڑھا تھا۔ کنیز اس کی طرف تھوڑی دیر تک دیکھتی رہی اور پھر دلال سے کہنے لگی اے دلال' کیا تو پاگل ہو گیا ہے اور تیری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں؟ کیا خدا اس بات کی تجھے اجازت دے سکتا ہے کہ تو مجھ جیسی جوان کو اس بڈھے کھوسٹ کے ہاتھ بیچے!

وہ بوڑھا' تاجروں کا چودھری تھا اس نے کنیز کو اپنی شان میں یہ برے الفاظ کہتے سنا تو بے حد ناراض ہوا اور دلال سے بولا اے منحوس دلال' تو کس کم بخت کنیز کو بازار میں لے آیا ہے کہ وہ میرا مذاق اڑاتی اور تاجروں کے سامنے میری برائی کرتی ہے؟ دلال کنیز کو لے کر وہاں سے چل دیا اور اس سے کہا اے میری آقا' بے ادب نہ بن۔ جس بوڑھے کو تو برا بھلا کہتی ہے وہ بازار کا چودھری' محتسب اور تاجروں کا مشیر ہے۔

کنیز نے دلال سے کہا اے میرے آقا' واللہ میں اس کے ہاتھ بکنا نہیں چاہتی' مجھے کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ اگر وہ میرے سامنے شرمندہ ہو گا تو مجھے لے جا کر کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالے گا اور میں محض نوکرانی ہو کر رہ جاؤں گی۔ میں جانتی ہوں کہ اپنے بیچنے کی خود میں مختار ہوں۔ دلال اسے ایک اور بڑے تاجر کے پاس لے گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے کہا اے میری آقا' کیا میں تجھے اپنے آقا شریف الدین کے ہاتھ نو سو پچاس دینار میں بیچ سکتا ہوں؟ کنیز نے اس کی طرف نظر اٹھائی دیکھا وہ بھی بوڑھا ہے مگر اس کی داڑھی رنگی ہوئی ہے۔ لڑکی دلال سے کہنے لگی کیا تو دیوانہ ہے یا تیری عقل ماری گئی ہے تجھے بوڑھوں کے سوا کوئی جوان میسر نہیں' میں کباڑیے کی دکان کا مال تو نہیں کہ تو مجھے ایک بوڑھے سے' دوسرے بوڑھے کے پاس لے جا رہا ہے۔ دونوں کی مثال ایسی دیوار کی ہے جو گرنے والی ہو یا ایسے دیووں کی جنہیں ستاروں نے مار کر گرا دیا ہو۔ اور دوسرا بوڑھا تو مکار بھی ہے اس نے اپنے بڑھاپے کو کالا کر رکھا ہے اور داڑھی رنگ کر لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ لڑکی کی یہ باتیں سن کر خضاب والا بوڑھا بے حد ناراض ہوا اور دلال سے کہنے لگا اے منحوس ترین دلال' آج تو یہ کیسی رذیل کنیز لے کر بازار میں آیا ہے کہ وہ ایک ایک کرکے ہم سب پر فقرے کستی اور ہماری ہجو کرتی ہے؟ یہ کہہ کر تاجر دکان سے اترا اور دلال کے ایک طمانچہ مارا' دلال غصے میں آکر وہاں سے چل دیا۔ لڑکی اس کے ساتھ تھی اس سے کہا خدا کی قسم میں نے تجھ سے زیادہ بے شرم لڑکی نہیں دیکھی۔ تیری وجہ سے آج ہم دونوں کا رزق اٹھ گیا ہے اور سب تاجر مجھ سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ راستے میں ایک اور تاجر کی نظر ان پر پڑی۔ اس نے لڑکی کی قیمت میں دس دینار اور بڑھا دیئے' اس تاجر کا نام شہاب الدین تھا۔ دلال نے لڑکی سے پوچھا کیا تجھے بیچ سکتا ہوں؟ لڑکی بولی میں پہلے اسے ایک نظر دیکھنا اور اس سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں۔ اگر وہ چیز اس کے پاس ہوئی تو میں اس کے ہاتھ بک جاؤں گی ورنہ نہیں۔ دلال لڑکی کو چھوڑ کر تاجر کے پاس گیا اور بولا اے میرے آقا شہاب الدین' یہ لڑکی مجھ سے

کہتی ہے کہ وہ ایک چیز کے متعلق تجھ سے پوچھنا چاہتی ہے' اگر وہ تیرے پاس ہو گی تو وہ تیرے ہاتھ بک جائے گی لیکن تو سن چکا ہے کہ اس نے اور تاجروں سے کیا کہا ہے۔

URDU4U.COM

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## آٹھ سو بہترویں رات

آٹھ سو بہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- دلال نے تاجر سے کہا کہ تو سن چکا ہے کہ لڑکی نے دوسرے تاجروں سے کیا کہا ہے' واللہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں اسے تیرے پاس لایا تو کہیں وہ تیرے ساتھ بھی وہی حرکت نہ کرے جو اس نے تیرے پڑوسیوں کے ساتھ کی ہے اور مجھے تیرے آگے شرمندگی اٹھانا پڑے۔ تیری اجازت ہو تو میں اسے لے آؤں۔ تاجر بولا لے آؤ۔ دلال' کنیز کو لے آیا۔ کنیز نے اسے دیکھ کر پوچھا اے میرے آقا شہاب الدین' کیا تیرے گھر میں ایسے گول تکیے ہیں جن کے اندر گلہری کی کھال کے ٹکڑے بھرے ہوں؟ اس نے کہا ہاں اے حسینوں کی سرتاج' میرے گھر میں ایسے دس تکیے ہیں' لیکن خدا کے لئے بتا تو سہی کہ تو ان کا کیا کرے گی۔ لڑکی بولی کہ جب تو سو جائے گا تو میں انہیں تیرے منہ اور ناک میں ٹھونس دوں گی تا کہ تو مر جائے۔ یہ کہہ کر وہ دلال کی طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی اے منحوس ترین دلال کیا تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے کہ ایک پہر پہلے تو نے مجھے دو بوڑھوں کے آگے پیش کیا جن میں دو دو عیب تھے اور اب تو مجھے میرے آقا شہاب الدین کے آگے پیش کرتا ہے جس میں تین عیب ہیں' ایک تو وہ پستہ قد ہے دوسرے اس کی ناک بڑی ہے اور تیسرے اس کی داڑھی لمبی ہے۔ لڑکی کی یہ باتیں سن کر شہاب الدین دکان سے اترا دلال کا گریبان پکڑ لیا اور کہنے لگا اے منحوس ترین دلال! تو ایسی کنیز کو لے کر ہمارے پاس آیا جو ہمیں بدنام کرتی اور برا بھلا کہتی ہے۔ دلال کنیز کو لے کر وہاں سے بھی چل دیا اور اس سے کہنے لگا خدا کی قسم میں نے عمر بھر یہی پیشہ کیا ہے لیکن تو سب سے زیادہ بے ادب اور میرے لئے سب سے زیادہ منحوس نکلی۔ میری آج کی روزی تو نے برباد کر دی اور نفع میں مجھے ایک مکا ملا اور میرا گریبان پکڑا گیا۔

اس کے بعد دلال کنیز کو لے کر ایک اور تاجر کے پاس ٹھہرا جس کے پاس بہت سے کالے اور گورے غلام تھے اور اس سے کہنے لگا کہ کیا تو اس تاجر علاء الدین کے ہاتھ بکنا چاہتی ہے۔ کنیز نے دیکھا تو وہ کبڑا تھا۔ کہنے لگی ارے یہ تو کبڑا ہے۔ دلال اسے جلدی سے لے کر ایک اور تاجر کے پاس گیا اور پوچھا تجھے اس کے ہاتھ بیچوں؟ لڑکی نے دیکھا کہ وہ گنجا ہے' کہنے لگی تو مجھے اس گنجے کے ہاتھ کیوں کر بیچ سکتا ہے! پھر دلال اسے لے کر ایک لمبی داڑھی والے کے پاس پہنچا' کنیز نے اس پر مینڈھے کی پھبتی کسی کہ اس کی دم حلق میں آ کر نکلی ہے۔ تو نے سنا نہیں کہ لمبی داڑھی والا کم عقل ہوتا ہے اور داڑھی جتنی لمبی ہوتی جاتی ہے اتنی ہی عقل گھٹتی جاتی ہے۔ یہ بات تو دانش مندوں میں مشہور ہے اب دلال اسے لے کر مڑا۔ لڑکی نے پوچھا تو مجھے کہاں لئے جاتا ہے؟ دلال بولا تیرے آقا عجمی کے پاس جو آج تیرے سبب سے مجھ پر گزری وہ بہت کافی ہے' تیری بے ادبی کی وجہ سے میری اور اس کی روزی جاتی رہی۔ کنیز نے بازار میں دائیں بائیں اور آگے پیچھے نظر دوڑائی خدا کا کرنا کہ اس کی نظر نور الدین علی مصری پر جا پڑی اس نے دیکھا کہ وہ خوش رو جوان ہے' اس کے رخسار صاف ستھرے' قد سڈول ہے' عمر چودہ سال ہو گی' نہایت حسین و جمیل ہے' گویا چودھویں رات کا چاند' اس کی پیشانی بارونق' رخسار سرخ' گلا مرمر کی طرح' دانت جیسے ہیرے اور لعاب' شکر سے زیادہ میٹھا۔ اسے دیکھتے ہی لڑکی اس پر عاشق ہو گئی۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• آٹھ سو تہترویں رات

URDU4U.COM

آٹھ سو تہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- کنیز علی نور الدین کو دیکھتے ہی اس پر فدا ہو گئی اور دلال سے مخاطب ہو کر کہنے لگی' یہ نوجوان تاجر جو دوسرے تاجروں کے بیچ میں لمبی آستینوں کی مرزئی پہنے بیٹھا ہے کیا اس نے میرے دام بالکل نہیں بڑھائے؟ دلال نے جواب دیا اے حسینوں کی سرتاج' یہ نوجوان قاہرہ کا رہنے والا پردیسی ہے' اس کا باپ وہاں کے سارے تاجروں میں بڑا ہے۔ اسے یہاں آئے تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے اور وہ اپنے باپ کے ایک دوست کے ہاں ٹھہرا ہے اس نے تیرے دام نہ بڑھائے نہ گھٹائے۔ یہ سن کر کنیز نے اپنی انگلی سے یاقوت کی اک قیمتی انگوٹھی اتاری اور دلال سے کہا مجھے اس خوش رو جوان کے پاس لے چل اگر اس نے مجھے خرید لیا تو یہ انگوٹھی تیرا محنتانہ ہے۔ دلال خوش ہو گیا اور نورالدین کے پاس پہنچا۔ لڑکی نے اسے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا وہ گویا پورا چاند ہے۔ اس سے کہنے لگی اے میرے آقا' خدا کی قسم بتا کہ میں خوب صورت نہیں ہوں؟ اس نے کہا اے حسینوں کی سرتاج' دنیا میں تجھ سے زیادہ خوبصورت بھلا کوئی ہو سکتا ہے! کنیز نے کہا پھر یہ کیسے ہوا' تو نے دیکھا کہ تاجر میرے دام بڑھا رہے ہیں اور تو بالکل چپ رہا اور کچھ بھی نہ کہا' میرے داموں میں ایک دینار بھی نہ بڑھایا۔ اے میرے آقا! گویا میں تجھے بالکل پسند نہیں۔ اس نے کہا اے میری آقا' اگر میں اپنے وطن میں ہوتا تو میں اپنی ساری دولت دے کر تجھے خرید لیتا۔ لڑکی بولی میں تجھ سے یہ نہیں کہتی کہ تو مجھے خواہ مخواہ خرید لیکن اگر تو میرے دام بڑھاتا تو میرا دل خوش ہو جاتا خواہ تو مجھے نہ خریدتا لیکن تاجر کہتے ہیں کہ اگر یہ کنیز حسین نہ ہوتی تو یہ قاہرہ کا تاجر اس کے دام نہ بڑھاتا کیوں کہ قاہرہ والوں کو کنیزوں کی پرکھ ہے۔ کنیز کی یہ باتیں سن کر نور الدین شرما گیا۔ اس نے دلال سے پوچھا کہ اس کنیز کے دام کہاں تک

پہنچ چکے ہیں؟ دلال بولا کہ دلالی کے علاوہ نو سو پچاس دینار اور بادشاہ کا حق بیچنے والے پر ہے۔ نور الدین بولا کہ قیمت اور دلالی ملا کر اسے ایک ہزار دینار میں بیچ ڈال۔ کنیز دلال کو چھوڑ کر آگے بڑھی اور کہنے لگی میں اس خوش رو جان کے ہاتھ ایک ہزار دینار میں بک گئی۔

یہ سن کر نور الدین چپ ہو گیا۔ ایک بولا کہ ہم نے اسے بیچ ڈالا' دوسرے نے کہا کہ وہ اس لڑکی کا اہل ہے' تیسرا کہنے لگا کہ جو دام بڑھائے اور نہ خریدے اس پر لعنت اور اس کے باپ پر لعنت! چوتھا بولا کہ خدا کی قسم وہ ایک دوسرے کے لائق ہیں۔

نور الدین کو پتا بھی نہیں چلا کہ دلال قاضیوں اور گواہوں کو لے آیا۔ انہوں نے بیع نامہ لکھ کر نور الدین کے حوالے کیا اور دلال نے کہا کہ کنیز کو لے' خدا اسے تیرے لئے مبارک کرے! وہ سوائے تیرے اور کسی کے لائق نہیں اور تو سوائے اس کے اور کسی کے لائق نہیں۔ تاجروں کی شرم کے مارے نور الدین فوراً اٹھا اور ایک ہزار دینار لا کر جو اس نے امانتہً عطر فروش کے پاس رکھ چھوڑے تھے تول دیئے اور کنیز کو لے کر اس مکان میں گیا۔ جہاں عطر فروش بوڑھے نے اسے ٹھہرایا تھا۔ جب لڑکی مکان میں داخل ہوئی تو اس نے وہاں پھٹا ہوا فرش اور پرانا قالین دیکھا۔ کہنے لگی اے میرے آقا! کیا میری قدر تیرے دل میں بالکل نہیں اور کیا میں اس قابل نہیں کہ تو مجھے اپنے خاص گھر میں لے چلے جہاں تیرا سامان ہے؟ تو نے مجھے اپنے باپ کے گھر لا کر کیوں اتارا؟ نور الدین نے کہا اے حسینوں کی سرتاج! میں اسی مکان میں رہتا ہوں' اس کا مالک ایک عطر فروش بوڑھا ہے جو اسی شہر کا رہنے والا ہے اس نے مجھے یہ مکان رہنے کے لئے دے رکھا ہے۔ میں نے کہا نہ تھا کہ میں پردیسی قاہرہ کا رہنے والا ہوں۔ لڑکی بولی اے میرے آقا! وطن جانے سے پہلے ہمارے لئے چھوٹے سے چھوٹا مکان بھی کافی ہے لیکن اے میرے آقا! خدا کے لئے جا کر کچھ بھنا ہوا گوشت' شراب' خشک میوہ اور تازے پھل لے آ نور الدین نے کہا اے حسینوں کی سرتاج! خدا کی قسم میرے پاس وہی ایک ہزار دینار تھے جو میں نے تول کر تیری قیمت میں دے دیئے ان

© Urdu4U.com

کے بعد اب میرے پاس کچھ نہیں اور جو چند درہم تھے بھی وہ کل تک خرچ ہو چکے۔
لڑکی نے کہا کیا اس شہر میں تیرا کوئی دوست نہیں جس سے تو پچاس درہم قرض لے آئے تا کہ میں ان کا مصرف بتاؤں؟ اس نے جواب دیا کہ سوائے عطر فروش کے میرا کوئی دوست نہیں۔ یہ کہہ کر وہ عطر فروش کے پاس گیا اور کہا چچا! السلام علیک' اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا بیٹا! تو نے آج ایک ہزار دینار میں کیا خریدا ہے؟ نور الدین نے جواب دیا ایک کنیز' عطر فروش نے کہا بیٹا' کیا تیرا سر پھر گیا ہے کہ تو نے ایک ہزار دینار میں ایک کنیز خریدی؟ نہ معلوم وہ کیسی کنیز ہو گی نور الدین نے کہا چچا' وہ ایک فرنگن کنیز ہے۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• آٹھ سو چوہترویں رات

آٹھ سو چوہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ نور الدین نے بوڑھے عطر فروش سے کہا وہ ایک فرنگن کنیز ہے۔ بوڑھا بولا بیٹا' اس شہر میں بہترین
URDU4U.COM
فرنگنوں کی قیمت سو دینار ہے' بیٹا اس میں کسی نے تیرے ساتھ چال چلی ہے۔ اگر وہ تجھے پسند ہے تو آج رات کو اس کے ساتھ سو اور اس سے اپنا مطلب نکال کر صبح اسے بازار میں بیچ ڈالیو' خواہ اس میں تجھے دو سو دینار کا ٹوٹا ہی کیوں نہ ہو اور سمجھ لیجیو کہ وہ پانی میں گر پڑے یا ڈاکو راہ سے لے اڑے۔ نور الدین نے کہا تو ٹھیک کہتا ہے لیکن چچا' تو جانتا ہے کہ میرے پاس وہی ہزار دینار تھے جن سے میں نے کنیز خرید کی اور اب میرے پاس خرچ کرنے کے لئے ایک درہم تک نہیں۔ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے پچاس درہم ادھار دے دے تاکہ کل تک خرچ چلے' کل میں کنیز کو بیچ کر اس کے داموں میں تیرا قرضہ ادا کر دوں گا۔ بوڑھے نے پچاس درہم تول کر دے دیئے اور کہا بیٹا' تو ابھی کم سن ہے اور یہ کنیز خوب صورت' اگر تیرا دل پھنس گیا تو اس کا بیچنا تیرے لئے آسان نہ ہو گا اور تیرے پاس خرچ کرنے کے لئے دام نہیں۔ جب یہ پچاس درہم ختم ہو جائیں گے تو تو پھر میرے پاس آئے گا اور میں ایک بار دوں گا دو بار دوں گا تین بار دوں گا دس بار دوں گا اور تو پھر میرے پاس آئے گا تو میں تیرے شرعی سلام کا جواب بھی نہ دوں گا اور جو محبت مجھے تیرے باپ سے ہے وہ بھی اکارت جائے گی یہ کہہ کر بوڑھے نے اسے پچاس درہم دے دیئے اور وہ انہیں لے کر کنیز کے پاس آیا کنیز نے کہا اے میرے آقا ابھی بازار جا کر میرے لئے بیس درہم کا ریشم لے آ جو پانچ مختلف رنگوں کا ہو اور باقی تیس درہم کا گوشت' روٹی' پھل' شراب اور عطر۔

نور الدین بازار جا کر وہ تمام چیزیں خرید لایا جو لڑکی نے کہی تھیں۔ لڑکی نے فوراً آستینیں

چڑھا لیں‘ خوب اچھی طرح سالن پکایااس کے آگے لا رکھا اور دونوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اس کے بعد وہ شراب لائی اور دونوں نے پی لڑکی اسے برابر پلاتی جاتی اور پیار کی باتیں کرتی جاتی یہاں تک کہ وہ نشے میں آ کر سو گیا۔ اب لڑکی نے اٹھ کر اپنے بقچے میں سے ایک طائفی چمڑے کی تھیلی نکالی تھیلی میں سے دو بننے کی سوئیاں اور بننے لگی۔ تھوڑی دی میں ایک پٹی بن کر تیار کر دی۔ اسے صاف کر کے استری کی اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر تکیے کے نیچے رکھ دی پھراس نے اٹھ کر اپنے کپڑے اتارے اورنور الدین کے پاس لیٹ کر اسے دابنے لگی یہاں تک کہ اس کی آنکھ کھل گئی اس نے دیکھا کہ اس کے پہلو میں ایک لڑکی ہے گویا وہ خالص چاندی ہے ریشم سے زیادہ نرم اور دبنے کی دم سے زیادہ ترو تازہ‘ میانہ قد‘ سینہ ابھرا ہوا‘ بھنویں جیسے کھنچی ہوئی کمانیں‘ آنکھیں غزالوں کی سی اور رخسار شقائق النعمان جیسے۔ نور الدین نے اسے دیکھ کر فوراً سینے سے لگا لیا پہلے نیچے کا ہونٹ چوسا پھر اوپر کا اور پھر اس کی بکارت زائل کرکے اس طرح اس کے بوسے لینے لگا جیسے پانی میں سنگریزے گرتے ہوں کیونکہ نور الدین کو تمنا تھی کہ وہ اس حور کو گلے سے لگائے اور اس کے ہونٹ چوسے‘ بال کھولے‘ کمر میں ہاتھ ڈالے اور رخسار کاٹے۔ اس کے بعد نور الدین اور کنیز بڑے مزے سے صبح تک سوتے رہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

- آٹھ سو پچھترویں رات

URDU4U.COM

آٹھ سو پچھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- نور الدین اور کنیز بڑے مزے سے صبح تک سوتے رہے' صبح ہوئی اور دن چڑھا تو نور الدین جاگا دیکھا کہ وہ پانی لائی ہے دونوں نے غسل کیا اور نور الدین نے نماز پڑھی' لڑکی ناشتہ لائی اس نے کھایا پیا۔ اس کے بعد لڑکی نے تکیے کے نیچے ہاتھ بڑھا کر وہ پٹی نکالی جو اس نے رات کو بنائی تھی اور نور الدین کو دے کر کہا اے میرے آقا' یہ پٹی لے اس نے پوچھا یہ پٹی کہاں سے آئی؟ لڑکی نے کہا اے میرے آقا یہ اسی ریشم کی ہے جو تو نے کل بیس درہم میں خریدا تھا۔ اسے لے کر عجمی بازار میں جا' دلال کو دے کر کہیو کہ لوگ اس پر بولی بولیں اور اس وقت تک نہ بیچیو جب تک دلالی نکال کر پورے بیس دینار تجھے نہ ملیں۔ نور الدین نے کہا اے حسینوں کی سرتاج' بیس درہم کی چیز تھی جو ایک رات میں بن گئی ہو کہیں بیس دینار میں بکی ہے! لڑکی نے کہا اے میرے آقا' تجھے اس کی قیمت کی خبر نہیں تو اسے بازار لے جا کر دے تو سہی' جب تو آواز لگائے گا تو تجھے اس کی قیمت معلوم ہو جائے گی۔ نور الدین پٹی کو لے کر عجمی بازار میں گیا اور اسے دلال کو دے کر کہا اس پر آواز لگا۔ نور الدین ایک دکان کی چوکی پر بیٹھ گیا اور دلال پٹی لے کر چل دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے نو الدین کے پاس آ کر کہا اے میرے آقا' چل کر اپنی پٹی کی قیمت لے لے' اس کی قیمت بے دلالی کاٹے بیس دینار تک پہنچ گئی ہے۔ دلال کی باتیں سن کر نور الدین کو بڑا اچنبھا ہوا وہ مارے خوشی کے وجد کرنے لگا اور جا کر بیس دینار لے آیا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ حقیقت ہے یا دھوکہ۔ دینار لے کر اس نے سب کا رنگ برنگ ریشم لے لیا۔ تاکہ لڑکی ان سب کی پٹیاں بنا ڈالے۔ اب نور الدین نے گھر

جا کر لڑکی کو سارا ریشم دے دیا اور کہا کہ ان سب کی پٹیاں بنا ڈال بلکہ مجھے بھی سکھا دے تا کہ میں بھی تیرے ساتھ بیٹھ کر بناؤں' عمر بھر اس صنعت سے بہتر صنعت میری نظر سے نہیں گزری اور نہ اس سے زیادہ فائدہ مند۔ تجارت کرنے سے یہ ہزار درجے بہتر ہے اس کی باتیں سن کر لڑکی ہنس پڑی اور کہنے لگی اے میرے آقا نورالدین اپنے دوست عطر فروش کے پاس جا کر بیس درہم اور قرض لے اور کل پٹی کی قیمت میں سے یہ تیس اور پہلے کے پچاس درہم ادا کر دیجیو۔ نور الدین نے عطر فروش کے پاس جا کر کہا چچا' تیس درہم اور مجھے دے دے اگر خدا کو منظور ہے تو میں کل تمام اسی درہم لا کر تجھے دے دوں گا۔ عطر فروش نے تیس درہم لا کر تول کر دیئے۔

نور الدین انہیں لے کر بازار گیا اور کل کی طرح گوشت روٹی' خشک اور ترمیوہ اور عطر خرید کر لڑکی کے پاس لے آیا۔ اس لڑکی کو پٹی والی مریم کہتے تھے۔ گوشت لے کر اس نے فوراً پکایا اور عمدہ کھانا تیار کرکے اسے اپنے آقا نور الدین کے آگے لا رکھا۔

اس کے بعد اس نے شراب کا دسترخوان بچھایا دونوں نے شراب پی' لڑکی بھر بھر کر اسے پلاتی جاتی وہ اسے پلاتا جاتا اور دونوں ایک دوسرے سے باتیں چیتیں کرتے جاتے لڑکی اسے پیالہ دیتی اور کہتی اسے بھر کر مجھے پلا اور جب وہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتا تو وہ شرارت سے ہٹ جاتی۔ نشے کی وجہ سے اس کا حسن و جمال دوبالا ہو گیا تھا' اسی حالت میں نور الدین نشے میں آ کر سو گیا اور لڑکی اٹھ کر دستور کے مطابق پٹی بننے کے کام میں لگ گئی جب وہ بن چکی تو اس نے اسے ٹھیک ٹھاک کرکے ایک کاغذ میں لپیٹ دیا اور اپنے کپڑے اتار کرنور الدین کے پہلو میں جا لیٹی اور سویرے تک سوتی رہی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

آٹھ سو چھترویں رات

آٹھ سو چھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ پٹی والی مریم نے پٹی بناکے ٹھیک ٹھاک کر ایک کاغذ میں لپیٹ دیا اور صبح تک نور الدین کے ساتھ سوتی رہی۔ جب نور الدین سو کر اٹھا اور اپنی ضروریات سے فارغ ہو چکا تو لڑکی نے اسے پٹی دی اور کہا اسے کل کی طرح بیس دینار میں بیچ آ۔ وہ اسے لے کر بازار گیا اور بیس دینار میں بیچ' عطر فروش کے اسی درہم ادا کر آیا۔ اس کی عنایت کا شکریہ ادا کیا اور اسے دعا دی۔ اس نے کہا بیٹا' کیا تو کنیز کو بیچ آیا؟ نور الدین بولا تو مجھے بددعا دیتا ہے' میں کس طرح روح کو جسم سے نکال کر بیچ سکتا ہوں! یہ کہہ کر اس نے شروع سے لے کر آخر تک سارا ماجرا کہہ سنایا بوڑھا عطر فروش بے حد خوش ہوا اور کہنے لگا بیٹا خدا کی قسم تو نے مجھے دل سے شاد کر دیا' خدا نے چاہا تو تو ہمیشہ خیر و عافیت سے رہے گا۔ تیرے باپ کی محبت کی وجہ سے میں ہمیشہ تیری بھلائی چاہتا ہوں۔ بوڑھے عطر فروش کے پاس سے رخصت ہو کر نور الدین فوراً بازار گیا اور دستور کے موافق گوشت' میوے' شراب اور دوسری ضروری چیزیں مول لے کر لڑکی کے پاس آیا۔ غرض کہ ایک سال تک دونوں اسی عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتے رہے' لڑکی ہر رات ایک پٹی بناتی اور نور الدین صبح ہوتے ہی اسے بیس دینار میں بیچ آتا اور ضرورت کے مطابق اس میں سے خرچ کرتا۔ باقی لڑکی کے پاس اٹھا رکھتا تاکہ ضرورت کے وقت کام آئے۔

ایک سال گزر گیا تو لڑکی نے کہا اے میرے آقا نو الدین' کل جب تو پٹی بیچ چکے تو اس کے داموں میں چھ رنگ کا ریشم الگ لیتا آئیو۔ میرے داغ میں یہ خیال آیا ہے کہ میں تیرے لئے ایک رومال بنوں جسے تو اپنے کندھے پر ڈالا کرے۔ ایسے رومال کی خوشی تاجر زادوں کو تو درکنار شاہ زادوں کو بھی نصیب نہ ہوئی ہو گی۔ نور الدین نے

بازار جا کر پٹی بیچی اور جس جس رنگ کا ریشم لڑکی نے کہا تھا خرید کر اس کے پاس لے آیا۔ مریم زناریہ ایک ہفتے تک اس کے بننے میں مشغول رہی۔ آخر اس نے رومال تیار کرکے نور الدین کو دے دیا' جب کبھی وہ اسے کندھے پر ڈال کر بازار میں نکلتا تو تاجر راہ چلتے اور شہر کے بڑے لوگ صف باندھ کرکھڑے ہو جاتے تاکہ اس رومال کا تماشہ دیکھیں ایک رات جبکہ نور الدین سو رہا تھا اس کی آنکھ کھل گئی دیکھا کہ لڑکی بلک بلک کر رو رہی ہے اس نے پوچھا اے میری آقا مریم تو کیوں رو رہی ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ جدائی کے صدمے سے۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ جدائی ہونے والی ہے۔ نور الدین نے کہا اے حسینوں کی سرتاج' کون ہے جو ہمیں جدا کر سکتا ہے کیونکہ میں تجھے ساری دنیا سے پیارا ہوں! لڑکی بولی میرا خیال اس سے بھی زیادہ ہے لیکن خوشی میں محو ہو جانا انسان کو ایک روز دکھ دکھاتا ہے۔ اے میرے آقا نور الدین' اگر تیری یہ تمنا ہے کہ جدائی نہ ہو تو ایک فرنگی سے بچ کر رہیو جو دائیں آنکھ سے کانا اور بائیں پاؤں سے لنگڑا ہے' گندہ رنگ داڑھی بھری ہوئی۔ وہی ہماری جدائی کا سبب ہو گا۔ میں نے اسے اس شہر میں آتے دیکھا ہے میرا خیال ہے کہ وہ میری ہی تلاش میں آیا ہو گا۔ نور الدین نے کہا اے حسینوں کی سرتاج' اگر میری نظر اس پر پڑ گئی تو میں اسے قتل کر دوں گا تاکہ لوگ عبرت پکڑیں۔ مریم بولی اے میرے آقا' نہ قتل کیجئو نہ اسے منہ لگائیو نہ اس سے لین دین کیجئو نہ کوئی معاملہ رکھیو نہ اس کے پاس بیٹھیو نہ اس کے ساتھ چلیو اور نہ اس سے کوئی بات کیجئو بلکہ شرعی جواب تک نہ دیجیو' اب خدا سے دعا کر کہ وہ ہمیں اس کی برائی اور مکر سے بچائے۔

دن نکلا تو نور الدین پٹی لے کر بازار گیا اور ایک دکان کے چبوترے پر بیٹھ کر تاجرزادوں سے باتیں کرنے لگا اتنے میں اسے نیند کا ایک جھونکا آیا اور وہ وہیں چبوترے پر سو گیا۔ اسی وقت اتفاق سے فرنگی سات اور فرنگیوں کو لئے ادھر سے گزرا' دیکھا کہ نور الدین رومال سے منہ ڈھانکے دکان کے چبوترے پر سو رہا ہے اور اس کا کنارہ اس کے

ہاتھ میں ہے۔ فرنگی اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور رومال کا ایک کونہ پکڑ کر اسے دیر تک الٹتا پلٹتا رہا آہٹ سے نور الدین جاگ اٹھا دیکھا کہ وہی فرنگی جس کا ذکر لڑکی نے کیا تھا اس کے سرہانے بیٹھا ہے نور الدین نے اس زور سے اسے ڈانٹا کہ وہ سہم گیا۔ فرنگی بولا تو ہمیں کیوں ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے؟ کیا ہم نے تیری کوئی چیز لے لی ہے؟ نور الدین نے کہا اے ملعون خدا کی قسم اگر تو نے میری کوئی چیز لے لی ہوتی تو میں تجھے والی کے پاس لے جاتا۔ بولا اے مسلمان! تجھے اپنے دین ایمان کی قسم بتا کہ یہ رومال تجھے کہاں سے ملا؟ نور الدین نے کہا یہ میری ماں نے بنایا ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

URDU4U.COM

- آٹھ سو سترویں رات

آٹھ سو سترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ فرنگی نے نور الدین سے پوچھا کہ رومال کس نے بنایا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میری ماں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ فرنگی نے کہا اسے میرے ہاتھ بیچ ڈال اور مجھ سے دام لے لے۔ نور الدین بولا اے ملعون' خدا کی قسم نہ اسے میں تیرے ہاتھ بیچوں گا نہ کسی اور کے ہاتھ ماں نے یہی ایک رومال بنایا ہے اور وہ بھی میرے نام پر۔ فرنگی نے کہا مرے ہاتھ بیچ ڈال میں ابھی اس کی قیمت پانچ سو دینار ادا کئے دیتا ہوں تو جا کر اپنی ماں سے اس سے بہتر بنوا لیجیو۔ نور الدین بولا میں اسے ہرگز نہیں بیچ سکتا کیونکہ اس کا جواب شہر بھر میں نہیں۔ فرنگی نے کہا اے میرے آقا کیا تو خالص سونے کے چھ سو دینار میں بھی نہ بیچے گا؟ فرنگی اسی طرح سو سو دینار بڑھاتا رہا یہاں تک کہ نو سو دینار لگا دیئے۔ نور الدین بولا کہ بے اس کے بکے خدا میری حاجت روائی کرے گا' میں اسے ہرگز ہرگز نہیں بیچوں گا خواہ تو دو ہزار دینار ہی کیوں نہ لگائے۔ فرنگی نور الدین کو لالچ دلاتا دلاتا ایک ہزار تک پہنچ گیا چند تاجر بولے کہ ہم تیرے ہاتھ یہ رومال بیچتے ہیں' لا دام نکال۔ نور الدین بولا خدا کی قسم میں تو نہیں بیچوں گا۔ ایک تاجر نے کہا بیٹا' اس رومال کی قیمت زیادہ سے زیادہ سو دینار ہو سکتی ہے بشرطیکہ کوئی قدردان مل جائے اور وہ زیادہ سے زیادہ دینے کے لئے بھی تیار ہو' یہ فرنگی تو تجھے ایک ہزار دینار دے رہا ہے' اس میں تجھے نو سو دینار کا فائدہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چاہتا ہے؟ میری رائے میں تو اس رومال کو ایک ہزار میں بیچ ڈال اور جس نے یہ رومال بنایا ہے ایسا ہی اس سے دوسرا بنوا لے یا اس سے بھی اچھا اور اس ملعون دین کے دشمن سے ایک ہزار دینار کھرے کر لے۔ تاجروں کی شرم کے مارے نور الدین نے وہ رومال فرنگی کے ہاتھ ایک ہزار دینار میں بیچ ڈالا اور فرنگی نے سب کے سامنے دام نکال کر

دے دیئے۔ نور الدین چاہتا ہی تھا کہ مریم کے پاس جا کر اسے فرنگی کا ماجرا سنائے کہ فرنگی نے کہا اے تاجرو' نور الدین کو ابھی جانے نہ دینا' تو اور وہ سب آج رات میرے مہمان ہو' میرے پاس پرانی رومی شراب کا ایک پیپا ہے' ایک موٹا تازہ دنبہ' خشک اور تر میوے اور خوشبوئیں۔ آج رات کے لئے تم سب میری دعوت قبول کرو' ایسا نہ ہو کہ تم میں سے ایک بھی رہ جائے۔ تاجروں نے کہا اے ہمارے آقا نور الدین ایسی دعوت میں ہماری خواہش ہے کہ تو بھی ہمارے ساتھ ہو تا کہ ہم باتیں کر سکیں۔ مہربانی کرکے ہمارے ساتھ چل اس فرنگی نے ہم سب کو دعوت دی ہے۔ اور وہ بڑا سخی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اسے طلاق کی قسم دے کر کہا کہ گھر نہ جا' اور انہوں نے اپنی دکانیں بند کرکے نور الدین کو ساتھ لیا اور فرنگی کے ساتھ چل کھڑے ہوئے اور اس کے ہاں ایک کمرے میں پہنچے جو صاف ستھرا اور بڑا تھا جس کے اندر دو چبوترے تھے۔ فرنگی نے انہیں وہاں بٹھایا ان کے آگے ایک عجیب و غریب کاری گری کا دستر خوان بچھایا جس میں فاتح اور مفتوح' عاشق اور معشوق' بھیک مانگنے والے اور دینے والے کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اس دستر خوان پر فرنگی نے چینی اور بلور کے عمدہ عمدہ برتن رکھے جن میں نفیس نفیس میوے اور خوشبوئیں تھیں۔ ایک پیپا پرانی رومی شراب کا لے آیا اور موٹی تازی بھیڑ کے ذبح کرنے کا حکم دیا' وہ آگ جلا کو گوشت بھونتا' تاجروں کو کھلاتا' اس کے ساتھ شراب پلاتا جاتا اوراس سے اشارے سے کہتا جاتا کہ نور الدین کو بھی پلاؤ۔ تاجر اسے خوب شراب پلاتے رہے یہاں تک کہ نور الدین مست ہو گیا۔ جب فرنگی نے دیکھا کہ وہ نشے میں چور ہے تو اس سے کہنے لگا اے میرے آقا نور الدین آج رات تو نے ہمیں بہت خوش کیا' مرحبا مرحبا!

اسی طرح فرنگی اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا رہا اور اس کے پہلو میں بیٹھ کر تھوڑی دیر تک اسے اپنی باتوں میں محو رکھا پھر کہنے لگا اے میرے آقا نور الدین کیا تو وہ کنیز میرے ہاتھ بیچنا چاہتا ہے جسے تو نے ایک سال ہوا کہ انہیں تاجروں کے سامنے ایک

ہزار دینار میں خریدا تھا؟ میں اس کی قیمت پانچ ہزار دینار دینے کو تیار ہوں یعنی چار ہزار زیادہ۔ نور الدین نے انکار کردیا۔ لیکن فرنگی اسے برابر کھلاتا پلاتا رہا یہاں تک کہ

URDU4U.COM

دس ہزار تک دام لگا دیئے۔ نور الدین نشے میں تو تھا ہی تاجروں کے سامنے بول اٹھا کہ ہاں بیچتا ہوں لا دس ہزار یہ سن کر فرنگی خوش ہو گیا اور تاجروں سے کہا گواہ رہنا۔ رات بھر اسی طرح کھانا پینا' ہنسی مذاق رہا اور جب صبح ہوئی تو فرنگی نے غلاموں کو بلا کر کہا کہ دینار لاؤ۔ وہ لائے تو اس نے دس ہزار دینار گن کر اسے نقد دے دیئے اور کہا اے میرے آقا نور الدین یہ دینار اپنی تحویل میں لے' یہ تیری اس کنیز کی قیمت ہے جو تو نے رات ان مسلمان تاجروں کے سامنے میرے ہاتھ بیچی ہے۔ نور الدین بولا' اے ملعون میں نے تیرے ہاتھ کچھ نہیں بیچا تو مجھ پر بہتان لگاتا ہے' میرے پاس کنیزیں کہاں سے آئیں! فرنگی نے کہا تو نے واقعی کنیز میرے ہاتھ بیچی ہے اور اس سودے کے یہ تاجر گواہ ہیں۔ تمام تاجروں نے کہا' ہاں اے نور الدین تو نے ہمارے سامنے اپنی کنیز کو بیچا ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو نے کنیز کو اس کے ہاتھ دس ہزار دینار میں فروخت کر دیا ہے۔ اٹھ اور دام لے کر کنیز کو اس کے حوالے کر دے' خدا اس کے بدلے اس سے بہتر تجھے دے گا۔ اے نور الدین یہ کیا برا سودا ہے کہ تو نے ایک کنیز ایک ہزار دینار میں مول لی۔ ڈیڑھ سال تک اس کے حسن و جمال کا مزا اڑایا دن رات اس کی صحبت میں حظ اٹھاتا اور وصال کا شربت پیتا رہا ہے! اور پھر اس کی اصلی قیمت پر نو ہزار دینار کا فائدہ مل رہا ہے! علاوہ بریں ہر روز تیرے لئے ایک پٹی بناتی تھی جسے تو بیس دینار میں بیچتا تھا۔ ان تمام باتوں کے بعد بھی تو بیچنا پسند نہیں کرتا اور فائدے کو حقیر سمجھتا ہے اس فائدے سے بڑھ کر آخر کیا فائدہ ہو سکتا ہے اور اس لین دین سے زیادہ اور کون سا لین دین ہے! مانا کہ تجھے اس سے محبت تھی لیکن اس مدت میں اس سے سیر ہو چکا ہو گا تو ہم اپنی کسی بیٹی سے تیری شادی کر دیں گے اور اس کے آدھے سے کم مہر لیں گے باقی آدھے تیرے پاس بطور پونجی کے رہیں گے اور وہ لڑکی بھی اس سے زیادہ حسین ہو گی۔

غرض کہ تاجر نور الدین کے ساتھ نرمی سے باتیں کرتے اور اسے پھسلاتے رہے یہاں تک کہ اس نے کنیز کے بدلے دس ہزار دینار لے لئے۔ فرنگی نے فوراً قاضیوں اور گواہوں کو بلوایا۔ انہوں نے نور الدین کی طرف سے اس کنیز کا بیع نامہ لکھ دیا جس کا نام مریم زناریہ تھا۔ ادھر تو نور الدین پر یہ گزر رہی تھی ادھر مریم زناریہ دن بھر بیٹھی شام تک اپنے آقا کا انتظار کرتی رہی پھر شام سے لے کر آدھی رات تک اور بہت پریشان ہوئی اور رونے لگی۔ اس کے رونے کی آواز بوڑھے عطر فروش کے کان میں پڑی تو اس نے اپنی بیوی کو اس کے پاس بھیجا۔ بیوی نے جا کر دیکھا کہ وہ رو رہی ہے۔ وہ کہنے لگی اے میری آقا تو کیوں رو رہی ہے؟ لڑکی بولی اماں' میں بیٹھی اپنے آقا نور الدین کی راہ دیکھ رہی ہوں لیکن وہ ابھی تک لوٹ کر نہیں آیا' مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری خاطر کسی نے اس پر کوئی چال نہ چلی ہو اور اس نے دھوکے میں آ کر مجھے بیچ نہ ڈالا ہو۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## آٹھ سو اناہترویں رات

آٹھ سو اناہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- مریم نے عطر فروش کی بیوی سے کہا کہ کہیں اس نے دھوکے میں آ کر مجھے بیچ نہ ڈالا ہو۔ عطر
URDU4U.COM
فروش کی بیوی بولی اے میری مریم آقا! اسے تو تجھ سے اتنا پیار ہے کہ اگر کوئی اسے اتنا سونا دے کہ یہ کوٹھڑی بھر جائے پھر بھی وہ تجھے نہیں بیچے۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ قاہرہ سے اس کے والدین کے پاس سے آئے ہوں اور اس نے ان کی دعوت وہیں کر دی ہو جہاں وہ اترے ہوں اور انہیں یہاں لانے سے وہ شرماتا ہو کیونکہ یہ مکان ان کے لئے چھوٹا ہے' یا وہ کم درجے کے لوگ ہوں جنہیں وہ گھر میں لانا مناسب نہ سمجھتا یا تیرا حال ان سے چھپانا چاہتا ہو اور رات کو انہی کے پاس رہ گیا ہو۔ خدا نے چاہا تو کل وہ بہ خیریت یہاں آ جائے گا۔ اے میری آقا تو بالکل رنج نہ کر' اس کے نہ آنے کا یہی سبب ہو گا۔ میں آج رات تیرے پاس سوؤں گی اور تیرے آقا کے آنے تک تجھے تسلی دوں گی۔ اس کے بعد عطر فروش کی بیوی مریم کے ساتھ ہنسی مذاق کرتی اور اسے تسلی دیتی رہی یہاں تک کہ رات ختم ہو گئی صبح ہوتے مریم نے دیکھا کہ نور الدین گلی میں داخل ہوا اور اس کے پیچھے پیچھے وہ فرنگی ہے اور ارد گرد دوسرے تاجر۔ انہیں دیکھتے ہی مریم کانپنے لگی اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ اس طرح کانپنے لگی جیسے طوفان کے وقت سمندر میں کشتی۔ عطر فروش کی بیوی نے اسے دیکھ کر کہا اے میری آقا مریم' تجھے کیا ہوا کہ تیری حالت بدل گئی' چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں؟ لڑکی نے کہا اے میری آقا' مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جدائی کی گھڑی آ گئی۔

یہ کہہ کر لڑکی سسکیاں بھرنے لگی اور اتنا روئی کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ اسے جدائی کا بالکل یقین آ گیا اور وہ عطر فروش کی بیوی سے کہنے لگی اے میری آقا' میں

نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ میرے بیچنے کے بارے میں نور الدین پر کوئی چال چلی گئی ہے مجھے یقین ہے کہ اس نے رات کو مجھے اس فرنگی کے ہاتھ بیچ ڈالا' حالانکہ میں نے اسے خبردار کر دیا تھا۔ لیکن قسمت کے لکھے کے آگے خبرداری کام نہیں کرتی۔ تجھے معلوم ہو گیا ناں کہ میں ٹھیک کہتی تھی۔ وہ دونوں یہ باتیں کر ہی رہی تھیں کہ نور الدین مریم کے پاس پہنچا' مریم نے دیکھا کہ اس کا رنگ فق ہو گیا ہے وہ کانپ رہا ہے اور اس کے چہرے سے غم اور پشیمانی ٹپک رہی ہے اور وہ کہنے لگی اے میرے آقا نور الدین' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے مجھے بیچ ڈالا۔ یہ سن کر وہ رونے' ٹھنڈے سانس بھرنے اور آہیں کھینچنے لگا' لڑکی کے آگے معذرت کی اور کہنے لگا اے میری آقا! جو کچھ قسمت میں لکھا تھا ہو گیا۔ تیرے بیچنے کے بارے میں لوگ مجھ پر چال چل گئے اور میں نے تجھے بیچ ڈالا۔ واقعی تیرے حق میں' میں نے بڑا گناہ کیا' لیکن ممکن ہے کہ جس خدا نے جدائی کا حکم دیا ہے وہی ہمیں پھر ملا کر ہم پر احسان کرے۔ لڑکی بولی' میں نے تجھے اس سے خبردار کر دیا تھا لیکن تو خبردار نہ ہوا۔ یہ کہہ کرلڑکی نے اسے سینے سے لگایا اور اس کی پیشانی چومنے لگی۔

اتنے میں فرنگی ان کے پاس پہنچ گیا اور بڑھ کر شہزادی مریم کے ہاتھ چومنے چاہے کہ لڑکی نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور کہا دور ہو اے ملعون' خدا نے چاہا تو اس میں بہتری ہو گی۔ یہ سن کر فرنگی ہنس پڑا' اس کی حرکت پر تعجب کرنے لگا اور معذرت کرتے ہوئے بولا اے میری آقا مریم میں نے کیا گناہ کیا؟ تیرے آقا نور الدین ہی نے تو تجھے اپنی مرضی سے میرے ہاتھ بیچا ہے۔ مسیح کی قسم اگر اسے تجھ سے محبت ہوتی تو کبھی یہ حرکت نہ کرتا اور اگر وہ تجھ سے اپنا مقصد پورا نہ کر چکا ہوتا تو تجھے ہرگز نہ بیچتا۔

یہ لڑکی افرنجہ کے بادشاہ کی بیٹی تھی' افرنجہ بہت بڑا شہر ہے اور قسطنطنیہ کی طرح کاری گری کا مرکز' اس میں عجیب و غریب چیزیں پائی جاتی ہیں اور بہت پیداوار ہوتی ہے۔

 © Urdu4U.com

لڑکی کے اس شہر کو چھوڑنے کی وجہ نہایت عجیب و غریب ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

URDU4U .COM

○○○

- آٹھ سو اناسی ویں رات

جب آٹھ سو اناسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- لڑکی کے اپنے ماں باپ کے شہر کو چھوڑنے کی وجہ عجیب و غریب ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی تربیت ماں باپ کے پاس نہایت اچھے طریقے سے ہوئی تمام دست کاریاں اس نے سیکھیں' مثلاً زردوزی' سینا' پرونا' بننا' پٹی بنانا' بساط خانے کا سامان اور سونے پر چاندی اور چاندی پر سونے کی پچی کاری کرنا' علاوہ اس کے فصاحت' لکھنا پڑھنا' حساب کتاب' شہ سواری اور شمشیر زنی' غرض کہ مردوں اور عورتوں دونوں کے علوم و فنون سیکھے یہاں تک کہ وہ اپنے زمانے میں یکتاہو گئی۔ اس پر خدا نے اسے اتنا حسن و جمال دیا تھا کہ اس کا جواب دنیا میں ملنا ناممکن تھا۔ جب جزیروں کے بادشاہوں نے اس کی شادی کی درخواستیں بھیجیں تو اس کے باپ نے انکار کر دیا کیونکہ وہ اسے بے حد پیار کرتا تھااور دم بھر بھی اس کی جدائی اس کو گوارا نہ تھی۔ اس کے علاوہ باپ کی اور کوئی بیٹی بھی نہ تھی۔ بیٹے کئی تھے لیکن وہ بیٹوں سے زیادہ بیٹی کو چاہتا تھا' ایک بار وہ اتنی بیمار ہوئی کہ مرنے کے قریب پہنچ گئی' اس نے نذر مانی کہ اگر میں اچھی ہو گئی تو فلاں دیر کی زیارت کو جاؤں گی جو فلاں جزیرے میں ہے۔ یہ دیر' ان کے نزدیک بڑے درجے کا تھا اور لوگ تبرک نیاز مانا کرتے تھے۔ مریم اچھی ہو گئی تو اس نے ارادہ کیا کہ اپنی نذر پوری کرے اس کے باپ افرنجہ کے بادشاہ نے اسے ایک چھوٹی سی کشتی میں بٹھا کر دیر کو روانہ کر دیا اور اس کی خدمت کے لئے شہر کی بعض شریف زادیاں اور بطریق ساتھ کر دیئے۔

جب مریم اس دیر کے قریب پہنچی تو مسلمانوں کے ایک جہاز نے حملہ کردیا جس میں وہ مسلمان تھے جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے پھرتے تھے۔ انہوں نے کشتی میں سے بطریقوں' لڑکیوں اور مال و دولت کو لے کر قیروان میں جا بیچا اور مریم ایک عجمی تاجر کے ہاتھ

بک گئی۔ یہ عجمی نامرد تھا اور وہ مریم سے محض اوپری خدمت لیا کرتا۔ ایک بار یہ عجمی اتنا بیمار ہوا کہ مرنے کے قریب پہنچ گیا اور کئی مہینے تک بیمار رہا۔ اس بیماری میں

URDU4U.COM

مریم نے اس کی اتنی خدمت کی کہ خدا نے اسے اچھا کر دیا۔ اچھا ہو گیا تو عجمی نے اس بات کا احساس کیا کہ مریم نے کیسی شفقت اور محبت سے بیماری کے زمانے میں اس کی خدمت کی اور اس نے اس احسان کا بدلہ دینا چاہا اور پوچھا کہ مریم مانگ کیا مانگتی ہے۔ اس نے جواب دیا اے میرے آقا میں یہ چاہتی ہوں کہ تو مجھے ایسے شخص کے ہاتھ بیچ دے جسے میں چاہتی ہوں۔ عجمی نے کہا بہت خوب' یہ تیرا حق میرے اوپر ہے' خدا کی قسم اے مریم' میں تجھے اسی شخص کے ہاتھ بیچوں گا جسے تو پسند کرے' تیرا بیچا جانا تیرے ہی ہاتھ میں ہو گا۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئی' عجمی نے اس کے آگے اسلام پیش کیا۔ وہ مسلمان ہو گئی۔ اسے نماز سکھائی اور اس نے اس مدت میں اسلام کی تمام باتیں سیکھیں۔ عجمی نے اسے قرآن حفظ کرایا' فقہ اور حدیث پڑھائی اور اسکندریہ لا کر اسے ایسے شخص کے ہاتھ بیچا جسے وہ چاہتی تھی اور وہ یہی علی نور الدین تھا جس نے اسے خریدا تھا۔

یہ تو مریم کے وطن سے نکلنے کا قصہ ہوا' اب اس کے باپ افرنجہ کے بادشاہ کا حال سنو۔ یہ سنتے ہی بیٹی اور اس کے ساتھیوں پر کیا گزری ہے قیامت بپا ہو گئی۔ اس نے فوراً اس کی تلاش میں جہاز روانہ کئے اور انکے ساتھ بطریق شہ سوار اور بہادر پیادے بھیجے۔ انہوں نے مسلمانوں کے جزیروں میں اسے بہت تلاش کیا لیکن اس کا کہیں پتا نہ چلا وہ شکستہ دل ہو کر نہایت افسوس کے ساتھ اس کے باپ کے پاس لوٹ آئے۔ باپ کو نہایت صدمہ پہنچا اور پھر اس نے بیٹی کی تلاش میں اسی شخص کو بھیجا جو دائیں طرف سے کانا اور بائیں طرف سے لنگڑا لیکن اس کا بڑا وزیر تھا۔ حد درجے کا چالاک اور بڑی کاٹ چھانٹ کا آدمی' اور اسے حکم دیا کہ مسلمانوں کے تمام ملکوں میں شہزادی کو تلاش کرے اگر کشتی بھر سونے کے بدلے بھی وہ مل سکے تو اسے خرید لائے۔ اس ملعون

نے سمندر کے تمام جزیروں اور ہر بڑے شہر میں اس کی تلاش کی کہیں سراغ نہ ملا۔ بالاخر وہ اسکندریہ پہنچا اسے خبر ملی کہ شہزادی قاہرہ والے نور الدین علی کے پاس ہے۔ اس کے بعد جو ماجرا پیش آیا معلوم ہے یعنی رومال کے ذریعے سے اس کا پتا لگا کر جو اس خوبی کے ساتھ اور کوئی نہ لگا سکتا تھا اس نے دھوکے سے اسے خرید لیا۔ اس کی خبر اس نے تاجروں کو پہلے سے دے دی تھی اور ان سے مل کر وہ یہ چال چلا تھا۔ جب شہزادی اس کے پاس پہنچی تو وہ برابر روتی اور آہیں بھرتی رہی۔ وزیر نے کہا اے میری آقا' رونا پیٹنا جانے دے اور وہاں چل جہاں تیرے باپ کا ملک' تیری حکومت اور عزت کی جگہ اور تیرا وطن ہے تاکہ تو اپنے نوکروں اور غلاموں کے ساتھ زندگی بسر کرے اور اس ذلت اور غربت کو خیرباد کہہ' تیری وجہ سے جو سفر کی تکلیف مجھے اٹھانی پڑی اور جو خرچ ہوا وہ بہت کافی ہے۔ ڈیڑھ سال سے برابر تکلیفیں اٹھا رہا اور خرچ کررہا ہوں تیرے باپ نے حکم دیا ہے کہ اگر کشتی بھر سونا بھی صرف ہو جائے تو میں تجھے خرید کر ضرور لے آؤں۔

غرض افرنجہ کے بادشاہ کا وزیر اس کے قدم چومتا اور اس کی خوشامد کرتا رہا لیکن وہ برابر ناراض ہوتی اور یہی کہتی رہی کہ اے مردود' خدا تجھے ہمیشہ نامراد رکھے! اتنے میں غلام ایک خچر لے آئے جس پر زردوزی کی زین پڑی ہوئی تھی شہزادی کو اس پر سوار کر دیا' اس کے اوپر ریشم کی ایک چھتری لگا لی جس کے ڈنڈے سونے اور چاندی تھے' اور فرنگی اس کے ارد گرد ہو لئے یہاں تک کو وہ باب البحر سے نکل آئی۔ یہاں انہوں نے ایک چھوٹی سی ناؤ پر سوار کیا اسے کھیتے ہوئے بڑے جہاز کے پاس پہنچے اور شہزادی کو اس میں سوار کر دیا۔ اس کے بعد کانا وزیر جہاز پر آیا اور ملاحوں سے کہا کہ لنگر اٹھا دو۔ انہوں نے فوراً اٹھا کر بادبان کھول دیئے اور چپو مارنے لگے جہاز چل دیا۔ ادھر یہ ہو رہا تھا کہ ادھر مریم کی نظر اسکندریہ کی طرف لگی ہوئی تھی رفتہ رفتہ وہ آنکھوں سے اوٹ ہو گیا اور مریم دل ہی دل میں کڑھنے اور رونے لگی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

- آٹھ سو اسی ویں رات

آٹھ سو اسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ مریم زناریہ برابر اسکندریہ کی طرف دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے بعد

URDU4U.COM

بھی وہ اسے یاد کرکر کے روتی رہی۔ بطریق اس کا دل بہلانے کی کوشش کرتے لیکن وہ نہ مانتی اور اپنے خیال میں محو رہتی۔ راہ بھر اس کی یہی حالت رہی کہ اسے چین آتا نہ صبر۔

یہ تو مریم اور کانے لنگڑے وزیر کا ماجرا ہوا' اب نور الدین علی مصری کا حال سنو۔ جب مریم جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہو گئی تو دنیا اسے تنگ معلوم ہونے لگی۔ دل اور آنکھیں بھر آئیں۔ وہ اس کمرے میں گیا جہاں وہ مریم کے ساتھ رہتا تھاوہ اس کو سیاہ اور تاریک نظر آیا۔ وہاں اس نے وہ سامان بھی دیکھے جن سے وہ پیٹیاں بنایا کرتی' وہ کپڑے بھی جو وہ پہنتی اس نے انہیں اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے آنسو بہنے لگے وہ اتنا رویا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ اس کے بعد وہ اٹھادروازے میں قفل ڈال کر سمندر کی طرف چل کھڑا ہوا اور اس جگہ کو دیکھ کر جہاں سے جہاز اسے لے کر روانہ ہوا تھارونے پیٹنے اور یا مریم یا مریم پکارنے لگااور کہا کہ کیامیں نے تجھے محض خواب میں دیکھا تھا؟ نور الدین اسی طرح روتااور مریم مریم چلاتا تھا کہ ایک بوڑھا ایک کشتی میں سے نکل کر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا بیٹا' شاید تو اس لڑکی پر روتا ہے جو کل فرنگی کے ساتھ گئی ہے بوڑھے کی یہ بات سنتے ہی نور الدین غش کھا کر گر پڑا اورجب اسے ہوش آیا تو بلک بلک کر رونے لگا۔ بوڑھے نے دیکھا کہ نور الدین نہایت حسین و جمیل' خوش قد' بدن کا سڈول اور خوش بیان ہے تو اسے اس پر ترس آ گیا۔ یہ بوڑھا ایک جہازکا ناخدا تھا جواسی لڑکی کے شہر کو جانے والا تھا اور جس میں سو مومن مسلمان تاجر تھے۔ وہ کہنے لگا صبر کر' آئندہ تیرے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ خدا کو منظور ہے

تو میں تجھے اس تک پہنچا دوں گا!

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

URDU4U.COM

ooo

• آٹھ سو اکیاسی ویں رات

آٹھ سو اکیاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- بوڑھے نے کہا کہ خدا کو منظور ہے تو میں تجھے اس تک پہنچا دوں گا تو نور الدین نے پوچھا کہ کب تک روانگی ہو گی؟ ناخدا بولا تین دن اور باقی ہیں' پھر اگر ہم سب بہ خیریت رہے تو چل دیں گے۔ ناخدا کی یہ باتیں سن کر نور الدین بہت خوش ہوا اور اس کے احسان اور مہربانی کا شکریہ ادا کیا۔ اسے وصال کے دن اور اس بے نظیر لڑکی کی صحبت یاد آنے لگی اور وہ زار زار رونے لگا۔اس کے بعد نور الدین بازار گیا' کھانے پینے اور سفر کی تمام ضروری چیزیں لا کر ناخدا کے پاس پہنچا۔ ناخدا نے کہا بیٹا' تیرے پاس یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ راہ کے لئے کھانا پینا اور سفر کی باقی ضروریات۔ یہ سن کرناخدا ہنس پڑا اور کہنے لگا اپنے خیال میں تو عمواالصواری کی سیر کرنے جا رہا ہے' تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جہاں تو جانا چاہتا ہے دو مہینے کی راہ ہے' وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ہوا موافق اور مطلع صاف ہو۔ یہ کہہ کر بوڑھے نے نور الدین سے کچھ دام لئے اور بازار جا کراتنی چیزیں خرید لایا کہ اس کے لئے سفر میں کافی ہوں اور ایک پیپا میٹھے پانی کا بھر لایا۔ اب نور الدین تین دن جہاز میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ تاجر تیار ہو گئے اور ضرورت کی چیزیں لا کر جہاز میں بیٹھ گئے۔ ناخدا نے لنگر اٹھا دیئے اور جہاز اکیاون دن تک چلتا رہا جہاز امن کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کردیا' جہاز لوٹ لیا' تمام مسافروں کو پکڑ کرافرنجہ لے گئے اور بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ نور الدین بھی انہی میں تھا' بادشاہ نے حکم دیا کہ ان سب کو قید خانے بھیج دیا جائے۔

یہ لوگ بادشاہ کے پاس سے قید خانے کی طرف جا رہے تھے کہ جنگی جہاز آ پہنچا جس میں مریم زناریہ اور کانا وزیر تھا جب یہ جہاز کنارے آ کر لگا تو وزیر اتر کر بادشاہ کے پاس گیا اور خوشخبری دی کہ اس کی بیٹی مریم زناریہ صحیح سلامت آ گئی ہے۔ شادیانے

بجنے لگے' شہر خوب سجایا گیا بادشاہ تمام لشکر اور امرا کے ساتھ سوار ہو کر بیٹی کے خیرمقدم کے لئے سمندر کی طرف چلا۔ مریم جہاز سے اتری تو باپ نے اسے گلے لگایا' سلام کیا۔ بیٹی نے باپ کو سلام کیا۔ بادشاہ نے گھوڑا منگوایا۔ وہ سوار ہو کر محل پہنچی۔ ماں نے اس کا خیرمقدم کیا اسے گلے لگایا' سلام کیا۔ اس کی خیریت پوچھی اور یہ کہ تو اب تک پہلے کی طرح باکرہ ہے یا عورت ہو چکی ہے؟ مریم نے جواب دیا اماں جان' جب کوئی لڑکی مسلمانوں کے ملکوں میں ایک تاجر کے ہاتھ سے دوسرے تاجر کے ہاتھ بکتی پھرے اور محکوم ہو کر رہے تو کیسے باکرہ رہ سکتی ہے؟ جس تاجر نے مجھے پہلے خریدا اس نے ڈرا دھمکا کر میری بکارت زائل کر دی اور دوسرے تاجر کے ہاتھ بیچ ڈالا' پھر اس نے ایک اور تاجر کے ہاتھ۔ اس کی یہ بات سن کر ماں کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ ماں نے اس کے باپ سے یہ ماجرا بیان کیا تو وہ بھی ہاتھ ملنے لگا' اس نے امرا اور بطریقوں سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ! مسلمانوں نے اس کو نجس کر دیا ہے اور یہ اس وقت تک پاک نہیں ہو سکتی جبتک سو مسلمانوں کی گردن نہ اڑا دی جائے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مسلمان قیدی جو قید خانے میں ہیں حاضر کئے جائیں۔ وہ لائے گئے تو نور الدین بھی ان میں تھا' بادشاہ نے حکم دے دیا کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ سب سے پہلے ناخدا کی گردن اڑائی گئی پھر ایک ایک کرکے تمام تاجروں کی' سوائے نور الدین کے اور کوئی باقی نہ رہا۔

اب انہوں نے نور الدین کے دامن میں سے ایک پٹی پھاڑی اس کی آنکھیں باندھ کر اسے قتل کی چٹائی پر لے گئے اور چاہتے ہی تھے کہ اس کی گردن اڑا دیں کہ ایک بڑھیا بادشاہ کے پاس پہنچی اور کہنے لگی اے میرے مالک تو نے نذر مانی تھی کہ اگر تیری بیٹی مریم کو خداواپس لے آئے تو تو ہر گرجا کی خدمت کے لئے پانچ پانچ مسلمان قیدی دے گا۔ اب چونکہ تیری بیٹی آ گئی ہے اپنی نذر پوری کر۔ بادشاہ نے کہا والدہ' مسیح اوراس کے سچے دین کی قسم اس وقت میرے پاس قیدیوں میں سے محض یہ قیدی بچا

ہے' اسے لے جا تاکہ وہ گرجا کی خدمت میں تیری مدد کرے۔ جب اور مسلمان قیدی آئیں گے تو میں چار اور بھیج دوں گا۔ اگر تو ان کے قتل سے پہلے آئی ہوتی تو جتنے

URDU4U.COM

تو چاہتی میں دے دیتا۔

بڑھیا نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور دعا دی کہ خدا اس کی عزت بقا اور نعمتیں قائم رکھے!

پھر فوراً نور الدین کی طرف بڑھ کر اسے خونی چٹائی پر سے لے آئی۔ دیکھا کہ وہ خوش رو اور خوش قد جوان ہے۔ اس کا چہرہ ایسا ہے جیسا چودھویں رات کا چاند' بڑھیا اسے لے کر گرجا کی طرف روانہ ہو گئی اور اسے کہا بیٹا' اپنے یہ کپڑے اتار ڈال کیونکہ ان کپڑوں میں تو بادشاہ کی خدمت کی جاتی ہے۔ یہ کہہ کر بڑھیا نور الدین کے لئے ایک کالا اونی جبہ' ایک کالا اونی عمامہ اور ایک چوڑی پٹی لے آئی' اسے وہ جبہ پہنایا' عمامہ باندھا' پٹی کمر میں لگائی اور اس سے کہا اب جا کر گرجا کی خدمت کر' اس نے سات دن تک خدمت کی ۔ ساتویں دن جبکہ وہ خدمت کر رہا تھا بڑھیا آئی اور کہنے لگی اے مسلمان' تو اپنے ریشمی کپڑے پہن لے۔ یہ دس درہم لے اور فوراً سیر کرنے چلا جا یہاں بالکل نہ ٹھہر ورنہ تیری جانکی خیر نہیں۔ نور الدین نے کہا اماں' کیا بات ہے؟ بڑھیا بولی بیٹا' بادشاہ کی بیٹی شہزادی مریم زناریہ ابھی گرجامیں آنے والی ہے تاکہ اس کی زیارت کرے' تبرک حاصل کرے اور اس خوشی میں کہ وہ مسلمانوں کے ملک سے چھٹ کر آئی ہے چڑھاوا چڑھائے اور نیاز کرے کیونکہ مسیح نے اسے نجات دی۔ اس کے ساتھ چار سو لڑکیاں اور آئیں گی جو حسن و جمال میں یکتا ہیں' منجملہ ان کے وزیر زادی اور دیگر امراء زادیاں ہیں۔ وہ سب تھوڑی دیر میں آنے والی ہیں' اگر انھوں نے تجھے کہیں دیکھ پایا تو تجھے تلواروں سے کاٹ کر پھینک دیں گی۔ نور الدین نے اپنے کپڑے پہن کر بڑھیا سے دس درہم لئے اور بازار جا کر شہر کی گلیوں کی سیر کرنے لگا تاکہ اسے شہر کی سمتیں اور دروازے معلوم ہو جائیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

آٹھ سو بیاسی ویں رات

URDU4U.COM

آٹھ سو بیاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ نور الدین اپنے کپڑے پہن' بڑھیا سے دس درہم لے بازار چلتا ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد گرجا لوٹ آیا' دیکھا کہ بادشاہ زادی مریم زناریہ چار سو باکرہ لڑکیوں کے ساتھ جو چاندی کی طرح خوب صورت ہیں گرجا میں آئی منجملہ ان کے کانے وزیر کی بیٹی اور دیگر امرا کی بیٹیاں ہیں اور وہ انکے درمیان اس طرح چل پھر رہی ہے جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چاند' جوں ہی نور الدین کی نظر اس پر پڑی تو اس سے نہ رہا گیا بے تاب ہو کر بے ساختہ "یا مریم یا مریم" چلانے لگا۔ لڑکیوں نے نور الدین کو یا مریم چلاتے ہوئے سنا تو انہوں نے اس کی طرف بڑھ کر تلواریں کھینچ لیں اور چاہتی ہی تھیں کہ اسے قتل کر ڈالیں۔ اتنے میں مریم نے اسے غور سے دیکھا' دیکھتے ہی پہچان گئی اور لڑکیوں سے کہنے لگی کہ اس جوان کو جانے دو پاگل ہے اس کے پاگل پن کا پتا اس کے چہرے سے چلتا ہے۔ مریم کو یہ کہتے ہوئے سن کر نور الدین نے اپنا سر ننگا کر دیا اور آنکھیں پھرانے اور ہاتھ مٹکانے اور پاؤں چلانے لگا اسکے منہ سے جھاگ نکلنے لگی۔ مریم نے لڑکیوں سے کہا میں نے کہا نہ تھا کہ دیوانہ ہے۔ اسے میرے پاس لے آؤ اور تم لوگ ہٹ جاؤ' میں ذرا سنوں تو کہ وہ کیا کہتا ہے کیونکہ میں عربوں کی بولی سمجھتی ہوں اور یہ بھی معلوم کروں کہ اس کے پاگل پن کا علاج ہو سکتا ہے یا نہیں۔ لڑکیاں اسے اٹھا کر مریم کے پاس لے آئیں اور ادھر ادھر چلی گئیں۔ مریم نے اس سے پوچھا کیا تو میری خاطر جان پر کھیل کر اور پاگل بن کر یہاں آیا ہے؟ نور الدین بولا کہ جینے کا مزا تو محض پاگلوں کے لئے ہے۔

مریم نے کہا نور الدین تو نے واللہ اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ میں نے آج سے پہلے تجھے اس دن سے خبردار کیا تھا لیکن تو نے میری بات نہ سنی اور جیسا چاہا کیا۔ میں نے

جو کچھ تجھ سے کہا تھا وہ نہ کشف تھا' نہ فراست' نہ خواب' بلکہ مشاہدے کی بنا پر تھا کیونکہ جوں ہی میں نے کانے وزیر کی شکل دیکھی میں تاڑ گئی کہ وہ شہر میں محض مجھے ڈھونڈنے آیا ہے۔ نور الدین نے کہا اے میری آقا' عاقل کی غلطی سے ہم خدا کے آگے پناہ مانگتے ہیں۔ اس کے بعد نور الدین اور شہزادی مریم زناریہ ایک دوسرے سے شکوے شکایت کرنے لگے۔ دونوں نے اپنی اپنی سرگزشت سنائی۔ اشعار پڑھے اور دونوں کے رخساروں پر دریا کی طرح آنسو بہنے لگے۔ غرض کہ دونوں نے اپنا اپنا دکھڑا اتنا رویا کہ ان کے منہ تھک گئے' دن ختم ہو گیا اور اندھیرا چھانے لگا۔ مریم اس وقت سبز پوشاک پہنے ہوئے تھی جس سے اس کا حسن دوبالا ہو گیا تھا۔ رات ہوئی تو شہزادی مریم نے لڑکیوں کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ تم نے دروازہ بند کر دیا ہے؟

اب شہزادی مریم لڑکیوں کو لے کر اس کوٹھڑی میں گئی جس کا نام مریم عذرا ام نور کی کوٹھڑی تھا کیونکہ عیسائیوں کے اعتقاد کے بہ موجب حضرت مریم کی روح اور دل اس جگہ تھے۔ لڑکیاں وہاں تبرک لینے اور گرجا کا طواف کرنے لگیں۔ جب وہ فارغ ہو چکیں تو شہزادی مریم نے ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا اب میں چاہتی ہوں کہ اس گرجا میں اکیلی جا کر تبرک لوں' میں مسلمانوں کے ملکوں میں اتنے عرصے تک رہی ہوں کہ مجھے تبرک کا اشتیاق ہے۔ تم لوگ زیارت سے فارغ ہو کر جہاں چاہنا سو رہنا۔ وہ بولیں کہ سر آنکھوں سے' تیرا جو جی چاہے کر۔ یہ کہہ کر وہ اس سے رخصت ہو گئیں اور گرجا میں ادھر ادھر جا کر سو رہیں مریم انکی بے خبری سے فائدہ اٹھا کر نور الدین کی تلاش میں نکلی دیکھا کہ وہ اس کے انتظار میں گویا انگاروں پر بیٹھا ہوا ہے جب وہ اس کے سامنے آئی تو اس نے اٹھ کر اس کے ہاتھ چومے۔ وہ بیٹھ گئی اور اسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا اپنا بیرونی لباس اور گہنے اتار کر نور الدین کو سینے سے لگا لیا اور دونوں ایک دوسرے سے بوس و کنار کرنے لگے۔ وہ اسی مزے اور خوشی میں تھے کہ ایک غلام نے گرجا کی چھت پر گجر بجایا تاکہ لوگ عبادت کے لئے آئیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## آٹھ سو تراسی ویں رات

آٹھ سو تراسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ غلام نے ناقوس بجایا تو مریم نے اٹھ کر اپنے کپڑے اور گہنے پہن لئے۔ نور الدین کو اس سے بے حد تکلیف ہوئی وہ رونے اور آنسو بہانے لگا۔ اس کے بعد شہزادی مریم نے نور الدین کو سینے سے لگالیا اس کے رخسار کو بوسہ دے کر کہا اے نور الدین تو اس شہر میں کتنے دنوں سے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ سات دن سے۔ مریم بولی کہ شہر کی بھی سیر کی ہے اور اس کی گلیاں اور باہر جانے کے راستے اور دروازے بھی معلوم ہیں جو خشکی یا سمندر کی طرف نکلتے ہیں؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ مریم نے پوچھا تجھے اس صندوق کا راستہ بھی معلوم ہے جس میں گرجا کی نذر نیاز کی چیزیں رکھی جاتی ہیں؟ نورالدین نے کہا ہاں۔ مریم بولی چونکہ تجھے یہ سب چیزیں معلوم ہیں تو کل تہائی رات گزرنے کے بعد اسی وقت اس صندوق کو کھول کر اس میں سے جو تیرا جی چاہے نکال لیجیو اور پھر گرجا کا وہ دروازہ کھول کر جہاں سے سرنگ جاتی ہے سمندر تک چلا جائیو وہاں تجھے ایک بجرا ملے گا جس میں دس ملاح ہوں گے جونہی ناخدا کی نظر تجھ پر پڑے تو اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیجیو' وہ تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے بجرے میں بٹھا لے گا' جب تک میں وہاں پہنچ نہ جاؤں تو اسی کے پاس رہیو۔ اور خبردار! رات میں نہ جائیو ورنہ پچھتائے گا اور پچھتائے سے کچھ نہ بنے گا۔ یہ کہہ کر شہزادی مریم' نور الدین سے رخصت ہوئی اور فوراً جا کر اپنی کنیزوں اور باقی لڑکیوں کو جگایا اور گرجا کے دروازے پر آ کر اسے کھٹکھٹایا بڑھیا نے دروازہ کھولا' مریم نے باہر نکل کر دیکھا کہ نوکر چاکراور بطریق باہر کھڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے زردوزی خچر پیش کیا اور وہ اس پر سوار ہو گئی۔ بطریقوں نے اس پر ریشمی چھتری لگائی اور خچر کی لگام اپنے ہاتھ لے لی' لڑکیاں پیچھے پیچھے ہولیں اور چاؤش لوگ ننگی تلواریں لے کر اس کے اردگرد اسے باپ کے محل تک

پہنچا آئے۔

یہ تو مریم زناریہ کی کہانی ہوئی' اب نورالدین مصری کا ماجرا سنو۔ جس پردے کے پیچھے وہ اور مریم چھپے ہوئے تھے وہیں وہ صبح تک چھپا بیٹھارہا۔ جب گرجا کا دروازہ کھلا اور لوگوں کی بھیڑ لگ گئی تو نور الدین بھی ان کے ساتھ مل گیا اور بڑھیا کے پاس پہنچا جو گرجا کی رکھوالی تھی۔ بڑھیا نے پوچھا آج رات تو کہاں سویا؟ اس نے جواب دیا ایک جگہ جو شہر کے اندر تھی جیسا کہ تو نے حکم دیا تھا۔ بڑھیا بولی بیٹا' تو نے ٹھیک کیا' اگر تو نے رات گرجا میں گزاری ہوتی تو شہزادی تجھے بری موت مارتی۔ نور الدین نے کہا کہ شکر ہے خدا کا کہ اس نے رات کی مصیبت سے مجھے پناہ میں رکھا۔ دن بھر نور الدین اپنے کام میں مشغول رہا یہاں تک کہ رات ہو گئی' اس نے اٹھ کر نذر کا صندوق کھولا اس میں سے وہ چیزیں نکال لیں جو ہلکی اور قیمتی تھیں۔ جب تہائی رات گزر چکی تو وہ سرنگ والے دروازے سے نکل کھڑا ہوا اور خدا سے دعا مانگی کہ وہ پردہ پوشی کرے۔ سرنگ کا دروازہ کھول کر وہ سمندر پر پہنچ گیا دیکھا کہ وہیں دروازے کے قریب ایک کشتی لنگر ڈالے کھڑی ہے اس کا ناخدا ایک بہت بوڑھا خوبصورت شخص ہے جس کی داڑھی بہت لمبی ہے اور بیچ کشتی میں کھڑا ہوا ہے ناخدا کے آس پاس دس شخص اور ہیں۔ اور نور الدین نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا جیسا کہ مریم نے اس سے کہا تھا' ناخدا نے ہاتھ پکڑ کر اسے کشتی میں کھینچ لیا۔

اب بوڑھے ناخدا نے ملاحوں کو آواز دے کر کہا کہ کشتی کے لنگر اٹھا دو اور دن نکلنے سے پہلے چل دو۔ ایک ملاح نے کہا اے میرے آقا ناخدا' ہم کیسے چل سکتے ہیں! بادشاہ نے ہمیں خبر بھیجی ہے کہ وہ کل اس کشتی پر بیٹھ کرسمندر کی چھان بین کرے گا کیونکہ اسے ڈر ہے کہ کہیں مسلمان چور اس کی بیٹی کو نہ چرا لے جائیں۔ ناخدا نے ڈانٹ کرکہا اے مردود ستیاناس ہو تمہارا! کیا تمہاری یہ ہمت ہو گئی کہ تم میرا حکم نہیں مانتے اور مجھے پلٹ کر جواب دیتے ہو؟ یہ کہہ کر بوڑھے ناخدا نے تلوار کھینچ

لی اور اس ملاح پر ایسا وار کیا کہ تلوار چمکتی ہوئی اس کی گردن کے پار ہو گئی۔ ایک دوسرا ملاح بولا ہمارے ساتھی نے کیا جرم کیا کہ تو نے اس کی گردن مار دی؟ یہ سن کر ناخدا نے دوسرے ہاتھ میں اس کی گردن بھی اڑا دی۔ ناخدا اسی طرح ایک ایک گردن اڑاتا رہا یہاں تک کہ دسوں کے سر کاٹ کر کنارے پر پھینک دیئے۔ اس کے بعد نور الدین کی طرف مخاطب ہوا اور چلا کر کہا کھونٹی سے رسی کھول دے۔
نور الدین ڈرا کہ کہیں اس پر بھی تلوار کا وار نہ ہو جائے' اٹھ کر دوڑا اور خشکی پر کود کر کھونٹی سے رسی کھول دی اور پھر بجلی کی طرح لپک کر کشتی پر آ گیا۔ ناخدا اس سے کہتا جاتا کہ یہ کر' وہ کر اور یوں گھما اور ستاروں کی طرف دیکھ' نور الدین سب کی تعمیل کرتا جاتا مگر اس کے دل کا اللہ ہی مالک تھا۔ اس کے بعد نور الدین نے بادبان کھول دیئے اور کشتی متلاطم سمندر میں چل کھڑی ہوئی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• آٹھ سو چوراسی ویں رات

آٹھ سو چوراسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- بوڑھے ناخدا نے کشتی کے بادبان کھول دیئے تو کشتی موافق ہوا کے ساتھ اسے اور نور الدین کو لے کر متلاطم سمندر میں چل دی' ادھر کشتی چلی جا رہی تھی اور ادھر نور الدین رسہ چرخی پکڑے ہوئے سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اسے خبر بھی نہ تھی کہ غیب میں اس کے لئے کیا پوشیدہ ہے۔ جب اس کی نظر ناخدا پر پڑ جاتی اس کا دل کانپ اٹھتا اور اسے کچھ پتا نہ لگتا کہ ناخدا اسے کدھر لئے جا رہا ہے۔ اسی پریشانی میں صبح ہو گئی۔ نور الدین نے دیکھا کہ ناخدا نے اپنی داڑھی ہاتھ سے پکڑ کر کھینچی اور وہ اپنی جگہ سے اکھڑ کر اس کے ہاتھ میں آ گئی معلوم ہوا کہ وہ جھوٹی اور محض چپکی ہوئی تھی۔ اب جو نور الدین نے ناخدا کی طرف نظر ڈالی تو وہ تو اس کی معشوقہ اور دلی محبوبہ شہزادی مریم تھی۔ یہ اس کی صرف چال تھی' اس نے ناخدا کو قتل کرکے اس کی داڑھی مع چہرے کی کھال کے اتار اپنے چہرے پر لگالی تھی۔ نور الدین کو اس کی اس کارستانی' بہادری اور دل کی مضبوطی پر سخت تعجب ہوا حیرت سے ہوش جاتے رہے اس کو اطمینان ہو گیا اور کہنے لگا اے میری دلی آرزو اور انتہائی مقصد' مرحبا' نور الدین جھومنے لگا اور اسے یقین آ گیاکہ اب میری مراد بر آئی

شہزادی مریم دل کی بڑی مضبوط تھی سمندر میں کشتی کھینا جانتی تھی موسم کے حالات سے واقف تھی اور سمندر کے تمام راستے اسے معلوم تھے۔ نور الدین بولا اے میری آقا' اگر تو اور زیادہ یہی کھیل کھیلتی تو مارے ڈر کے میں مرجاتا خاص کر محبت کی آگ اور جدائی کی تکلیف کی وجہ سے۔ اس کی باتیں سن کر مریم ہنس پڑی اور اس نے فوراً اٹھ کر کھانے پینے کی چیزیں نکالیں' دونوں نے کھایا' پیا اور مزے اڑائے۔ اس

کے بعد اس نے یاقوت' جواہرات' طرح طرح کی معدنیات اور سونا چاندی نکالا جو وہ اپنے ماں باپ کے محل اور خزانے میں سے ہلکے اور قیمتی دیکھ کر لے آئی تھی انہیں نور الدین کے آگے پیش کیا اور وہ انہیں دیکھ کر خوش ہو گیا۔ اس ساری مدت میں ہوا معتدل رہی' کشتی برابر چلتی گئی۔ وہ اسکندریہ پہنچ گئے اس کے نئے پرانے نشانات اور عمودالصواری انہیں دکھائی دینے لگے۔ کنارے پہنچ کر نور الدین فوراً کشتی پر سے اتر پڑا اور اسے ایک پتھر سے باندھ کر کچھ قیمتی پتھر اپنے ساتھ لئے اور شہزادی مریم سے کہا اے میری آقا' تو کشتی میں بیٹھی رہ جب تک میں تجھے اس طرح نہ اتاروں جیسے کہ میرا جی چاہتا ہے۔ مریم بولی مگر یہ جلد ہونا چاہیے کیونکہ دیر کرنے میں پشیمانی اٹھانا پڑے گی۔ نور الدین نے کہا کہ میں دیر نہیں کروں گا۔ مریم کشتی میں بیٹھی رہی اور نور الدین اپنے باپ کے دوست عطر فروش کے گھر گیا تاکہ وہ اسکندریہ کے دستور کے موافق نقاب' چادر' جوتیاں اور جبہ لے کر آئے' لیکن یہ اس کو کیا معلوم تھا کہ زمانہ اس کے لئے کیا حوادث مہیا کر رہا ہے۔

یہ تو مریم اور نور الدین کی کہانی ہوئی' اب اس کے باپ افرنجہ کے بادشاہ کا حال سنو۔ صبح ہوئی تو اس نے اپنی بیٹی مریم کو ڈھونڈا لیکن کہیں اس کا پتا نہ چلا' اس نے کنیزوں اور غلاموں سے دریافت کیا۔ انہوں نے کہا اے ہمارے مولا' کل وہ یہاں سے گرجا گئی تھی' اس کے بعد کی ہمیں بالکل خبر نہیں۔ بادشاہ کنیزوں اور غلاموں سے باتیں کر ہی رہا تھا کہ محل کے نیچے سے دو بار ایسی چیخ کی آوازیں آئیں کہ محل گونج اٹھا۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اے بادشاہ' سمندر کے کنارے دس آدمی مرے ہوئے پائے گئے ہیں۔ شاہی بجرا غائب ہے' سرنگ کا دروازہ جو گرجا کی طرف ہے کھلا پڑا ہے اور قیدی جو گرجا کی خدمت کرتا تھا ندارد ہے۔ بادشاہ بولا اگر میرا بجرا جو سمندر میں تھا غائب ہے تو شک نہیں کہ میری بیٹی مریم اس میں ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- آٹھ سو پچاسی ویں رات

آٹھ سو پچاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ افرنجہ کے بادشاہ نے کہا کہ اگر میرا بجرا غائب ہے تو بلاشک میری بیٹی اس میں ہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے بندرگاہ کے سردار کو بلوایا' اس سے کہا کہ قسم ہے مسیح اور سچے دین کی اگر تو میرے بجرے اور اس کے مسافروں کو فوراً نہ لے آیا تو میں تجھے اتنی بری طرح ماروں گا کہ لوگوں کو عبرت ہو گی۔ یہ کہہ کر اس نے اسے زور سے ڈانٹا وہ کانپتا ہوا گرجا کی بڑھیا کے پاس پہنچا اور اس سے پوچھا' تو نے کبھی قیدی سے سنا تھا کہ وہ کس ملک کا رہنے والا ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ اکثر کہا کرتا تھا کہ میں اسکندریہ کا رہنے والا ہوں۔ بڑھیا سے یہ سن کر ناخدا بندرگاہ پر آیا اور ملاحوں کو پکار کر کہا تیار ہو جاؤ اور بادبان کھول دو۔ ملاحوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور روانہ ہو گئے دن رات چلتے چلتے بالاخر اسکندریہ اس وقت پہنچے جبکہ نور الدین مریم کو کشتی میں چھوڑ کر جا چکا تھا۔ ان فرنگیوں کے ساتھ وہ کانا اور لنگڑا وزیر بھی آیا تھا جس نے مریم کو نور الدین سے مول لیا تھا۔ شاہی بجرا دیکھ کر ملاح پہچان گئے۔ اپنے جہاز کو انہوں نے دور جا کر باندھا اور ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر بجرے کے پاس آئے' یہ کشتی چپوؤں سے کھیئی جاتی تھی' اس میں سو جنگجو جوان تھے اور کانا لنگڑا وزیر بھی بڑا قوی ہیکل مردود شیطان اور ایسا چالباز ڈاکو تھا کہ اس کی چالبازیوں کا توڑ کسی کے پاس بھی نہ تھا' غرض اس کو ابو محمد بطال سمجھو۔ کھیتے کھیتے وہ اس بجرے کے پاس پہنچ گئے اور اس پر یک بارگی دھاوا بول دیا' لیکن دیکھا کہ اس میں سوائے مریم کے اور کوئی نہیں۔ تھوڑی دیر تک کنارے پر ٹھہرنے کے بعد وہ مریم اور بجرے کو اپنے جہاز کے پاس لے گئے اور بغیر لڑائی کے ان کا مقصد پورا ہو گیا یہاں تک کہ انہیں ہتھیار نکالنے کی بھی

ضرورت نہ پڑی۔ اب وہ عیسائی ملکوں کی طرف روانہ ہو گئے ہوا موافق تھی اور وہ سپاہیوں کی پناہ میں تھے' اس طرح وہ افرنجہ جا پہنچے اور شہزادی مریم کو لے کر اس کے باپ کے پاس گئے جو اس وقت تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔

URDU4U.COM

مریم کے باپ نے اسے دیکھ کر کہا اے دغاباز' تو نے باپ داداؤں کا دین کیسے چھوڑ دیا' مسیح کی پناہ سے کیوں نکل گئی جس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے اور خانہ بدوشوں کا مذہب یعنی اسلام کیوں اختیار کیا جو صلیب اور بتوں کی ضد میں تلوار کے ذریعے سے قائم کیا گیا ہے؟ مریم بولی اس میں میری کیا خطا ہے! میں رات کو جاگی ہوئی تھی تا کہ حضرت مریم کی زیارت اور تبرک حاصل کروں۔ بے خبری کی حالت میں مسلمان ڈاکوؤں نے مجھ پر حملہ کر دیا' میرا منہ بند کر کے مشکیں باندھ دیں اور مجھے کشتی میں ڈال کر اپنے ملک کی طرف لے چلے۔ میں نے انہیں دھوکہ دے کر ان کے دین کی باتیں شروع کر دیں یہاں تک کہ انہوں نے میری مشکیں کھول دیں اتنے میں یکایک تیرے لوگ پہنچ گئے اور انہوں نے مجھے چھڑا لیا۔ مسیح اور سچے دین کی قسم' صلیب اور اس کی قسم جو صلیب پر چڑھایا گیا ہے کہ میں مسلمانوں کے پنجے سے چھوٹ کر بہت خوش ہوئی باپ نے کہا اے بدکار تو جھوٹی ہے قسم ہے انجیل اور اس کے اٹل حلال و حرام احکام کی کہ میں تجھے بری طرح قتل کروں گا تا کہ لوگ تیری بری مثال سے عبرت پکڑیں۔ کیا یہ تیرے لئے کافی نہ تھا کہ تو ایک بار جھوٹ بول چکی ہے تو اب پھر ہمیں دھوکہ دینا چاہتی ہے! بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر کے محل کے دروازے کے قریب صلیب پر چڑھا دیا جائے۔ اسی وقت کانا وزیر اندر آیا' وہ بہت دنوں سے اسے چاہتا تھا' کہنے لگا اے بادشاہ' اسے قتل نہ کر بلکہ میرے نکاح میں دے دے۔ میں اس کی بڑی حفاظت کروں گا اور اس وقت تک اس سے ہم بستر نہ ہوں گا جب تک میں اس کے لئے سخت پتھر کا ایک محل نہ بنا لوں اور دیواریں اتنی اونچی نہ کروا لوں کہ کوئی چور اس پر چڑھ نہ سکے۔ جب وہ محل بن چکے گا تو میں اس کے دروازے

پر تمیں مسلمانوں کی اپنی اور اس کی طرف سے بھینٹ چڑھاؤں گا۔ بادشاہ نے مہربانی فرما کر مریم کی شادی اس سے منظور کر لی۔ پادریوں‘ رہبانوں اور بطریقوں کو اجازت دے دی کہ دونوں کو ایک دوسرے سے بیاہ دیں۔ انہوں نے مریم کا نکاح کانے وزیر سے کر دیا‘ بادشاہ نے یہ بھی حکم دے دیا کہ اس کی شان کے موافق ایک مضبوط محل کی بنیاد رکھی جائے‘ اور فوراً کام شروع ہو گیا۔

یہ تو شہزادی مریم اس کے باپ اور کانے وزیر کا ماجرا ہوا‘ اب نور الدین اور بوڑھے عطر فروش کی کہانی سنو‘ عطر فروش کے گھر پہنچ کر نور الدین نے اس کی بیوی سے جبہ‘ نقاب‘ جوتیاں اور ایسے کپڑے لئے جو اسکندریہ کی عورتیں پہنتی ہیں اور سمندر پہنچ کر اس کشتی کی طرف چلا جس میں شہزادی مریم تھی مگر اس نے دیکھا کہ میدان خالی پڑا ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• آٹھ سو چھیاسی ویں رات

جب آٹھ سو چھیاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- میدان خالی دیکھ کر نور الدین کادل بیٹھ گیا اس کے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے اور وہ سمندر کے کنارے دائیں بائیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ کہ لوگ کنارے پر کھڑے ہوئے کہہ رہے ہیں اے مسلمانو! اب اسکندریہ کی کوئی حرمت باقی نہیں رہی' فرنگی یہاں گھس آتے ہیں اور جو چاہتے ہیں مزے سے لے کر چل دیتے ہیں ان کا تعاقب نہ کوئی مسلمان کرتا ہے نہ مجاہد لشکر' نور الدین نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے جواب دیا بیٹا ابھی فرنگیوں کے ایک جہاز نے جس میں لشکر تھا اس بندرگاہ پر حملہ کر دیا اور ایک کشتی کو جو یہاں لنگر ڈالے کھڑی تھی مع ایک لڑکی کے پکڑ' اپنے ملک کو چل دیئے۔ یہ سنتے ہی نور الدین غش کھا کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو لوگوں نے ماجرا پوچھا' اس نے شروع سے آخر تک سب کچھ کہہ سنایا۔ لوگوں کو اصل واقعے کا پتہ چلا تو سب اسے برا بھلا کہنے لگے کہ آخر تو نے اسے بے جبے اور نقاب کے کیوں نہ باہر نکال لیا؟ غرض کہ ہر شخص کوئی نہ کوئی تکلیف دہ بات کہتا۔ ایک نے تو یہاں تک کہا کہ اسے چھوڑ' اس کی یہی سزا تھی۔ لوگ نور الدین سے اسی قسم کی باتیں کر رہے تھے کہ بوڑھا عطر فروش آ پہنچا اس نے دیکھا کہ لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے اور بیچ میں نور الدین بے ہوش پڑا ہے۔

عطر فروش نے نور الدین کے سرہانے بیٹھ کر اسے ہوشیار کیا اور جب وہ ہوش میں آ چکا تو اسے کہا بیٹا یہ تیری کیا حالت ہے؟ نور الدین بولا چچا' جو لڑکی میرے ہاتھ سے نکل چکی تھی اسے جا کر میں اس کے باپ کے شہر سے کشتی میں بٹھا کر لایا تھا اور اس کے لانے میں سخت مصیبتیں جھیلی تھیں' جب یہاں پہنچا تو کشتی کو باندھ کر اور لڑکی کو اسی میں بیٹھا چھوڑ تیرے گھر گیا اور تیری بیوی سے کپڑے لتے لے

کر لڑکی کو لینے آیا' اتنے میں فرنگی آ کر کشتی اور لڑکی کو اڑا لے گئے۔ بوڑھے عطر فروش کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ وہ نور الدین پر بڑا افسوس کرنے لگا اور کہا بیٹا' تو نے بغیر جنے کے اسے کیوں نہ اتار لیا؟ لیکن اب باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ بیٹا' اٹھ میرے ساتھ شہر چل' ممکن ہے کہ خدا تجھے اس سے زیادہ حسین لڑکی عنایت کرے اور تو اسے بھول جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس لڑکی میں تجھے ٹوٹا نہیں ہوا بلکہ فائدہ ہی فائدہ رہا۔ بیٹا سن' جدائی اور ملاپ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ نور الدین نے کہا چچا' خدا کی قسم میں اسے کبھی بھول نہیں سکتا ہوں خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ جاتی رہے۔ عطر فروش نے کہا بیٹا' تیرے دل میں کون سی بات ہے جو تو کرنا چاہتا ہے؟ نور الدین بولا میں چاہتا ہوں کہ پھر روم کے ملک میں جا کر افرنجہ پہنچوں اور جان پر کھیل جاؤں۔ اس میں یا تو میرا مقصد پور ہو جائے اور یا میں مر جاؤں۔ بوڑھے عطر فروش نے کہا مثل ہے کہ گھڑا ہر بار سالم نہیں نکلتا۔ اگرچہ انہوں نے پہلی بار تجھے چھوڑ دیا ممکن ہے کہ اس بار وہ تجھے قتل کر ڈالیں۔ خاص کر اس وجہ سے کہ اب وہ تجھے خوب پہچان گئے ہیں۔ نور الدین بولا چچا' مجھے جانے دے تا کہ میں اس کی محبت میں جلد قتل ہو جاؤں اور اس کی جدائی میں گھٹ گھٹ کر نہ مروں اتفاق سے اس وقت ایک جہاز بندرگاہ میں لنگر ڈالے سفر کے لئے تیار کھڑا تھا مسافر اپنا اپنا کام نبٹا چکے تھے اور ملاح لنگر اٹھانے ہی والے تھے کہ نور الدین اس میں بیٹھ گیا' ہوا موافق تھی کشتی کئی دن تک چلتی رہی۔ وہ چلے جا رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ کئی فرنگی جہاز سمندر میں چکر لگا رہے ہیں اور جس کشتی کو دیکھتے ہیں پکڑ لیتے ہیں۔ کیونکہ انہیں اندیشہ ہے کہ مسلمان ڈاکو کہیں شہزادی کو نہ لے جائیں۔ جب وہ کسی کشتی کو پکڑتے تو سارے مسافروں کو افرنجہ کے بادشاہ کے پاس لے جاتے اور وہ انہیں ذبح کرکے اپنی نذر پوری کرتا جو اس نے بیٹی کے بارے میں مانی تھی۔ جب ان کی نظر اس کشتی پر پڑی جس پر نور الدین تھا تو انہوں نے اسے بھی پکڑ لیا اور تمام مسافروں کو لے

کر بادشاہ کے پاس پہنچے جو مریم کا باپ تھا۔ جب قیدی صف باندھ کر کھڑے ہوئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ وہ سو مسلمان ہیں اس نے فوراً ان کے قتل کا حکم دے دیا' انہی میں نور الدین بھی تھا۔ سب ذبح کر دیئے گئے محض نور الدین باقی رہ گیا' جلاد نے اس کی کم سنی اور خوب صورتی کی وجہ سے اسے سب کے بعد رکھا تھا۔ بادشاہ اسے دیکھ کر پہچان گیا اور کہنے لگا کہ کیا تو نور الدین نہیں ہے جو اس سے پہلے ایک بار اور یہاں آیا تھا؟ اس نے جواب دیا میں پہلے کبھی یہاں نہیں آیا تھا' نہ میرا نام نور الدین ہے بلکہ ابراہیم ہے۔ بادشاہ بولا تو جھوٹا ہے تیرا نام نور الدین ہے' تجھے میں نے اس بڑھیا کے حوالے کیا تھا جو گرجا کی سردار ہے تاکہ تو گرجا کی خدمت میں اس کا ہاتھ بٹائے۔ نور الدین نے کہا اے میرے مولا' میرا نام ابراہیم ہے بادشاہ بولا اگر بڑھیا یہاں آئے اور تجھے دیکھے تو وہ ٹھیک بتا سکتی ہے کہ تو نور الدین ہے یا کوئی اور۔

وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ کانا وزیر جس نے شہزادی سے نکاح کیا تھا آ پہنچا اور بادشاہ کے آگے زمین چوم کر کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت' محل بن کر تیار ہو چکا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جب میں محل بنا کر تیار کر لوں گا تو اس کے دروازے پر تیس مسلمانوں کو ذبح کروں گا۔ اس وقت میں اسی لئے آیا تھا کہ تجھ سے تیس مسلمان لے کر ذبح کروں تاکہ مسیح کی نذر پوری ہو جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ مسیح اور سچے دین کی قسم سوائے اس قیدی کے میرے پاس اور کوئی نہیں یہ کہہ کر اس نے نور الدین کی طرف اشارہ کیا اور کہا اسے تو ابھی ذبح کر ڈال اور جب اور مسلمان قیدی میرے پاس آئیں گے تو میں باقی بھی تیرے پاس بھیج دوں گا۔ کانا وزیر' نور الدین کو لے کرچل دیا تاکہ اسے اپنے دروازے کی دہلیز پر ذبح کرے لیکن رنگ کرنے والوں نے اسے کہا اے ہمارے مولا' ہمارا دو روز کا کام اور باقی ہے' اس لئے ابھی ٹھہر جا' جب ہم رنگ روغن کر چکیں تو اسے ذبح کیجئو۔ ممکن ہے کہ اس وقت تک باقی انتیس بھی آ جائیں اور تو سب کو ایک ساتھ ذبح کر کے نذر پوری کر سکتا ہے۔ یہ سن کر وزیر نے حکم دیا کہ نور الدین کو قید کر دیا جائے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

ооо

• آٹھ سو ستاسی ویں رات

آٹھ سو ستاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب وزیر نے نور الدین کے قید کئے جانے کا حکم دیا تو لوگ اس کے بیڑیاں ڈال کر اصطبل میں لے گئے۔ وہ بھوکا پیاسا اپنے اوپر افسوس کر رہا تھا۔ اسے موت ہی موت ہر طرف دکھائی دیتی تھی۔ بادشاہ کے دو گھوڑے بھائی بھائی تھے' ایک کا نام سابق اور دوسرے کا لاحق تھا اور وہ ایسے تھے کہ ایک ایک کی تمنا بڑے بڑے بادشاہوں کو ہو سکتی ہے ایک ان میں سے اشہب تھا چمک دار اوردوسرا ادہم رات کی طرح کالا۔ جزیروں کے بادشاہوں نے کہہ رکھا تھا کہ جو کوئی ان دونوں میں سے ایک گھوڑا بھی چرا لائے تو وہ جس قدر سونا اور موتی جواہرات مانگے ہم دیں گے پھر بھی کسی کو ایک گھوڑے کے چرانے میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اتفاقاً ان میں سے ایک بیمار پڑ گیا۔ یرقان اور آنکھوں میں جالا بادشاہ نے ملک کے تمام بیطار بلوائے لیکن کسی کے علاج سے فائدہ نہ ہوا۔ ایک بار بادشاہ کے پاس وہی کانا وزیر آیا جس نے اس کی بیٹی سے شادی کی تھی' دیکھا کہ وہ گھوڑے کے بارے میں بہت غمگین ہے۔ غم دور کرنے کی غرض سے اس نے بادشاہ سے کہا کہ یہ گھوڑا مجھے دے دے میں اس کا علاج کروں گا۔ بادشاہ نے اسے گھوڑا دے دیا اس نے گھوڑے کو لے جا کر اسی اصطبل میں رکھا' جہاں نور الدین بند تھا۔ جب یہ گھوڑا اپنے بھائی سے الگ ہو گیا تو اتنا چیخنے چلانے اور ہنہنانے لگا کہ لوگ پریشان ہو گئے۔ وزیر سمجھ گیا کہ گھوڑا اپنے بھائی کی جدائی کی وجہ سے چلاتا ہے اور بادشاہ کو اس کی خبر کی۔ جب بادشاہ نے اس کی تحقیق کی تو کہنے لگا اگر یہ جانور اپنے بھائی کی جدائی گوارا نہیں کر سکتا تو پھر انسانوں کی کیا حالت ہو گی! یہ کہہ کر اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ دوسرے گھوڑے کو بھی وزیر کے ہاں پہنچا آؤ اور اس سے کہنا کہ اپنی بیٹی کی خاطر میں یہ دونوں گھوڑے تجھے انعام میں دیتا ہوں۔

ایک رات نور الدین کی نگاہ ان دونوں گھوڑوں پر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ ایک کی آنکھوں میں جالا ہے۔ نور الدین کو گھوڑوں کی پہچان اور ان کے علاج میں کچھ مشق تھی۔ اپنے دل میں کہنے لگا کہ خدا کی قسم یہ موقع ہے میں ابھی جا کر وزیر سے کہتا ہوں کہ میں اس گھوڑے کا علاج کروں گا پھر اگر اس نے اجازت دے دی تو ایسی دوا دوں گا کہ وہ اندھا ہو جائے اور وزیر مجھے قتل کر دے اس رذالت کی زندگی سے تو کسی طرح نجات ملے۔ وزیر گھوڑے کو دیکھنے اصطبل میں آیا تو نور الدین نے کہا اے میرے مولا' اگر میں نے علاج کرکے اس گھوڑے کی آنکھوں کو اچھا کر دیا تو تو مجھے کیا دے گا؟ وزیر بولا مجھے اپنے سر کی قسم اگر تو نے اسے اچھا کردیا تو میں تجھے ذبح نہ کروں گا اور جو تو مانگے گا دوں گا۔ نور الدین نے کہا اے میرے مولا' میرے ہاتھ کھلوا دے وزیر نے حکم دے دیا کہ اس کے ہاتھ کھول دیئے جائیں اور اس نے ایک دوا تیار کرکے گھوڑے کی آنکھوں میں لگائی' ان پر پٹی باندھ دی اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب اس کی آنکھیں جاتی رہیں گی اور وہ مجھے قتل کر دے گا۔ اس کے بعد نور الدین خوب آرام سے سویا' خدا کے آگے گڑگڑایا اور کہا اے میرے پروردگار جو میری دعا ہے تو خوب جانتا ہے۔ جب صبح ہوئی اور دن چڑھنے لگا تو وزیر نے اصطبل میں آ کر گھوڑے کی آنکھوں سے پٹی کھولی دیکھا کہ خدا کی قدرت سے وہ بالکل صاف اور خوب صورت ہو گئی ہیں۔ نور الدین سے اس نے کہا اے مسلمان! تجھ سے بڑھ کر معالج میں نے دنیا میں نہیں دیکھا۔ قسم ہے مسیح اور سچے دین کی کہ میں تجھ سے بے حد خوش ہوں ہمارے ملک کا ایک بیطار بھی اس گھوڑے کا علاج نہ کر سکا۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اپنے ہاتھ سے اس کی بیڑیاں اتار دیں اسے ایک نفیس پوشاک پہننے کو دی اصطبل کا داروغہ بنا دیا ماہانہ اور روزینہ مقرر کیا اور اصطبل کی ایک منزل اسے رہنے کو عطا کی۔ جو نیا محل وزیر نے شہزادی مریم کے لئے بنایا تھا اس کی ایک کھڑکی وزیر کے گھر کی طرف تھی اور اسی منزل کے سامنے جس میں نور الدین رہتا تھا نور الدین ایک مدت تک مزے مزے کی چیزیں کھاتا پیتا اور سائیسوں پر حکم چلاتا رہا ان میں

سے جو کوئی غیر حاضر ہوتا یا طویلے میں بندھے ہوئے گھوڑوں کو دانہ چارا نہ دیتا تو وہ اسے دھکے دیتا' خوب مارتا اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیتا۔ نور الدین کی وجہ سے وزیر بڑا خوش تھا لیکن اسے یہ خبر نہ تھی کہ اونٹ کس کل بیٹھنے والا ہے۔ نور الدین روز دونوں گھوڑوں کے پاس جاتا اور ان پر ہاتھ پھیرتا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وزیر انہیں کتنا چاہتا اور ان کی عزت کرتا ہے وزیر کی ایک باکرہ بیٹی تھی ایسی حسین جیسے چوکڑی بھرنے والا آہو یا لچک دار شاخ' اتفاق سے ایک روز وہ اس جھروکے میں بیٹھی تھی جو وزیر کے گھر اور نور الدین کے کمرے کے سامنے تھا کہ اس نے نور الدین کو کچھ حسرت آمیز اشعار پڑھتے سنا' اپنے دل میں کہنے لگی کہ قسم ہے مسیح اور سچے دین کی یہ مسلمان بڑا خوش رو جوان ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عاشق ہے اور اپنی معشوقہ سے جدا' خدا جانے اس خوش رو جوان کی محبوبہ اسی کی طرح حسین ہے تو اس کا آنسو بہانا اور فریاد کرنا بجا ہے ورنہ وہ انہی حسرتوں میں اپنی عمر ضائع کر رہا ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

URDU4U.COM

- ## آٹھ سو اٹھاسی ویں رات

آٹھ سو اٹھاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ وزیر کی بیٹی نے کہا ورنہ وہ انہی حسرتوں میں اپنی عمر ضائع کرے گا۔ اتفاق سے وزیر کی بیوی مریم زناریہ ایک دن پہلے نئے محل میں آ چکی تھی اور وزیر کو معلوم تھا کہ وہ غمگین و ملول رہتی ہے اس لئے اس کا ارادہ ہوا کہ اس کے پاس جا کر اس جوان کا ذکر کرے۔ اس کا یہ خیال ابھی ختم بھی نہ ہوا تھا کہ شہزادی مریم نے جواس کے باپ کی بیوی تھی اسے بلوا بھیجا تاکہ اس کے ساتھ باتیں چیتیں کرکے اپنا دل بہلائے۔ وزیر زادی اس کے پاس پہنچی تو دیکھا کہ وہ غمگین ہے آنسو رخساروں پر بہہ رہے ہیں۔ کہنے لگی اے شہزادی' تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو غمگین اور سوچ میں‌ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ سن کر شہزادی مریم کو گزرا ہوا زمانہ یاد آ گیا جبکہ وہ عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتی تھی۔ وزیر زادی نے کہا اے شہزادی' غمگین نہ ہو اور میرے ساتھ محل کے جھروکے پر چل' ہمارے ہاں اصطبل میں ایک حسین' خوش قامت اور شیریں کلام جوان ہے جو فراق زدہ عاشق معلوم ہوتا ہے شہزادی مریم نے اپنے دل میں کہا اگر وزیر زادی کی باتیں سچی ہیں تو یہ نور الدین ہی کی علامتیں ہیں جو بے چارا زخم خوردہ ہے۔ دیکھنا تو چاہیے کہ وہ نور الدین ہے یا کوئی اور؟

اب شہزادی مریم کی محبت اتنے جوش میں آئی اور تمنائیں اس قدر امنڈنے لگیں کہ وہ فوراً اٹھ کر وزیر زادی کے ساتھ جھروکے پر پہنچی دیکھا تو اپنے محبوب اور آقا نور الدین کی سی صورت نظر آئی۔ ذرا غور سے دیکھنے کے بعد اسے بالکل شبہ باقی نہ رہا' لیکن اس نے دیکھا کہ نور الدین مارے رنج و غم کے بیمار اور بہت زیادہ دبلا ہو گیا ہے اس بھید کواس نے وزیر زادی پر ظاہر نہیں کیا بلکہ اس سے کہنے لگی کہ مسیح اور سچے دین

کی قسم مجھے اب تک یہ نہ معلوم تھا کہ تجھے میری پریشانی اور رنج و غم کی خبر ہے۔

یہ کہہ کر وہ جھروکے کے پاس سے اٹھی اور اپنی جگہ چلی گئی اور وزیر زادی اپنے کام پر چل دی۔ تھوڑی دیر کے بعد شہزادی مریم جھروکے کے پاس لوٹی' وہاں آ کر بیٹھ گئی اور نور الدین کو دیکھنے لگی کہ وہ کیسا پیارا ہے۔ گویا چودھویں رات کا چاند' لیکن اس کی صورت سے حسرت ٹپک رہی ہے اور آنسو جاری ہیں۔

URDU4U.COM

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

آٹھ سو نواسی ویں رات

آٹھ سو نواسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب مریم نے دیکھا کہ نور الدین کی صورت سے حسرت ٹپک رہی ہے اور آنسو جاری ہیں تو اس نے دوات اور کاغذ منگوا کر بسم اللہ کے بعد یہ لکھنا شروع کیا: "سلامتی ہو تیرے اوپر اللہ کی طرف سے اور رحمت اور برکت! میں تجھے خبر دیتی ہوں کہ تیری باندی مریم تجھے سلام کہتی ہے اور وہ تیری تمنا میں تڑپ رہی ہے اور یہ اسی کیطرف سے خط ہے۔ جوں ہی تجھے یہ خط ملے فوراً وہ تمام باتیں کیجنو جو میں اس میں لکھ رہی ہوں اور خبردار نہ ان کے خلاف کیجنو نہ سستی سے کام لیجیو۔ بہترین موقع تہائی رات گزرنے کے بعد ہے۔ اس وقت سوائے اس کے اور کوئی کام نہ کیجنو کہ دونوں گھوڑوں پر زینیں کس کر انہیں شہر کے باہر لے جائیو اور اگر کوئی پوچھے کہ تو کہاں جا رہا ہے تو کہیو کو انہیں نہلانے کو لئے جا رہا ہوں۔ تو یہ کہے گا تو تجھے کوئی نہ روکے گا کیونکہ لوگوں کو یقین ہو گا کہ شہر کے دروازے بند ہیں۔ یہ لکھ کر اس نے خط بند کیا اور اسے ایک ریشمی رومال میں لپیٹ کر جھروکے سے نور الدین کے پاس پھینک دیا۔ نور الدین نے اسے اٹھا کر پڑھا اس کا طلب سمجھا اور یہ معلوم کرکے کہ یہ شہزادی مریم کا خط ہے اسے چوما' آنکھوں سے لگایا اور اس کے آنسو بہنے لگے۔ رات ہوتے اس نے دونوں گھوڑوں کو بنانا سنوارنا شروع کیا اور جب تہائی رات گزر چکی تو اس نے ان پر زینیں کسیں اور اصطبل سے نکل کر دروازے میں قفل ڈال دیا اور شہر کے باہر جا کر شہزادی مریم کا انتظار کرنے لگا۔

یہ تو نور الدین کی کہانی ہوئی' اب شہزادی مریم کا ماجرا سنو' وہ فوراً اٹھ کر اس کمرے میں گئی جو محل میں اس کے لئے آراستہ کیا گیا تھا' اس نے دیکھا کہ کاناوزیر شتر مرغ کے پروں کا ایک تکیہ لگائے بیٹھا ہے لیکن اس کی ہمت نہیں پڑتی کہ اس کی

طرف ہاتھ بڑھائے یا باتیں کرے۔ اسے دیکھتے ہی مریم نے خدا کی درگاہ میں مناجات کی اور کہنے لگی کہ خداوندا اس کی مراد مجھ سے پوری نہ ہونے دیجیو اور پاک کرنے کے بعد مجھے ناپاک نہ بنائیو۔ پھر وہ وزیر کی طرف متوجہ ہو کر محبت کا اظہار کرنے لگی اور اس کے پہلو میں بیٹھ کر پیار کرنے لگی اور کہا اے میرے آقا! آخر یہ ناز نخرا کیسا؟ مثل ہے کہ تجربے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھا کھڑے کو سلام کرتا ہے اے میرے آقا' اگر تو میرے پاس آ کر باتیں نہیں کرتا تو میں تیرے پاس آ کر باتیں کروں گی۔ وزیر نے کہا اے تمام دنیا کی رانی' نیکی اور احسان تیری طرف سے ہے۔ میں تو تیرے نوکروں میں سے ایک نوکر اور تیرا ادنی غلام ہوں۔ اے یکتا موتی' میں تجھ سے بات کرتے شرماتا ہوں اور تیرے آگے میرا سر نیچا ہو جاتا ہے۔ مریم بولی کہ باتیں نہ بنا بلکہ کھانے پینے کے لئے کچھ لا۔ یہ سنتے ہی وزیر نے باندیوں اور نوکروں کو آواز دے کر کہا کہ کھانا لاؤ وہ فوراً دسترخوان لا کر بچھا گئے اور اس پر طرح طرح کے کھانے چن دیئے۔ شہزادی مریم نے دسترخوان کی طرف ہاتھ بڑھایا خودبھی کھاتی جاتی اور وزیر کے منہ میں بھی نوالے دیتی جاتی اور اس کا منہ بھی چومتی جاتی۔ جب دونوں کا پیٹ بھر گیا تو انہوں نے اٹھ کر ہاتھ دھوئے۔

اس کے بعد نوکروں نے دسترخوان بڑھایا اور مے نوشی کا سامان حاضر کیا۔ مریم جام بھر بھر کر پیتی اور پلاتی اور وزیر کی خدمت کرتی جاتی یہاں تک کہ مارے خوشی کے اس کی باچھیں کھل گئیں۔ وزیر کو خوب شراب چڑھ گئی اور اس کی زبان بھٹکنے لگی تو مریم نے اپنی جیب سے تازہ مغربی بھنگ کا ایک ٹکڑا نکالا کہ اگر ہاتھی بھی اس میں سے ذرا سی سونگھ لیتا تو اس سال سے آئندہ سال تک سوتا رہتا۔ یہ بھنگ مریم نے اسی موقع کے لئے تیار کی تھی۔ وزیر کو بے خبر پا کر اس نے وہ بھنگ پیالے میں ڈال دی اور اسے بھر کر اس کے آگے پیش کیا۔ مارے خوشی کے وزیر کے ہوش جاتے رہے اسے یقین نہ آتا تھا کہ وہ اسے شراب دے رہی ہے اور وہ پیالے کو چڑھا گیا۔ ابھی شراب پیٹ تک نہ اترنے پائی ہو گی کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ شہزادی مریم نے اٹھ

کر فوراً دو خرجیوں میں ایسی چیزیں بھریں جو ہلکی اور قیمتی تھیں مثلاً جواہرات' یاقوت اور طرح طرح کی قیمتی معدنیات' اس کے بعد اس نے کھانے پینے کا سامان ساتھ لیا اور جنگی لباس پہن کر ہتھیار لگا لئے' اس کے علاوہ اس نے نور الدین کے لئے عمدہ شاہی لباس ساتھ لیا اور سب چیزوں کو خرجیوں میں رکھ کر اپنے کندھے پر لادا اور محل سے نکل نور الدین کی تلاش میں چل دی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- آٹھ سو نوے ویں رات

آٹھ سو نوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ مریم محل سے نکل کر نور الدین کی تلاش میں چل دی۔

URDU4U.COM

یہ تو مریم کا ماجرا ہوا' اب مسکین عاشق نور الدین کی سرگزشت سنو۔ وہ شہر کے دروازے پر جا کر بیٹھ گیا اور گھوڑوں کی لگامیں ہاتھ میں لئے مریم کی راہ دیکھنے لگا۔ خدا نے اس پر نیند مسلط کر دی اور وہ سو گیا پاک ہے وہ ذات جو کبھی سوتی نہیں! جزیروں کے بادشاہ زیادہ سے زیادہ مال و دولت دینے کے لئے تیار تھے بشرطیکہ کوئی ان دونوں گھوڑوں کو یا کم از کم ایک کو چرا لائے۔ اس زمانے میں ایک حبشی غلام تھا جس نے جزیروں میں پرورش پائی تھی اور گھوڑوں کے چور کے نام سے مشہور تھا۔ فرنگستان کے بادشاہوں نے اسے بہت رشوتیں دی تھیں کہ وہ دونوں گھوڑوں میں سے ایک کو چرا لائے اور اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ دونوں چرا لائے تو وہ اسے ایک پورا جزیرہ دے دیں گے اور ایک نفیس خلعت عطا کریں گے۔ یہ غلام افرنجہ میں مدت سے چھپ کر گشت لگایا کرتا تھا لیکن اب تک ایک گھوڑا بھی اس کے ہاتھ نہ لگا تھا کیونکہ دونوں بادشاہ کے اصطبل میں تھے جب بادشاہ نے وہ دونوں گھوڑے کانے وزیر کودے دیئے اور وہ اس کے اصطبل میں آ گئے تو غلام بہت خوش ہوا اور اس کی ہمت بڑھ گئی اس نے کہا' مسیح اور سچے دین کی قسم اب میں انہیں ضرور چرا لے جاؤں گا۔ اس رات وہ غلام اسی ارادے سے نکلا تھا کہ وہ وزیر کے اصطبل میں جا کر دونوں گھوڑے چرا لائے۔ وہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ اس نے دیکھا کہ نور الدین پڑا سو رہا ہے اور دونوں گھوڑوں کی باگیں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ غلام نے دونوں کی باگیں اتار دیں اور چاہتا ہی تھا کہ ایک پر سوار ہو کر دوسرے کو کھینچتا ہوا لے جائے کہ شہزادی مریم دونوں خرجیاں کندھے سے لٹکائے آ پہنچی اور غلام کو نور الدین سمجھ کر اسے ایک خرجی دی اور اس نے اسے

ایک گھوڑے پر رکھ لیا غلام نے چپ چاپ خرجیاں لے لیں اور وہ اسے نور الدین سمجھتی رہی اس کے بعد وہ شہر کے دروازے سے باہر نکل آئی اور غلام چپ چاپ ساتھ ہو لیا۔ مریم نے کہا اے میرے آقا نور الدین تم چپ کیوں ہو؟ غلام نے غصے سے اس کی طرف دیکھ کر کہا اے لونڈیا تو کیا کہتی ہے؟ مریم اس کی گنٹھل زبان سن کر سمجھ گئی کہ وہ نور الدین کی زبان نہیں اور سر اٹھا کر اس کی طرف نظر ڈالی اور دیکھا اس کے نتھنے لوٹوں کیطرح کے ہیں۔ اسے دیکھتے ہی مریم کی آنکھوں تلے اندھیرا آ گیا وہ کہنے لگی اے بنوحام کے بزرگ تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا اے ملعون بچی' میرا نام مسعود ہے اور جب لوگ سو جاتے ہیں تو میں گھوڑے چرایا کرتا ہوں۔

اس پر مریم نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ تلوار کھینچ کر ایسا وار کیا کہ وہ چمکتی ہوئی غلام کی گردن کے آرپار ہو گئی' وہ زمین پر اپنے خون میں لوٹنے لگا اور خدا نے اس کی روح کو فوراً دوزخ میں پہنچا دیا جو بری قیام گاہ ہے۔ اب شہزادی مریم نے دونوں گھوڑوں کو لیا' ایک پر سوار ہو گئی اور دوسرے کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا اور نور الدین کو ڈھونڈنے پیچھے لوٹی دیکھا کہ وہ اسی جگہ جہاں اس سے ملنے کا وعدہ تھا لگامیں پکڑے نیند میں خراٹے لے رہا ہے اسے نہ سر کا ہوش ہے نہ پاؤں کا۔ مریم نے گھوڑے سے اتر کر اسے دھکا دیا وہ سہم کر جاگ پڑا اور کہنے لگا اے میری آقا' خدا کا شکر ہے کہ تو صحیح سلامت پہنچ گئی مریم نے کہا اٹھ کر چپ چاپ اس گھوڑے پر سوار ہو جا' وہ اس پر سوار ہو گیا او شہزادی مریم دوسرے گھوڑے پر اور دونوں شہر سے نکل آئے۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعدمریم نے نور الدین کی طرف مخاطب ہو کرکہا کہ میں نے تجھ سے کہا نہ تھاکہ سوئیو نہیں کیونکہ جو سویا وہ کھویا۔ نور الدین نے کہا اے میری آقا' کہہ تو سہی کیا بات ہے۔ اس پر مریم نے سارا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک سنایا۔

نور الدین بولا شکر ہے خدا کا کہ ہم بچ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے تیز تیز چلنا شروع کیا اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا اور باتیں کرتے ہوئے اس جگہ پہنچے جہاں شہزادی مریم

غلام کو مار کر پھینک آئی تھی اور جہاں وہ دیو کی طرح زمین پر پڑا تھا۔ مریم نے نور الدین سے کہا اتر کر اس کے کپڑے اتار ڈال اور اس کے ہتھیار لے آ۔ اس نے کہا اے میری آقا' واللہ میں اترتے ڈرتاہوں' نہ میں اس کے قریب کھڑا ہوں اور نہ اس کے پاس پھٹکوں۔ غلام کا ڈیل ڈول دیکھ کر نور الدین ڈر گیا۔ مریم کے کارنامے پراس کا شکرگزار ہوا اور اس کی بہادری اور دلاوری پر تعجب کرنے لگا۔ اس کے بعد وہ رات بھر تیز تیز چلتے رہے' جب صبح ہوئی اور دن نکلا تو وہ ایک بڑے سبزہ زار پر پہنچے جہاں غزال رعنائی کر رہے تھے جس کے ہر طرف سبزی ہی سبزی تھی' پھل آئے ہوئے تھے' چڑیاں بیٹھی ہوئی تھیں اور چشمے ہر طرف بہہ رہے تھے۔ وہاں شہزادی مریم اور نور الدین اتر پڑے تا کہ اس وادی میں ذرا ستا لیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- آٹھ سو اکیانوے ویں رات

آٹھ سو اکیانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- مریم اور نور الدین نے اس وادی میں اتر کر پھل کھائے' پانی پیا اور گھوڑوں کو سبزہ زار میں چھوڑ دیا کہ چریں' پانی پیئں اور نور الدین اور مریم بیٹھ کر اپنی اپنی کہانیاں سنانے اور جدائی کے شکوے شکایت کرنے لگے۔ اتنے میں انہوں نے گرد اٹھتی دیکھی جس سے چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز اور ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دی۔ قصہ یہ تھا کہ جب بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی وزیر سے کر دی اور وزیر اس رات اس کے پاس گیا تو صبح ہوتے بادشاہ انہیں صباح بہ خیر کہنے گیا جیسا کہ بادشاہوں کا اپنی بیٹیوں کے متعلق دستور ہے۔ بادشاہ اپنے ساتھ ریشمی جوڑے لیتا گیا اور راستے میں چاندی سونا نچھاور کیا تا کہ نورکر چاکر اور سنگار کرنے والیاں انہیں اٹھا لیں۔ بادشاہ اور اس کے چند غلام چلتے چلتے نئے محل میں پہنچے' دیکھا کہ وزیر فرش پر پڑا ہوا ہے اور اسے سر پاؤں کی خبر نہیں۔ بادشاہ نے محل میں ادھر ادھر دیکھا اس کی بیٹی بھی کہیں دکھائی نہ دی وہ گھبرا گیااس نے گرم پانی' سرکہ اور کندر منگا کر آپس میں ملایا اور اسے اس کی ناک میں ڈال کر اسے خوب ہلایا۔ پنیر کے ٹکڑے کی طرح بھنگ اس کے پیٹ سے نکل پڑی بادشاہ نے دوبارہ یہی کیا اور جب وزیر کو ہوش آیا تو اس نے اس کی اور اپنی بیٹی مریم کی خیریت پوچھی۔ وزیر بولا اے عظیم الشان بادشاہ' سوائے اس کے مجھے اس کی اور کوئی خبر نہیں کہ اس نے مجھے اپنے ہاتھ سے ایک جام پلایا تھا۔ اس وقت سے مجھے کچھ خبر نہیں' نہ معلوم وہ کہاں ہے

بادشاہ نے وزیر کی یہ باتیں سنیں تو غصے میں اندھا ہو گیا' تلوار کھینچ کر وزیر کے سر پر ایسا وار کیا کہ تلوار چمکتی ہوئی اس کے دانتوں سے نکل گئی۔ اس کے بعد بادشاہ نے غلاموں اور سائیسوں کو بلا کر کہا کہ دونوں گھوڑے لے آؤ۔ وہ بولے اے بادشاہ!

دونوں گھوڑے رات سے غائب ہیں ہمارا داروغہ بھی ان کے ساتھ غائب ہے اور آج صبح ہم نے دیکھا کہ سارے دروازے کھلے پڑے ہیں۔ بادشاہ نے کہا قسم ہے میرے دین و ایمان کی کہ دونوں گھوڑوں کو سوائے میری بیٹی اور اس قیدی کے جو گرجا کی خدمت کرتا تھا کوئی نہیں لے گیا۔ وہی میری بیٹی کو پہلی بار بھی لے گیا تھا۔ اسے میں خوب پہچان گیا تھا' اسی کانے وزیر نے اسے میرے پنجے سے چھڑایا اور اب اس نے مجھے اس کا بدلہ دیا۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے فوراً اپنے تینوں بیٹوں کو بلایا' تینوں بڑے بہادر اور سورما تھے' ہر ایک شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں ایک ایک ہزار کے برابر تھا۔ بادشاہ نے ان سے چلا کر کہا کہ سوار ہو جاؤ' وہ سوار ہو گئے اور بادشاہ بھی اپنے بطریقوں' مصاحبوں اور سرداروں کو لے کر ان کے ساتھ سوار ہو گیا مریم اور نور الدین کی کھوج میں چل کھڑے ہوئے اور اسی وادی میں آ کر انہیں پکڑا انہیں دیکھ کر مریم اٹھ کھڑی ہوئی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار باندھ لی' ہتھیار لگا لئے اور نور الدین سے کہنے لگی کہ لڑائی میں تیرا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ لڑائی میں میری ثابت قدمی ایسی ہے جیسے کھونٹی کی تاڑیں۔

نور الدین کی یہ باتیں سن کر مریم مسکرانے لگی اور بولی اے میرے آقا نور الدین' تو اپنی جگہ کھڑا رہیو' میں ان کے لئے کافی ہوں خواہ ان کا شمار ریت کے ذروں کی طرح کیوں نہ ہو اب مریم تیار ہو کر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ گئی باگ ڈھیلی چھوڑ دی اور گھوڑا اس طرح نکلا جیسے آندھی یا نل کا پانی' مریم اپنے زمانے کی سب سے بہادر لڑکی تھی کیونکہ باپ نے اسے بچپن ہی سے شہسواری اور جنگ جوئی سکھائی تھی۔ اس نے نور الدین سے کہا کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میرے پیچھے پیچھے رہیو اور اگر ہم بھاگیں تو خبردار تو گھوڑے سے گریو نہیں یاد رکھ تیرے گھوڑے کو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ جب بادشاہ کی نظر اپنی بیٹی مریم پر پڑی تو وہ اسے پہچان گیا اور اپنے بڑے بیٹے کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے برطوط' مجھے یقین ہے کہ یہ تیری بہن مریم ہے' وہ ہمارے مقابلے پر آمادہ ہے اورہم سے جنگ کرنا چاہتی ہے۔ بڑھ کر اس پر حملہ کر

لیکن قسم ہے تجھے مسیح اور سچے دین کی اگر تو' اس پر فتح پا جائے تو جب تک عیسائیوں کا دین اس کے سامنے پیش نہ کر لیجیو اسے قتل نہ کیجنو۔ اگر وہ اپنا پرانا دین اختیار کر لے تو اسے گرفتار کرکے لے آیو' اور اگر انکار کرے تو اسے بری طرح سے قتل کر دیجیو تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور یہی کارروائی اس ملعون کے ساتھ کیجنو جو اس کے ساتھ ہے۔ برطوط بولا سر آنکھوں سے اور فوراً بڑھ کر اس نے اپنی بہن مریم پر حملہ کر دیا۔ وہ بھی ادھر سے بڑھ کر اس کے قریب آ گئی۔ برطوط نے کہا اے مریم' کیا یہ کافی نہ تھا کہ تو نے باپ داداؤں کا مذہب چھوڑ کر خانہ بدوشوں کا مذہب یعنی اسلام اختیار کر لیا! قسم ہے مسیح اور سچے دین کی اگر تو نے اپنے باپ دادا بادشاہوں کا دین نہ اختیار کر لیا اور اس کی اچھی طرح پیروی نہ کی تو میں تجھے اس بری طرح قتل کروں گا کہ لوگوں کو عبرت ہو گی۔ مریم اپنے بھائی کی باتوں پر ہنس پڑی اور کہنے لگی کہ گئی بات پھر ہاتھ نہیں آتی نہ مر کر کوئی پھر زندہ ہوتا ہے۔ ابھی تو تجھے اس سے زیادہ ناکامیاں اٹھانی ہیں۔ قسم ہے خدا کی کہ میں محمد بن عبداللہ کے دین سے منہ نہیں موڑوں گی کیونکہ وہی سچا دین ہے اگر مجھے موت کا جام پینا پڑے تو بھی میں اس سیدھے راستے سے نہیں پھروں گی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

آٹھ سو بانوے ویں رات

آٹھ سو بانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- مریم نے کہا اگر مجھے موت کا جام بھی پینا پڑے تو بھی میں سیدھے راستے سے منہ نہیں موڑوں گی۔ جب ملعون برطوط نے اپنی بہن کو یہ کہتے سنا تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور اس پر وہ باتیں سخت گراں گزریں اب دونوں میں لڑائی ہونے لگی۔ جب وہ اپنی بہن مریم پر کوئی نیا ہاتھ مارتا تو وہ اسے نہایت خوبی سے روک لیتی۔ اس لڑائی نے اتنا طول کھینچا کہ دونوں گرد آلود اور گھوڑے نظروں سے غائب ہو گئے۔ برطوط حملہ کرتے کرتے تھک گیا تو مریم نے اس پر ایسا وار کیا کہ اس کی تلوار چمکتی ہوئی گردن کے آرپار ہو گئی اور خدا نے جلدی سے اس کی روح جنہم میں پہنچا دی جو بری جگہ ہے۔ اب مریم گھوڑے کو میدان میں جولانی دینے لگی اور کہا' ہے کوئی بہادر جنگجو' جو میرے مقابلے میں آئے؟ محض سورمانکل کر آئیں تاکہ میں انہیں ذلت کا جام پلاؤں۔ اے بت پرستو' کافرو اور گمراہو' آج کے دن ایمان والوں کا چہرہ سفید ہو گا اور کافروں کا سیاہ۔

URDU4U.COM

بادشاہ نے دیکھا کہ اس کا بڑا بیٹا مارا گیا تو وہ اپنا منہ پیٹنے لگا کپڑے پھاڑ ڈالے اور منجھلے بیٹے کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے برطوس' فوراً اپنی بہن مریم کے مقابلے کے لئے نکل اپنے بھائی برطوط کا بدلہ اس سے لے اور اسے ذلت و خواری کے ساتھ گرفتار کرکے میرے پاس لے آ۔ اس نے کہا ابا جان' سر آنکھوں سے اور فوراً اپنی بہن مریم کے مقابلے کے لئے نکل کھڑا ہوا اور حملہ کر دیا۔ ادھر سے مریم بھی حملہ آور ہوئی دونوں میں پہلے سے بھی زیادہ لڑائی ہونے لگی۔ بھائی نے دیکھا اس کی مریم کے آگے کچھ چلتی نظر نہیں آتی۔ وہ چاہتا تھا کہ بھاگ کھڑا ہو مگر مریم نے اسے مہلت نہ دی اس کے قریب آ کر ایسا ہاتھ دیا کہ اس کا سر بھٹا سا اڑ گیا۔ اب مریم پھر میدان

میں جولانی کرنے لگی اور کہا' کہاں ہیں شہسوار سورما اور کہاں ہے بے دین کانا وزیر؟ اس کا باپ بادشاہ زخمی دل اور فگار آنکھوں سے کہنے لگا کہ قسم ہے مسیح اور سچے دین کی
URDU4U.COM
اس نے میرے منجھلے بیٹے کو بھی قتل کر دیا۔ یہ کہہ کر اس نے چھوٹے بیٹے کو آواز دی اور کہا اے فسیان' اپنی بہن سے لڑنے کے لئے تیار ہو جا' جا کر اپنے دونوں بھائیوں کا بدلہ لے اور اس کا مقابلہ کر خواہ ادھر یا ادھر اور اگر تو اسے زیر کر لے تو بری طرح قتل کیجنو۔ غرض کہ اب مریم کا چھوٹا بھائی اس کے مقابلے میں نکلا مریم نے اس پر نہایت بہادری اور خوبی سے حملہ کیا اور کہنے لگی اے ملعون' اے اللہ اور مسلمانوں کے دشمن' میں تجھے بھی ابھی تیرے بھائیوں سے ملائے دیتی ہوں' کافروں کے رہنے کی جگہ بری ہے۔ یہ کہہ کر اس نے میان سے تلوار نکالی اور ایسا وار کیا کہ اس کی گردن اور دونوں بانہیں اڑ گئیں۔ وہ بھی اپنے بھائیوں سے جا ملا اور خدا نے اس کی روح فوراً جہنم میں بھیج دی جو بری رہنے کی جگہ ہے۔

جب بطریقوں اور شہسواروں نے جو بادشاہ کے ساتھ تھے دیکھا کہ اس کے تینوں بیٹے مارے گئے حالانکہ وہ بڑے سورما تھے تو اس کے دل میں شہزادی مریم کی طرف سے ڈر بیٹھ گیا اوردہشت سما گئی' انہوں نے سر نیچا کر لیا انہیں موت' سر کوبی اور ذلت و خواری کا یقین آ گیا اور غصے سے ان کے دل میں آگ بھڑک اٹھی وہ دم دبا کر بھاگے۔

بادشاہ نے دیکھا کہ اس کے تینوں بیٹے مارے گئے اور لشکر بھاگ کھڑا ہوا تو وہ حیران و پریشان اور ڈرنے لگا اس کے دل میں ایک آگ بھڑکنے لگی اور وہ اپنے جی میں کہنے لگا کہ شہزادی مریم ہمیں بے حد حقیر سمجھتی ہے اگر میں ہمت کرکے اکیلا اس کے مقابلے میں نکلوں تو ممکن ہے کہ وہ مجھے بھی نیچا دکھلائے اور بری طرح سے قتل کر دے جیسے کہ اس نے اپنے بھائیوں کو قتل کیا ہے کیونکہ اسے اب ہم سے کوئی امید باقی نہیں' نہ ہمیں اس کے لوٹ آنے کی پروا ہے لہٰذا بہتر ہے کہ اپنی عزت بچا کر اپنے شہر چلا جاؤں۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے اپنے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور اپنے شہر کی طرف چل دیا۔ جب وہ محل میں پہنچا تو اس کے دل میں آگ بھڑک رہی تھی کیونکہ

اس کے تینوں بیٹے مارے گئے اور لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور عزت خاک میں مل گئی۔

ابھی وہ آدھے ہی پل بیٹھا ہو گا کہ اس نے اپنے مصاحبوں اور سرداروں کو بلوایا اور ان سے اپنی بیٹی کی شکایت کی کہ اس نے اس کے تینوں بیٹوں کو قتل کر دیا جس پر اسے بے حد رنج ہے اور ان سے مشورہ چاہا۔ سب نے یہی مشورہ دیا کہ وہ خلیفہ ہارون الرشید کے نام خط لکھے اور اسے سارے واقعے سے آگاہ کرے بادشاہ نے خلیفہ ہارون الرشید کو اس مضمون کا خط لکھا کہ "امیر المومنین کو سلام کے بعد معلوم ہو کہ میری ایک بیٹی ہے جس کا نام مریم زناریہ ہے اسے ایک مسلمان قیدی نے جس کا نام نور الدین علی ابن تاجر تاج الدین مصری ہے ' خراب کر دیا تھا اور ایک رات لے کر بھاگ گیا تھا۔ میں اپنے آقا امیر المومنین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مسلمان ملکوں میں خط لکھ کر اس کا پتا چلائے اور ایک معتمد ایلچی کے ہاتھ یہاں بھیج دے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• آٹھ سو ترانوے ویں رات

URDU4U.COM

آٹھ سوترانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- افرنجہ کے بادشاہ نے امیرالمومنین ہارون الرشید کو خط لکھا کہ "میری بیٹی کو تلاش کر کے اپنے نوکروں میں سے ایک معتمد ایلچی کے ہاتھ میرے پاس بھیج دے۔" اس خط میں یہ بھی تھا کہ "اس مہربانی کے بدلے میں تجھے رومتہ الکبری کا آدھا شہر دے دوں گا تاکہ تو وہاں مسلمانوں کے لئے ایک مسجد بنوا لے اور اس کا خراج وصول کرے۔" جب وہ اپنے درباریوں اور مصاحبوں کے مشورے کے مطابق یہ خط لکھ چکا تو اس نے اسے لپیٹا اور اس وزیر کو بلوایا جسے اس نے کانے وزیر کی جگہ وزیر بنایا تھا اور اس سے کہا کہ اس پر شاہی مہر لگا۔ اسی طرح تمام سرداروں نے اپنے اپنے دستخط کر کے مہریں لگا دیں اب بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ اگر تو میری بیٹی کو لے آیا تو میں تجھے دو امیروں کی جاگیر عطا کروں گا اور دوہری جھالر کی خلعت پہناؤں گا۔ یہ کہہ کر اس نے خط وزیر کو دیا اور کہا بغداد جا کر یہ خط خود خلیفہ کے ہاتھ میں دیجیو۔ وزیر خط لے کر روانہ ہو گیا' گھاٹیاں اور بیابان طے کرتا ہوا بغداد پہنچا۔ وہاں پہنچ کر وہ پہلے تین دن ستایا' پھر لوگوں سے امیر المومنین ہارون الرشید کے محل کا پتا دریافت کیا۔ لوگوں نے اسے وہاں پہنچا دیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر امیر المومنین سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ جب اجازت مل گئی تو وزیر اندر گیا اور اس کے آگے زمین چوم کر اسے افرنجہ کے بادشاہ کا خط پیش کیا اور اس کے ساتھ وہ تحفے تحائف بھی' جو امیر المومنین کے قابل تھے۔ جب امیر المومنین نے خط کھول کر پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا تو فوراً اپنے وزیروں کو حکم دے دیا کہ تمام اسلامی ممالک میں خط لکھے جائیں وزیروں نے خطوط لکھے' مریم اور نور الدین کے حلئے اور دونوں کے نام لکھے اور یہ کہ وہ بھاگ کر آئے ہیں جو کوئی انہیں پکڑے امیر المومنین کے پاس بھیج دے اور خبردار اس میں نہ سستی کی جائے نہ

غفلت' خطوط پر مہر لگی اور وہ پیادوں کے ہاتھ ہر صورت میں روانہ کر دیئے گئے۔

یہ تو ان بادشاہوں کا قصہ ہوا' اب نور الدین مصری اور افرنجہ کے بادشاہ کی بیٹی مریم زناریہ کی داستان سنو۔ بادشاہ اور اس کے لشکر کے بھاگنے کے بعد انہوں نے فوراً سوار ہو کر شام کی راہ لی' خدا نے ان کی پردہ پوشی کی اور وہ دمشق پہنچ گئے۔ لیکن خلیفہ کے فرستادے ان سے ایک دن پہلے وہاں پہنچ چکے تھے اور دمشق کے والی کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ اس کا فرض ہے کہ وہ دونوں جب کبھی اسے ملیں وہ انہیں پکڑ کر خلیفہ کے پاس بھیج دے۔ جوں ہی دونوں دمشق میں داخل ہوئے جاسوسوں نے ان کے پاس جا کر ان کے نام پوچھے' انہوں نے ٹھاک ٹھیک بتا دیا اور اپنا سارا قصہ سنا دیا۔

جاسوسوں کو معلوم ہو گیا کہ دونوں یہی ہیں وہ انہیں پکڑ کر دمشق کے والی کے پاس لے گئے اور والی نے انہیں دارالسلام بغداد بھجوا دیا۔ بغداد پہنچ کر انہوں نے امیر المومنین ہارون الرشید سے ملنے کی اجازت مانگی اجازت ملنے کے بعد وہ اس کے پاس آئے اور اس کے آگے زمین چومی اور کہا اے امیر المومنین یہ ہے افرنجہ کے بادشاہ کی بیٹی مریم زناریہ اور یہ ہے کہ مصری تاجر تاج الدین کا بیٹا نور الدین جس نے اسے خراب کیا ہے اور اسے اس کے وطن سے چرا کر دمشق لایا ہے۔ ان کے داخل ہوتے ہی ہم نے انہیں پکڑا اور ان کے نام پوچھے انہوں نے سچ سچ بتا دیا۔ اس کے بعد ہم انہیں لے تیری خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

امیر المومنین کی نظر مریم پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ اس کا قد درمیانہ بدن سڈول اور باتیں میٹھی ہیں اس جیسی حسین دنیا میں نہ ہو گی' علاوہ بریں اس کے چہرے سے بہادری ٹپکتی ہے۔ خلیفہ کے قریب پہنچ کر مریم نے اس کے آگے زمین چومی اور دعا دی کہ خدا اس کی عزت اور نعمتیں قائم رکھے اور اسے آفتوں سے بچائے! خلیفہ کو اس کی خوب صورتی اور شیریں زبانی پر تعجب ہوا اس نے پوچھا کہ تو ہی مریم زناریہ ہے جو افرنجہ کے بادشاہ کی بیٹی ہے؟ مریم نے کہا ہاں امیر المومنین' موحدین کے امام' دین کی پشت و پناہ اور رسول اللہ کے چچا زاد بھائی۔ اب خلیفہ نے علی نور الدین کی طرف نظر

اٹھائی دیکھا کہ وہ بڑا خوش رو اور خوب صورت جوان ہے گویا چودھویں رات کا چاند‘ خلیفہ نے پوچھا نور الدین علی تو ہی ہے جو تاجر تاج الدین کا بیٹا اور قیدی ہے؟ اس نے کہا اے امیر المومنین! ہاں۔ خلیفہ نے پوچھا کہ تو اس لڑکی کو اس کے باپ کے ملک سے کیوں بھگا لایا؟ اس پر نور الدین نے سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا۔ یہ قصہ سن کر خلیفہ کو بڑا اچنبھا ہوا اور خوشی بھی ہوئی اور وہ کہنے لگا کہ مرد کیا کیا تکلیفیں جھیلتے ہیں!

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• آٹھ سو چورانوے ویں رات

URDU4U.COM

آٹھ سو چورانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- خلیفہ ہارون الرشید کو نور الدین کا قصہ سن کر بڑا تعجب ہوا' اس نے شہزادی مریم کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے مریم' سن تیرے متعلق تیرے باپ افرنجہ کے بادشاہ نے مجھے لکھا ہے' تو کیا کہتی ہے؟ مریم نے کہا اے زمین پر خدا کے خلیفہ اور نبی کی سنتوں اور فرضوں کے قائم کرنے والے' خدا تجھے ہمیشہ نعمتوں میں رکھے اور تکلیفوں سے بچائے! تو خدا کی زمین پر اس کا نائب ہے اور میں تمہارے دین میں داخل ہو چکی ہوں کیونکہ وہی مضبوط اور صحیح دین ہے اور میں نے کافروں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو مسیح پر بہتان لگاتے ہیں۔ میں خدا پر اور ان چیزوں پر جو اس کا رسول لایا ہے ایمان رکھتی ہوں' پاک خدا کی پرستش کرتی ہوں' اس کی توحید کی قائل ہوں' اس کے آگے عاجزی سے سجدہ کرتی ہوں اس کی بزرگی بیان کرتی ہوں اور خلیبفہ کے سامنے اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہیں اور محمد خدا کے رسول ہیں جنہیں اس نے ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دکھائے خواہ مشرکین کتنا ہی برا کیوں نہ مانیں۔ اے امیر المومنین کیا تیرا دل یہ گوارا کر سکتا ہے کہ ملحدوں کے بادشاہ کے لکھنے پر تو مجھے کافروں کے ملک کو بھیج دے جو خدا کے ساتھ شرک' صلیب کی تعظیم اور بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور عیسی کی الوہیت کے قائل ہیں حالانکہ وہ مخلوق ہے! اے خدا کے نائب' اگر تو نے ایسا کیا تو میں حشر کے دن خدا کے آگے تیرا دامن پکڑوں گی اور تیرے چچیرے بھائی رسول اللہ کے آگے تیری شکایت کروں گی اور "وہ' وہ دن ہو گا کہ نہ مال کام آئے گا نہ اولاد' اگر کوئی چیز کام آئے گی تو انسان کا سچا دل۔" امیر المومنین نے کہا اے مریم! خدا نہ کرے کہ میں ایسا کروں۔ میں ایک مسلمہ موحد کو ایسی جگہ کیسے بھیج سکتا ہوں جہاں خدا اور اسکے رسول نے منع

کیا ہو! مریم بولی میں اقرار کرتی ہوں کہ سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہیں اور یہ بھی اقرار کرتی ہوں کہ محمد اس کے رسول ہیں۔ امیر المومنین نے کہا' مریم' خدا تجھے برکت دے اور اسلام کی طرف اور زیادہ ہدایت کرے۔ چونکہ تو مسلمان ہو گئی ہے تیرا ہم پر حق ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ میں تیرے ساتھ کبھی ناانصافی نہ کروں گا خواہ تیرے بدلے مجھے زمین بھر سونا اور جواہرات ہی کیوں نہ مل رہے ہوں۔ تو اطمینان رکھ اور بالکل غم نہ کر کیا تو اس پر راضی ہے کہ یہ جوان علی مصری تیرا شوہر اور تو اس کی بیوی' مریم بولی میں کیونکر راضی نہ ہوں گی کہ یہ میرا شوہر ہو! اسی نے تو اپنے مال سے مجھے مول لیا ہے اور میرے اوپر بڑے بڑے احسان کئے ہیں' منجملہ ان کے وہ میری خاطر کئی بار اپنی جان پر کھیل چکا ہے۔

امیر المومنین نے لڑکی کی شادی نور الدین سے کر دی اس کا مہر باندھا اور شادی کے دن قاضی اور گواہوں کو بلوا کر اس کا نکاح نامہ لکھوا دیا' وہ دن دیکھنے کے قابل تھا۔

اب امیر المومنین روم کے بادشاہ کے وزیر کی طرف مخاطب ہوا جو اس وقت وہاں موجود تھا اور اس سے کہنے لگا تو نے اس کی باتیں سنیں؟ وہ اب مسلمان ہے اور میں اسے اس کے باپ کے پاس جو کافر ہے کیونکر بھیج سکتا ہوں' وہ اس کے ساتھ برا سلوک اور اس پر ظلم کرے گا خاص کر اس وجہ سے کہ اس نے اس کے بیٹوں کو قتل کیا ہے' اور قیامت کے دن اس کا گناہ میری گردن پر ہو گا! لہذا تو اپنے وطن واپس جا کر بادشاہ سے کہہ دے کہ یہ باتیں جانے دے اور بیٹی سے ہاتھ دھو بیٹھ۔ وزیر بے وقوف تو تھا ہی کہنے لگا اے امیر المومنین! قسم ہے مسیح اور سچے دین کی کہ میں بغیر مریم کو لئے واپس نہیں جا سکتا خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو گئی ہو' اگر میں بے اس کے گیا تو بادشہ مجھے مار ڈالے گا۔ خلیفہ بولا کہ پکڑو اس مردود کو' اسے قتل کر دو اور جلا دو۔ شہزادی مریم بولی اے امیر المومنین' اس مردود کے خون سے اپنی تلوار گندی نہ کر اور خود تلوار کھینچ کر اس پر ایسا وار کیا کہ سر تن سے جدا ہو گیا اور

وہ جہنم واصل ہوا۔ خلیفہ کو اس کی پھرتی اور دلیری پر بڑا تعجب ہوا اس کے بعد خلیفہ نے نور الدین کو خلعت بخشا اور دونوں کے لئے خاص اپنے محل میں ایک حصہ عنایت کیا' اور ان کا ماہانہ اور روزینہ مقرر کر دیا اور حکم دے دیا کہ ان کے لئے تمام ضروری چیزیں کپڑے' فرش اور نفیس برتن مہیا کر دیئے جائیں غرض کہ وہ بغداد میں نہایت عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے لگے۔

اس کے بعد نور الدین کو اپنے ماں باپ سے ملنے کا اشتیاق ہوا اس نے خلیفہ سے اجازت چاہی کہ وہ اپنے وطن جا کر عزیز و اقارب سے ملے اور مریم کو بھی بلا کر خلیفہ کے سامنے پیش کیا۔ خلیفہ نے اجازت دے۔ قیمتی ہدیئے اور تحفے ان کے ساتھ کر دیئے' دونوں کو ایک دوسرے کی خبر گیری کرنے کی تاکید کر دی اور حکم دیا کہ مصر کے امرا' علما اور رؤسا کو خطوط لکھے جائیں کہ وہ نور الدین' اس کی بیوی اور ماں باپ کی خبر گیری رکھیں اور ان کا احترام کریں۔ جب یہ خبر تاج الدین کو مصر میں پہنچی تو وہ اپنے بیٹے کی واپسی پر بے حد خوش ہوا ماں کو بھی بہت خوشی ہوئی اور خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں سارے بڑے لوگ اس کے خیر مقدم کے لئے گئے اس سے ملے' یہ دن دیکھنے کے قابل تھا کہ سب پیارے آپس میں مل گئے۔ آئے دن کسی نہ کسی امیر کے گھر دعوت ہونے لگی اور سبھوں نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ نور الدین سے مل کر اس کے والدین بہت خوش ہوئے اور ان کا رنج و غم دور ہو گیا' اس طرح وہ شہزادی مریم سے مل کر بے حد خوش ہوئے' اس کی بڑی عزت کی۔ ہر دن ان کے لئے عید کا دن تھا وہ نہایت عیش و عشرت سے دن گزارنے لگے یہاں تک کہ مزوں کو کرکرا اور صحبتوں کو تتر بتر کرنے والی' گھروں اور محلوں کو اجاڑنے اور قبروں کو آباد کرنے والے موت آ پہنچی۔ وہ دنیا سے چل بسے اور ان کا شمار مردوں میں ہو گیا۔ پاک ہے وہ ذات جو زندہ ہے اور کبھی مرتی نہیں اور جس کے ہاتھ میں حکومت کی کنجیاں ہیں.......

○ مصری شوہر اور فرنگن بیوی کی کہانی

URDU4U.COM

قاہرہ کا والی امیر شجاع الدین بیان کرتا ہے کہ ہم نے ایک رات صعید مصر میں ایک شخص کے ساتھ گزاری۔ اس نے ہماری دعوت کی اور ہمارا بہت احترام کیا۔ یہ شخص گندم گوں کیا بلکہ خاصا سیاہ فام اور بوڑھا تھا مگر اس کے چھوٹے چھوٹے بچے گورے اور سرخی مائل تھے۔ ہم نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تیرے بچے گورے ہیں اور تو سیاہ؟ اس نے جواب دیا کہ ان کی ماں فرنگن ہے اور یہ عجیب و غریب قصہ ہے ہم نے کہا کہ کیا تو ہمیں یہ قصہ بتا سکتا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ سنو میں نے ایک بار اس شہر میں سن کی کھیتی کی، جب وہ تیار ہو گئی تو اسے کاٹا اور بنایا۔ اس میں میرے پانچ سو دینار صرف ہوئے لیکن جب میں اسے بیچنے لگا تو اس سے زیادہ دام کسی نے نہ لگائے۔ لوگوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اسے عکا لے جاؤں، وہاں مجھے فائدہ ہو گا۔ اس وقت عکا فرنگیوں کے ہاتھ میں تھا۔ میں سن لے کر عکا گیا۔ اوراس میں سے تھوڑا سا چھ مہینے کی میعاد پر بیچا۔ اسی اثنا میں ایک فرنگن میرے پاس سن خریدنے آئی، فرنگنوں کا دستور ہے کہ بازار میں بے نقاب پھرتی ہیں۔ اس کا حسن دیکھ کر میں دنگ رہ گیا اس کے ہاتھ میں نے کچھ مال ادھار بیچا اور وہ لے کر چل دی تھوڑے دنوں کے بعد وہ پھر میرے پاس آئی پھر میں نے اس کے ہاتھ ادھار بیچا لیکن پہلے سے بھی زیادہ مدت کے لئے۔ اب وہ بار بار آنے لگی۔ اور تاڑ گئی کہ میں اسے چاہتا ہوں۔ وہ ہمیشہ ایک بڑھیا کے ساتھ آیا کرتی تھی، میں نے بڑھیا سے کہا کہ میں اس کی محبت میں گرفتار ہو گیاہوں، کیا تو کسی ترکیب سے میرا وصال اس سے کرا سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا میں ترکیب تو نکال سکتی ہوں لیکن یہ بھید ہم تینوں سے باہر نہ جانے پائے۔ علاوہ اس کے تجھے کچھ دام بھی خرچ کرنے پڑیں گے۔ میں نے کہا اگر مجھے اپنی جان بھی دے دینی پڑے تو کم ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- آٹھ سو پچانوے ویں رات

آٹھ سو پچانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ اس شخص نے کہا اگر مجھے جان بھی دینی پڑے تو دریغ نہ کروں گا۔ اب یہ فیصلہ ہوا کہ وہ بڑھیا کو پچاس دینار دے دے اور لڑکی اس کے پاس آئے۔ اسنے پچاس دینار نکال کر اسے دے دیئے۔ جب بڑھیا نے دینار لے لئے تو کہنے لگی کہ آج رات کو وہ تیرے ہاں آئے گی' اس کے لئے کوئی جگہ اپنے گھر میں آراستہ کر رکھیو۔ اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے جا کر اپنی حیثیت کے مطابق کھانا پینا اور موم بتیاں تیار کیں۔ میرا مکان سمندر کے کنارے تھااور زمانہ گرمیوں کا' اس لئے میں نے چھت پر فرش بچھایا' فرنگن آئی ہم نے کھایا پیا اور جب رات زیادہ گزری تو ہم وہیں آسمان کے نیچے لیٹ گئے۔ چاند ہمارے اوپر چمک رہا تھا اور سمندر میں تاروں کے عکس ہمیں دکھائی دے رہے تھے۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا تجھے خدا کے آگے شرم نہیں آتی کہ تو پردیسی آسمان کے نیچے اور سمندر کے کنارے ہو کر ایک فرنگن کے ساتھ خدا کی نافرمانی کرتا اور دوزخ کے عذاب کا مستحق بنتا ہے۔ خداوندا! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ تیری شرم اور تیرے عذاب کے ڈر سے میں آج رات اس فرنگن کے ساتھ گناہ کا مرتکب نہیں ہوتا۔ یہ کہہ کر میں صبح تک سوتا رہا' وہ صبح کو ناراض ہو کر اٹھی اور اپنے گھر چلی گئی میں اپنی دکان پر جا کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں وہ اور بڑھیا دونوں میرے پاس سے گزریں' وہ طیش میں بھری ہوئی تھی اور اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میں بے حال ہو گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا تو ایسا کہاں کا آیا جو اس لڑکی سے کنارہ کشی کرتا ہے؟ کیا تو سری مقطی ہے یا بشرحانی' جنید بغدادی یا فضیل بن عیاض؟ یہ کہہ کر میں بڑھیا کے پاس گیا اور کہا کہ اسے دوبارہ میرے ہاں لا۔ بڑھیا

بولی کہ مسیح کی قسم میں سو دینار سے کم میں اسے نہ لاؤں گی۔ میں نے اسے سو دینار دے دیئے اور وہ اسے پھر لے آئی۔ لیکن جب وہ میرے پاس آئی تو میں پھر وہی سوچ کر گناہ سے باز آیا اور اسے خدا کے ڈر سے چھوڑ دیا۔

URDU4U.COM

صبح کو حسب معمول میں پھر اپنی دکان پر جا بیٹھا۔ بیٹھا ہی تھا کہ وہ بڑھیا تیوری چڑھائے میری دکان کے سامنے سے گزری۔ میں نے کہا اسے ایک دفعہ اور لے آیا وہ بولی اب پانچ سو دینار سے کم میں تو' اس کی صورت نہیں دیکھ سکتا۔ میں یہ سن کر کانپ اٹھا اور پکا ارادہ کر لیا کہ سن کے تمام دام لے کر اپنی جان کے فدیئے میں دے دوں گا۔ اتنے میں ایک منادی ڈھنڈورا پیٹتا ہوا آیا کہ اے مسلمانو! جو وقتی صلح ہمارے اور تمہارے درمیان تھی ختم ہو گئی' اب جتنے تم میں سے یہاں باقی ہیں انہیں ہم ایک ہفتے کی مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ اپنا کاروبار ختم کرکے اپنے اپنے ملکوں کو چلے جائیں۔ اس صورت میں اس لڑکی کا آنا جانا بھی معدوم اور میں اپنے سن کے دام لوگوں سے وصول کرنے لگا جسے میں نے ادھار بیچا تھا' جتنے دام وصول ہوسکے وصول کئے اور جو باقی رہ گئے ان کے بدلے دوسرا مال لے لیا۔ غرض کہ عکا سے عمدہ عمدہ مال لے کر چل دیا مگر دل میں اسی فرنگن کی لو لگی رہی کیونکہ وہ میرے دل اور مال دونوں پر قبضہ کر چکی تھی' دمشق پہنچ کر سامان خوب مہنگا بیچا۔ صلح کے ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ چیزیں بہت مہنگی ہو گئی تھیں' خدا نے مجھے بہت فائدہ دیا۔ اب میں نے ان کنیزوں کی تجارت شروع کر دی جو لڑائی میں پکڑی گئی تھیں تاکہ اس فرنگن کی طرف سے مجھے تسکین ہو جائے اور تین سال تک اسی کام میں لگا رہا۔ اس کے بعد جو ماجرا ملک ناصر کو فرنگیوں کے ساتھ پیش آیا سب جانتے ہیں۔ خدا نے اسے ان پر فتح دی اور اس نے ان کے تمام بادشاہوں کو گرفتار کرکے خدا کے حکم سے سمندر کے کنارے کا تمام ملک اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس اثنا میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص ملک ناصر کے لئے ایک کنیز خریدنے میرے پاس آیا۔ میرے پاس ایک نہایت حسین کنیز تھی اسے میں نے پیش

کیا اور اس شخص نے اسے سو دینار میں خرید لیا۔ نوے دینار تو اس نے نقد ادا کر دیئے اور دس باقی رہے' اس وقت شاہی خزانے میں روپے کی کمی تھی کیونکہ سارا مال فرنگیوں کی لڑائی میں خرچ ہو چکا تھا جب بادشاہ کو یہ خبر ملی تو اس نے کہا اسے وہاں لے جاؤ جہاں قیدی لڑکیاں ہیں اور دس دینار کے بدلے ایک فرنگن لڑکی پسند کر لینے دو۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

URDU4U.COM

○○○

- ## آٹھ سو چھیانوے ویں رات

آٹھ سو چھیانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ ملک ناصر نے حکم دیا کہ میں ایک کنیز پسند کر لوں' لوگ مجھے وہاں لے گئے جہاں قیدی لڑکیاں تھیں۔ کنیزوں کو دیکھتے دیکھتے میری نظر اسی فرنگن لڑکی پر جا پڑی جس سے مجھے محبت تھی اور میں اسے پہچان گیا۔ وہ ایک فرنگی شہسوار کی بیوی تھی' میں نے ان سے کہا کہ اسے مجھ کو دے دو جب میں اسے لے کر اپنے خیمے میں آیا تو میں نے پوچھا کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟ وہ بولی نہیں۔ میں نے کہا میں وہی تیرا دوست تاجر ہوں جو سن کی تجارت کرتا تھا میرے اور تیرے درمیان کچھ باتیں پیش آ چکی ہیں تو مجھ سے ڈیڑھ سو دینار بھی لے چکی ہے۔ بلکہ پانچ دینار اور لینے کی امید رکھتی تھی اب میں نے دس دینار میں تجھے خرید لیا ہے۔ وہ بولی کہ یہ تیرے سچے دین کی بدولت ہے' میں اقرار کرتی ہوں کہ خدا کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں اور محمد خدا کے رسول ہیں۔ غرض وہ مسلمان ہو گئی اور بہت اچھی مسلمان ہوئی۔ اب میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ خدا کی قسم جب تک میں اسے آزاد کرکے قاضی کو خبر نہ کر لوں اس سے ہم بستر نہ ہوں گا۔ میں نے جا کر ابن شداد سے سارا ماجرا بیان کیا اوراس نے نکاح پڑھا دیا۔ میں اس سے ہم بستر ہوا اور وہ حاملہ ہو گئی۔ اس کے بعد لشکر روانہ ہو گیا اور ہم لوگ دمشق چلے گئے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد دونوں طرف سے معاہدے کی رو سے تمام قیدی مرد اور عورتیں واپس دے دی گئیں سوائے اس عورت کے جو میرے پاس تھی کوئی باقی نہ رہی۔ اب لوگ کہنے لگے کہ فلاں شہسوار کی بیوی نہیں آئی۔ اس کے متعلق پوچھ گچھ اور بڑی جستجو ہونے لگی۔ لوگوں نے خبر دی کہ وہ میرے پاس ہے انہوں نے اسے مجھ سے مانگا۔ میں اس کے پاس نہایت پریشان حالت میں پہنچا میرا رنگ فق

تھا۔ اس نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا بادشاہ کافرستادہ قیدیوں کو لینے آیا ہے اور تجھے بھی مجھ سے لینا چاہتا ہے۔ وہ بولی کہ گھبرا نہیں مجھے بادشاہ کے پاس لے چل' میں جانتی ہوں کہ اس سے کیا کہنا چاہیے۔

URDU4U.COM

مصری کا بیان ہے کہ میں اسے لے کر سلطان ملک ناصر کے پاس گیا دیکھا کہ فرنگیوں کے بادشاہ کاایلچی اس کے دائیں طرف بیٹھا ہوا ہے' میں نے کہا یہی وہ عورت ہے جو میرے پاس ہے۔ ملک ناصر نے ایلچی کے سامنے اس سے پوچھا کہ تو اپنے وطن جانا چاہتی ہے یا اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے' خدا نے تم سب کو آزاد کر دیا ہے۔ عورت نے سلطان سے کہا کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں اور میرا پیٹ دیکھ کہ حاملہ ہوں' اب میرا وجود فرنگیوں کے لئے بیکار ہے ایلچی نے کہا کون تجھے زیادہ عزیز ہے یہ مسلمان یا فلاں شہسوار جو تیرا شوہر ہے؟ اس نے وہی جواب دیا جو سلطان کو دیا تھا۔ ایلچی نے اپنے ساتھ والے فرنگیوں سے کہا کہ تم نے سن لیا کہ یہ کیا کہتی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں' ایلچی نے مجھ سے کہا کہ تو اپنی بیوی کو لے جا۔ میں ابھی چند قدم گیا ہوں گا کہ ایلچی نے مجھے واپس بلوایا اور کہا کہ لڑکی کی ماں نے میرے ہاتھ اس کے لئے ایک امانت یہ کہہ کر بھیجی ہے کہ میری بیٹی قید میں ہے اس کے پاس پہننے کو کپڑے نہیں' میں چاہتی ہوں کہ تو اسے یہ شندوق پہنچا دے۔ لہٰذا یہ صندوق بھی لیتا جا۔ میں نے صندوق لے لیا اور گھر پہنچ کر جب اسے کھولا تو دیکھا کہ اس کے کپڑے اسی طرح رکھے ہیں جیسے وہ چھوڑ آئی تھی اور دونوں توڑے بھی ایک پچاس اور دوسرا سو دینار کا اس میں رکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح بندھے ہوئے ان میں کوئی تغیر نہیں۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ یہ اسی کے بچے ہیں اور وہ ابھی زندہ ہے۔ اسی نے یہ کھانا تمہارے لئے پکایا ہے۔ یہ قصہ سن کر ہمیں سخت تعجب ہوا اور بڑا لطف آیا' خدا بہتر جاننے والا ہے۔

○ ایک مال دار بغدادی اور اس کی کنیز کی کہانی

پرانے زمانے کا ذکر ہے بغداد میں ایک امیرزادہ رہتا تھا جس نے اپنے باپ سے بہت بڑی میراث پائی تھی۔ اسے ایک کنیز سے عشق تھا کنیز کو بھی اس سے ایسی ہی محبت
URDU4U.COM
تھی جیسے اسے کنیز سے۔ اس نے کنیز کے اوپر اتنا خرچ کیا کہ تمام مال و دولت ختم ہو گیا۔ اب اس نے چاہا کہ کوئی کام کرے لیکن کام بھی اسے نہ ملا۔ جب یہ جوان مال دار تھا تو وہ موسیقی کے استادوں کے پاس اٹھتا بیٹھتا۔ اسے اس فن میں کافی مہارت ہو گئی تھی۔ اس کے بعض دوستوں نے اسے مشورہ دیا کہ تیرے اور تیری کنیز کے لئے بہترین پیشہ یہ ہے کہ تم گایا کرو۔ اس سے تو بہت کچھ کما لے گا اور کھانے پینے کا سامان ہو جائے گا لیکن نہ اس نے اسے پسند کیا نہ کنیز نے بلکہ کنیز نے اس سے کہا میری رائے یہ ہے کہ تو مجھے بیچ ڈال اورہم دونوں اس مصیبت سے چھٹ جائیں۔ جو شخص مجھ جیسی کو مول لے گا وہ ضرور مال دار ہو گا اور جب عیش و عشرت میں رہنے لگوں گی تو کسی نہ کسی تدبیر سے پھر تیرے پاس آ جاؤں گی۔ چنانچہ وہ کنیز کو بازار لے گیا۔ جس شخص کی نظر سب سے پہلے اس پر پڑی وہ بصرے کا رہنے والا ایک ہاشمی تھا بڑا ادیب' شریف اور سخی آدمی' اس نے ڈیڑھ ہزار دینار میں اسے خرید لیا۔ کنیز کے مالک کا بیان ہے کہ دام لے کر میں بہت پچھتایا۔ میں اور کنیز دونوں رونے لگے میں نے چاہا کہ سودا واپس ہو جائے لیکن خریدار راضی نہ ہوا۔ ناچار میں نے دیناروں کو تھیلی میں رکھ لیا' میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جاؤں کیونکہ گھر میں اس کے بغیر کیا جی لگتا' میں اتنا رویا پیٹا کہ کبھی ایسا نہ کیا ہو گا اور ایک مسجد میں جا کر بیٹھ گیا' مجھے اپنے تن بدن کی خبر نہ رہی' تھیلی کو تکیے کی جگہ سر کے نیچے رکھ کر لیٹ رہا نیند آ گئی اسی بے خبری کی حالت میں کوئی شخص تھیلی کو میرے سر کے نیچے سے نکال کر بھاگا میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا کہ تھیلی غائب ہے اس

کے پیچھے دوڑنا چاہا لیکن میرے پاؤں میں رسی بندھی ہوئی تھی منہ کے بل گر پڑا رونے پیٹنے اور اپنے دل میں کہنے لگا تیری جان بھی گئی اور مال بھی۔

URDU4U.COM

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- آٹھ سو ستانوے ویں رات

آٹھ سو ستانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- جوان نے کہا کہ جان بھی گئی اور مال بھی اور میری حالت اتنی ابتر ہوئی کہ میں دجلہ پہنچا' اور منہ پر کپڑا لپیٹ دریا میں کود پڑا۔ آس پاس کے لوگ سمجھ گئے کہ کسی بڑی مصیبت کی وجہ سے میں نے یہ حرکت کی ہے وہ میرے پیچھے کود پڑے اور مجھے باہر نکال لائے اور مجھ سے وجہ پوچھی میں نے اپنا قصہ سنایا تو انہیں بہت افسوس ہوا اور ایک بوڑھے شخص نے میرے پاس آ کر کہا کہ تیرا مال تو جا چکا ہے' اب تو اپنی جان کھو کر کیوں جہنمی بنتا ہے؟ میرے ساتھ چل کر اپنا گھر دکھا میں نے اس کے کہنے کی تعمیل کی جب ہم گھر پہنچے تو کچھ دیر تک وہ میرے ہاں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ مجھے ذرا تسکین ہوئی میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہ چلا گیا۔ وہ چلا گیا تو پھر وحشت نے عود کیا قریب تھا کہ میں خودکشی کر لوں لیکن مجھے آخرت اور دوزخ کی یاد آ گئی او میں اپنے گھر سے بھاگ کر ایک دوست کے پاس پہنچا اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اسے مجھ پر بہت ترس آیا وہ رونے لگا اور اس نے مجھے پچاس دینار دے کر کہا کہ میری رائے مان فوراً بغداد چلا جا اور جب تک لڑکی کی محبت تیرے دل سے نکل نہ جائے انہیں خرچ کر۔ تو' تو منشیوں کی اولاد میں سے ہے' تیرا خط بہت عمدہ ہے تو ادب میں ماہر ہے' جس والی کے پاس تیرا جی چاہے اس کے ساتھ لگا رہ' ممکن ہے کہ خدا تجھے تیری کنیز سے ملا دے۔ میں نے اس کی رائے مان لی' میرا دل مضبوط ہو گیا غم و رنج میں کمی آئی اور میں نے واسط جانے کا ارادہ کر لیا کیونکہ وہاں میرے عزیز و اقارب تھے سمندر کے کنارے پہنچ کر میں نے دیکھا کہ ایک جہاز لنگر ڈالے کھڑا ہے اور ملاح اس میں سامان لاد رہے ہیں۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ جہاز ایک ہاشمی کا ہے اس پوشاک میں ہم تجھے نہیں

لے جا سکتے۔ میں نے انہیں کرائے کا لالچ دیا وہ بولے اگر تو جانے پر تلا ہوا ہے تو اس نفیس پوشاک کو اتار ڈال اور ملاحوں کے کپڑے پہن کر ہمارے ساتھ ہو جا۔ گویا تو بھی ملاح ہے۔ میں نے جا کر ملاحوں کا لباس خرید اور اسے پہن کر جہاز پر چڑھ گیا۔ یہ جہاز بصرے جا رہا تھا' مجھے وہاں بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا اس جہاز میں وہی میری کنیز ہے اور دو باندیاں اس کی خدمت کر رہی ہیں۔ اب میری پریشانی ذرا دور ہوئی اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ کم از کم بصرے تک تو میں اس کی صورت دیکھوں اور اس کا گانا سنوں گا۔ اتنے میں وہی ہاشمی چند لوگوں کے ساتھ سوار آ پہنچا سب جہاز پر بیٹھ گئے اور جہاز چل نکلا۔

اس کے بعد ہاشمی نے کھانا نکالا اس نے کنیز نے اور سب لوگوں نے کھایا' ہاشمی نے کنیز سے کہا آخر کب تک تو نہ گائے گی اور گریہ و زاری کرتی رہے گی؟ تو ہی انوکھی تو نہیں جو اپنے محبوب سے جدا ہوئی ہو۔ یہ باتیں سن کر مجھے یقین آ گیا کہ اسے مجھ سے اب تک کتنی محبت ہے۔ اب ہاشمی نے کنیز کے سامنے پردہ ڈال دیا اور ان لوگوں کو بلا کر جو میری طرف تھے پردے کے باہر بیٹھ گیا۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں معلوم ہوا کہ اس کے بھائی بند ہیں۔ وہ ان کے لئے ضروری چیزیں مثلاً شراب اور خشک میوہ نکال کر لایا سب کے سب کنیز سے گانے بجانے کا اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اس نے سارنگی منگا کر اسے ٹھیک ٹھاک کیا اور گانے لگی۔ گاتے گاتے اس کا دل بھر آیا اس نے سارنگی پھینک دی اور گانا بند کردیا۔ لوگوں کا مزا کرکرا ہو گیا اور میں غش کھا کر گر پڑا۔ انہیں گمان ہوا کہ مجھ پر جن چڑھ آیا ہے وہ میرے کان میں آیتیں پڑھنے لگے اور اسے برابر پھسلانے اور گانے پر آمادہ کرتے رہے آخر اس نے سارنگی لے کر دو شعر اور گائے اور غش کھا کر گر پڑی۔ لوگ رونے لگے' میں نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا ملاح مجھے دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ ہاشمی کے ایک غلام نے کہا کہ تم اس دیوانے کو کیوں اپنے ساتھ لائے ہو؟ ایک اور شخص بولا کہ کسی شہر کے پاس پہنچ کر اسے اتار دینا تا کہ ہمیں اس سے نجات ملے۔ یہ

سن کر مجھے بہت رنج ہوا' میں نے اپنے دل میں کہا کہ ان لوگوں کے ہاتھ سے چھٹکارا اسی وقت ہو سکتا ہے جب میں کنیز کو اپنی موجودگی کی خبر کر دوں اور وہ لوگوں کو منع کر دے کہ مجھے نہ اتاریں۔ اب چلتے چلتے ہم ایک گاؤں کے پاس پہنچے' جہاز کے مالک نے لوگوں سے کہا کہ ہمارے ساتھ خشکی پر اترو' لوگ اتر گئے۔ شام کا وقت تھا میں اٹھ کر پردے کے پیچھے گیا اور سارنگی لے کر ایک ایک کرکے راگ بجانے لگا یہاں تک کہ اس راگ پر پہنچا جو لڑکی نے مجھ سے سیکھا تھا اور پھر جہاز میں اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• آٹھ سو اٹھانوے ویں رات

آٹھ سو اٹھانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- جوان نے کہا کہ میں اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں لوگ بھی خشکی پر سے آ کر جہاز میں

URDU4U.COM

اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اس وقت خشکی اور سمندر پر چاندنی کھیت کئے ہوئے تھی ہاشمی نے کنیز سے کہا کہ خدا کے لئے ہمارا مزا کرکرا نہ کر۔ کنیز نے سارنگی اٹھائی تاروں پر ہاتھ پھیرا اور ایک چیخ ماری' لوگوں کو گمان ہوا کہ اس کی جان نکل گئی۔ وہ بولی کہ میرا استاد اس جہاز میں ہے۔ ہاشمی بولا اگر وہ ہمارے ساتھ ہوتا تو ہم ضرور اس کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے اور اس کی وجہ سے تیرا غم غلط ہو جاتا اور ہم تیرے گانے کا لطف بھی حاصل کرتے' جہاز میں اس کا ہونا ناممکن ہے' لڑکی نے کہا جب تک میرا استاد موجود ہے نہ میں سارنگی بجا سکتی ہوں نہ راگ گا سکتی ہوں۔ ہاشمی بولا اچھا ہم ملاحوں سے پوچھتے ہیں' لڑکی نے کہا ہاں پوچھ' اس نے ملاحوں سے پوچھا کہ کیا تم اپنے ساتھ اور کسی کو بھی لائے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں' میں ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تلاش کا خاتمہ کر دیا جائے اس لئے میں نے ہنس کر کہا میں اس کا استادہوں اور جب میں اس کا آقاتھا تو میں نے اسے کئی راگ سکھائے تھے۔ میری آواز لڑکی کے کان میں پڑی تو وہ کہنے لگی خدا کی قسم یہ تو میرے آقا کی آواز ہے۔ غلام آ کر مجھے ہاشمی کے پاس لے گئے اس نے مجھے پہچان لیا اور کہا ارے یہ تجھے کیا ہو گیا اور تجھ پر کیا مصیبت گزری؟ میں نے اپنی ساری روداد سنا دی اور رونے لگا' ساتھ ہی پردے کے پیچھے سے لڑکی کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ مجھ پر ترس کھا کر ہاشمی اوراس کے بھائی بند بھی رو پڑے۔ ہاشمی کہنے لگا کہ واللہ میں اب تک نہ لڑکی کے پاس گیا ہوں نہ اس سے ہم بستر ہوا ہوں نہ آج تک اس کا گانا سنا ہے۔ خدا نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے' میں بغداد محض گانا سننے اور امیر المومنین سے اپناوظیفہ لینے گیا تھا

اور مجھے دونوں میں کامیابی ہوئی۔ جب میں اپنے وطن کو لوٹنے لگا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ کوئی بغدادی گانے والا میرے ساتھ رہنا چاہیے اور اس کنیز کو خرید لیا مجھے اس کی بالکل خبر نہ تھی کہ تم دونوں کی یہ حالت ہے۔ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ بصرے پہنچ کر اسے آزاد کر دوں گا اور اس کی شادی تیرے ساتھ کر کے تیرے لئے کافی تنخواہ مقرر کر دوں گا بلکہ کافی سے بھی زیادہ' لیکن اس شرط پر کہ جب میں اس کا گانا سننا چاہوں تو پردہ ڈال کر وہ پردے کے پیچھے گائے' میرے بھائیوں اور مصاحبوں کے ساتھ تو بھی موجود ہو' میں یہ سن کر چپ ہو گیا۔

اس کے بعد ہاشمی نے اپنا سر پردے کے اندر ڈال کر کہا اب تو خوش ہے؟ وہ اسے دعائیں دینے لگی اور اس کی شکرگزار ہوئی۔ پھر اس نے اپنے ایک غلام کو بلا کر کہا کہ اس جوان کا ہاتھ پکڑ کر لے جا اس کے کپڑے اتار کر عمدہ لباس پہنا' عطر لگا اور ہمارے پاس لے آ۔ غلام مجھے لے گیا اور جو کچھ اس کے آقا نے حکم دیا تھا کیا اور پھر مجھے اس کے پاس لے آیا اور جس طرح دونوں کے آگے شراب رکھی گئی میرے آگے بھی رکھی گئی۔ لڑکی نے بہترین گانے گائے سب کو وجد آنے لگا اور مجھے بھی بے حد خوشی ہوئی اب میں نے اس لڑکی سے سارنگی لے کر گانا شروع کیا۔ لوگ میرا گانا بجانا سن کر بہت خوش ہوئے سارے راستے یہی کیفیت رہی' تھوڑی دیر میں گانا اور تھوڑی دیر لڑکی یہاں تک کہ جہاز کنارے پر آ کر ٹھہرا' جہاز نے لنگر ڈال دیا سب لوگ کنارے پر اتر پڑے اور میں بھی اتر پڑا۔ میں نشے میں تو تھا ہی پیشاب کرنے بیٹھا تو نیند آ گئی مسافر جہاز پر بیٹھ کر چل دیئے انہیں میرا پتا بھی نہ چلا کیونکہ وہ بھی نشے میں تھے۔ ادھر وہ بصرے پہنچ گئے ادھر میری آنکھ اسوقت کھلی جب دھوپ تیز ہونے لگی۔ میں نے اٹھ کر ادھر ادھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ یہ پوچھنا بھول گیا تھا کہ ہاشمی کا نام کیا ہے' اس کا گھر کہاں ہے اور وہ کس لقب سے پکارا جاتا ہے۔ حیران و پریشان تھا اور جو خوشی مجھے لڑکی سے مل کر ہوئی تھی خواب و خیال معلوم ہوتی

تھی۔ اسی پریشانی کی حالت میں ایک بڑا جہاز میرے پاس سے گزرا میں اس میں بیٹھ کر بصرے پہنچا جہاں نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ ہاشمی کا گھر جانتا تھا۔ وہاں ایک
URDU4U.COM
بقال کی دکان پر جا کر میں نے اس سے دوات اور کاغذ مانگا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # آٹھ سو ننانوے ویں رات

آٹھ سو ننانوے ویں رات ہوئی تو اے نیک نہاد بادشاہ ------- جوان کا بیان ہے کہ میں دوات اور کاغذ لے کر کچھ لکھنے لگا۔ بقال نے دیکھا کہ میں خوش خط ہوں لیکن میرے کپڑے میلے کچیلے ہیں' اس نے میرا حال دریافت کیا میں نے کہا پردیسی ہوں اور نادار' وہ بولا کیا تو میرے ساتھ رہنا پسند کرے گا؟ میں تجھے کھانا کپڑا اور روزانہ نصف درہم دیا کروں گاتو میری دکان کا حساب کتاب رکھا کیجئو۔ میں نے کہا ہاں اور اس کے پاس ٹھہر گیا اس کی آمدنی اور خرچ کا حساب لکھنے لگا۔ ایک مہینہ ہو گیا تو اس نے دیکھا کہ آمدنی بڑھ گئی ہے اور خرچ کم ہو گیا ہے۔ اس پر اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور میرا روزینہ ایک درہم کر دیا۔ جب ایک سال گزر گیا تو اس نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ میری شادی اپنی بیٹی سے کر دے اور دکان میں مجھے اپنا ساجھی بنا لے۔ میں نے اسے منظور کر لیا اور اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا اور دکان کا کام کاج کرنے لگا۔ باوجود ان سب باتوں کے میں ہمیشہ شکستہ دل رہتا اور میرے چہرے سے غم ظاہر ہوتا۔

بقال شراب پیتا تو مجھے بھی پلاتا لیکن غم کی وجہ سے میں منظور نہ کرتا۔ دو سال تک یہی کیفیت رہی۔ ایک دن جب کہ میں دکان میں بیٹھا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ لوگ کھانا پینا لئے کہیں جا رہے ہیں بقال سے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ اس نے کہا آج کا دن سیر و تفریح کے لئے مخصوص ہے۔ تمام گانے بجانے والے اور امیرزادے سمندر کے کنارے جا کر کھاتے پیتے اور نہرایلہ پر درختوں کے درمیان سیر و تفریح کرتے ہیں۔ میرے دل نے کہا کہ میں بھی جا کر سیر کروں' ممکن ہے کہ جب میں ان لوگوں کو دیکھوں تو میری محبوبہ بھی مل جائے۔ میں نے بقال سے کہا میں بھی سیر و تفریح کے لئے جانا چاہتا ہوں' وہ بولا بہتر ہے' انہیں کے ساتھ چلا جا اور اس نے میرے لئے کھانا پینا تیار کروا دیا میں نہرایلہ پہنچا تو دیکھا کہ لوگ لوٹ رہے ہیں' میں بھی ان کے

ساتھ لوٹ کر آنے لگا اتنے میں میری نظر اس ناخدا پر پڑی جس کی کشتی میں ہاشمی اور کنیز تھے کہ وہ نہرایلہ میں کشتی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے اسے آواز دی اس نے اور اس کے ساتھیوں نے مجھے پہچان کر اپنے ساتھ بٹھا لیا اور کہنے لگے کہ تو زندہ ہے؟ اور مجھے گلے لگا کر میرا قصہ پوچھنے لگے۔

URDU4U.COM

جب میں اپنا سارا قصہ سنا چکا تو وہ بولا ہمارا خیال تھا کہ نشے کی حالت میں پانی میں ڈوب گیا ہے میں نے ان سے لڑکی کا حال پوچھا انھوں نے بیان کیا کہ جب اسے معلوم ہوا کہ تو کھو گیا ہے تو اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ سارنگی جلا ڈالی۔ رونے پیٹنے لگی۔ ہم بصرے پہنچے تو اس سے کہا کہ یہ رونا دھونا اور غم کرنا جانے دے۔ اس نے کہا میں کالے کپڑے پہنوں گی' اس گھر کے ایک کونے میں ایک قبر بنا کر اس کے پاس بیٹھ رہا کروں گی اور گانے سے توبہ کروں گی۔ ہم نے اس کے لئے یہ سب چیزیں بنا دیں اور وہ آج تک اسی حالت میں ہے۔ یہ کہہ کر وہ مجھے اپنے ساتھ لے چلے وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہ واقعی اسی حالت میں ہے۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے ایک چیخ ماری میں سمجھا کہ اس کی جان نکل گئی اور اسے گلے لگا لیا اور دیر تک گلے لگائے رہا۔ ہاشمی نے مجھ سے کہا کہ اسے لے جا' میں نے کہاں ہاں لیکن پہلے اسے آزاد کر دے جیسا کہ تو نے وعدہ کیا تھا اور اس کا نکاح میرے ساتھ پڑھا دے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ہمیں بہت کچھ عمدہ سامان' لباس' فرش اور پانچ سو دینار دیئے اور کہا کہ یہی رقم میں تجھے ہر مہینے دیا کروں گا' لیکن شرط یہ ہے کہ تو میرا مصاحب رہے اور لڑکی گانا سنایا کرے۔ اس کے بعد اس نے ہمارے لئے ایک گھر خالی کر دیا اور حکم دیا کہ ہماری سب ضروریات کی چیزیں اس میں منتقل کرا دی جائیں' میں لڑکی کو اس میں لے گیا۔ پھر میں نے بقال کے پاس جا کر اپنا قصہ سنایا اور کہا کہ تو مجھے اجازت دے دے کہ میں تیری لڑکی کو بے کسی جرم کے طلاق دے دوں۔ میں نے اس کا مہر بھی واپس کر دیا اور چیزیں بھی جو میرے اوپر واجب تھیں۔ دو

سال تک ہاشمی کے ساتھ رہا خوب مال دار ہو گیا اور میری وہی حالت ہو گئی جو کنیز کے ساتھ بغداد میں تھی۔ خدا نے ہماری مشکل دور کر دی' ہمیں بہت کچھ دیا اور صبر کے بدلے کامیابی عطا کی۔ واللہ اعلم۔

URDU4U.COM

○ جلی عاد بادشاہ اور اس کے وزیر کی کہانی

کہتے ہیں کہ پرانے زمانے میں ہند کا ایک بادشاہ تھا' جلی عاد نام تھا۔ بہت بلند بالا' خوب صورت' خوش سیرت' سخی اور عظیم الشان' فقیروں پر احسان کرتا' رعیت اور تمام ملک والوں سے محبت رکھتا۔ اس کے ماتحت بہتر بادشاہ تھے اوراس کے ملک میں تین سو پچاس قاضی'اس کے ستر وزیر تھے اور ہر دس سپاہیوں پر ایک سردار' بڑے وزیر کا نام شماس تھا' اس کی عمر بائیس سال کی تھی' وہ بڑا خلیق' نرم زبان' سوچ سمجھ کر جواب دینے والا' ہر بات میں پکا' حکیم' مدبر' باوجود کم سنی کے حکم رانی میں قابل اور علم و ادب میں ماہر' بادشاہ اس سے بے حد محبت کرتا اور اس کی فصاحت' بلاغت اورسیاست دانی کی وجہ سے اس کا بہت گرویدہ تھا اور اس وجہ سے بھی کہ خدا نے اس کے دل میں رحم اور رعیت پروری عطا کی تھی۔ بادشاہ بھی بڑا انصاف پسند تھا' رعیت کی حفاظت' چھوٹوں بڑوں کے ساتھ احسان کرتا اور جس رعایت' بخشش' امان اور اطمینان کی ضرورت انہیں ہوتی اسے مہیا کرتا' رعیت سے خراج کم لیتا' ہر چھوٹے بڑے سے محبت رکھتا' ان کے ساتھ احسان کرتا اور شفقت سے پیش آتا۔ غرض کہ وہ ان کے ساتھ ایسی خوش خلقی سے پیش آتا کہ پہلے کبھی کوئی نہ پیش آیا ہو گا۔ باوجود ان تمام باتوں کے اولاد کی طرف سے بدنصیب تھا۔ جب یہ خیال آتا کہ خدا نے سب کچھ دیا مگر کوئی بیٹا نہیں دیا تو کلیجے پر سانپ سا لوٹ جاتا۔ ایک دن وہ لیٹا ہوا سوچ رہا تھا کہ میرے بعد حکومت و سلطنت کا کیا حشر ہو گا کہ اسے نیند آ گئی اس نے خواب میں

دیکھا کہ وہ ایک درخت کی جڑ میں پانی ڈال رہا ہے۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

URDU4U.COM

○○○

- نو سو ویں رات

نو سو ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جلی عاد نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک درخت کی جڑ میں پانی ڈال رہا ہے' اس درخت کے آس پاس اور بہت سے درخت ہیں' اتنے میں اس درخت سے آگ نکلی اور اس نے آس پاس کے تمام درخت جلا دیئے۔ بادشاہ کی خوف سے آنکھ کھل گئی۔ ایک غلام کو بلا کر کہا کہ وزیر کو فوراً بلا لا۔ غلام نے شماس کے پاس جا کر کہا کہ بادشاہ نے تجھے فوراً بلایا ہے' وہ ابھی گھبرایا ہوا نیند سے اٹھا ہے اور مجھے بھیجا ہے کہ تجھے فوراً لے چلوں۔ غلام کی یہ باتیں سن کر شماس فوراً چل کھڑا ہوا' بادشاہ کے پاس پہنچا دیکھا ہ وہ فرش پر بیٹھا ہوا ہے۔ شماس نے اس کے آگے سجدہ کیا دعا دی کہ اس کی عزت اور نعمتیں قائم و دائم رہیں اور کہنے لگااے بادشاہ! خدا تجھے کبھی غمگین نہ کرے! آج رات تو نے کیا خواب دیکھا کہ ڈر گیا اور فوراً مجھے بلوایا؟ بادشاہ بولا بیٹھ جا' وہ بیٹھ گیا اور بادشاہ نے خواب بیان کرنا شروع کیا کہ میں نے رات ایسا خواب دیکھا ہے جس سے میں ڈر گیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں ایک درخت کی جڑ میں پانی ڈال رہا ہوں' اس درخت کے آس پاس اور بہت سے درخت ہیں اتنے میں اس درخت کی جڑ سے ایک آگ نکلی اس نے آس پاس کے سارے درخت جلا دیئے۔ یہ خواب دیکھ کر میں سہم گیا' کانپنے لگا اور تجھے بلوا بھیجا کیونکہ تو بڑا ماہر ہے خواب کی تعبیر جانتا ہے۔ بڑا عالم اور دانش مند ہے۔ شماس نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکایا اور پھر مسکرانے لگا۔ بادشاہ نے پوچھا اے شماس تیری سمجھ میں کیا آتا ہے؟ سچ سچ کہہ دے اور مجھ سے کچھ نہ چھپا۔ شماس کہنے لگا اے بادشاہ! خدا نے تیری دعا منظور کر لی اور تیری آنکھیں ٹھنڈی کر دے گا۔ اس خواب کی تعبیر بہت نیک ہے وہ یہ کہ خدا تجھے ایک لڑکا دے گا وہ تیری بڑی عمر کے بعد تیرا وارث ہو گا لیکن اس میں ایک بات ہو گی جس کا بیان کرنا میں

اس وقت مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ ابھی اس کی تفصیل کا وقت نہیں آیا ہے۔
یہ سن کر بادشاہ خوش ہو گیا اس کا ڈر جاتا رہا اور کہنے لگا کہ اگر یہ بات ہے تو جب تعبیر پوری بتانے کا وقت آ جائے تو اسے پورا کر دیجیو تاکہ میری خوشی پوری ہو جائے' میں اس سے محض خدا کی مرضی کا خواہاں ہوں۔ شماس نے دیکھا کہ بادشاہ پوری تعبیر سننے پر تلا ہوا ہے تو اس نے کچھ بہانہ کرکے ٹال دیا۔ بادشاہ نے اپنے ملک کے تمام نجومیوں اور تعبیر گوؤں کو بلایا وہ سب حاضر ہوئے تو ان سے اپنا خواب بیان کیا اور کہا میں چاہتاہوں کہ تم اس کی ٹھیک ٹھاک تعبیر بتاؤ۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر بادشاہ سے اجازت مانگی کہ وہ بات کرے۔ بادشاہ نے اسے اجازت دے دی تو اس نے کہا اے بادشاہ سن' تیرا وزیر شماس اس خواب کی تعبیر بتانے سے عاجز نہیں ہے لیکن اس نے اس وجہ سے نہیں بتایا کہ تجھے پریشانی نہ ہو۔ یہ ہے وجہ کہ اس نے پوری تعبیر نہیں بتائی۔ لیکن اگر تو مجھے اجازت دے تو میں کہوں۔ بادشاہ بولا اے تعبیر گو' بلا کم و کاست کہہ ڈال اور سچ سچ بتا۔ تعبیر گو نے کہا تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا جو اس وقت تیرا وارث ہو گا جب تو بڑی عمر کو پہنچ چکا ہو گا لیکن رعیت کے ساتھ اس کا برتاؤ وہ نہ ہو گا جو تیرا ہے بلکہ وہ تیرے دستور کے خلاف چلے گا لوگوں پر ظلم کرے گا اور اس کا وہی حشر ہو گا جو چوہے کو بلی کے ساتھ ہوا' خدا اس سے محفوظ رکھے! بادشاہ نے پوچھا کہ بلی اور چوہے کی کیا کہانی ہے؟

○ بلی اور چوہے کی کہانی

تعبیر گو نے کہا خدا بادشاہ کی عمر درازکرے! ایک بار ایک بلی رات کے وقت ایک جھاڑی میں گئی کہ کچھ شکار مارے لیکن اسے کچھ ہاتھ نہ لگا بلکہ وہ سردی اور بارش کیوجہ سے بیمار اور کمزور ہو گئی اور اپنے دل میں کہنے لگی۔ کہ مطلب نکالنے کے لیے کوئی

چال چلنی چاہیے۔ اتنے میں اسے ایک درخت کے نیچے ایک بل دکھائی دیا وہ اس کے قریب جا کر سونگھنے اور میاؤں میاؤں کرنے لگی یہاں تک کہ اسے پتا چل گیا کہ بل کے اندر ایک چوہا ہے' اردگرد گھومنے لگی اور ارادہ کیا کہ چوہے کو پکڑنے کے لئے اندر گھسے جب چوہے کو یہ معلوم ہوا تو اس نے بلی کی طرف پیٹھ کر کے پاؤں ٹیک لئے تا کہ بل کا منہ بند ہو جائے۔ اور بلی اندر نہ آ سکے۔ یہ دیکھ کر بلی کمزور آواز سے کہنے لگی بھائی تو یہ کیا کرتا ہے؟ میں تو تیرے پاس پناہ لینے آئی ہوں تا کہ تو میرے حال پر رحم کھا کر مجھے آج رات اپنے بل میں رہنے دے۔ بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے میں بیمار ہو گئی ہوں۔ کتنی ہی بار میں نے موت کی دعا مانگی ہے کہ مجھے آرام مل جائے اب میں سردی اور بارش کی ماری تیرے دروازے پر پڑی ہوں اور تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ مہربانی کر اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اندر لے لے اور اپنے بل کے دروازے ہی پر مجھے پڑا رہنے دے' میں پردیسن اور مسکین ہوں مثل ہے کہ جو پردیسی مسکین کو اپنے گھر میں پناہ دیتا ہے قیامت کے روز اسے جنت دی جاتی ہے۔ اے میرے بھائی تو اس بات کا مستحق ہے کہ میرا ثواب لے اور مجھے اجازت دے دے کہ میں آج رات صبح تک تیرے ہاں گزار دوں اور پھر چلتی بنوں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- نو سو کے بعد پہلی رات

نو سو کے بعد پہلی رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ بلی نے چوہے سے کہا میں محض رات گزار کر چلتی بنوں گی۔ بلی کی باتیں سن کر چوہا بولا تو کیسے میرے بل میں آ سکتی ہے! تو تو میری قدرتی دشمن ہے اور تیری غذا میرا گوشت ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو مجھے کہیں دھوکہ دے رہی ہو کیونکہ یہ تیری فطرت ہے اور تیرے عہد و پیماں پر کوئی بھروسہ نہیں۔ مثل ہے کہ بداطوار شخص کے سپرد خوبصورت عورت کو نہیں کرنا چاہیے نہ فقیر نادار کے سپرد مال کو' نہ آگ کے سپرد سوکھی لڑکی کو' اس لئے میں اپنے آپ کو تیرے حوالے نہیں کر سکتا۔ عقل مندوں نے بھی کہا ہے کہ جب دشمن کمزور ہو جاتا ہے تو اس کی دشمنی بڑھ جاتی ہے۔ بلی نے نہایت دھیمی آواز اور اداس چہرہ بنا کر کہا تیرا کہنا ٹھیک ہے' میں اس سے انکارنہیں کرتی لیکن درخواست کرتی ہوں کہ پچھلی باتیں معاف کر دے جو میری اور تیری فطری دشمنی کی وجہ سے پیش آئی ہیں بزرگ یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ جو مخلوق دوسری مخلوق کو معاف کر دیتی ہے تو اس کا خالق بھی اس کے گناہ بخش دیتا ہے' میں کل تک تیری دشمن ضرور تھی مگر آج تیری دوستی کی طلب گار ہوں۔ بقول کسی کے کہ اگر تو اپنے دشمن کو دوست بنانا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ نیکی کر' اور بھائی' میں تو خدا کے سامنے تجھ سے عہد و پیمان کرتی ہوں کہ میں تجھے کبھی نقصان نہ پہنچاؤں گی۔ علاوہ اس کے اب مجھ میں اس کی طاقت بھی نہیں' اس لئے خدا پر بھروسہ کرکے میرے ساتھ بھلائی کر اور اے میرے بھائی' میرے عہد و پیمان پر بھروسہ رکھ۔ چوہا بولا میں کیسے اس شخص کا عہد و پیمان مان سکتا ہوں جس کی دشمنی میرے ساتھ ازلی ہے اور جس کا دستور ہی مجھے دھوکہ دینا ہو۔ اگر ہماری دشمنی سوائے خون کے اور کسی چیز کی ہوتی تو بھی خیریت

تھی لیکن وہ تو روحوں کے درمیان فطری دشمنی ہے مثل ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو دشمن کے سپرد کردیتا ہے وہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنا ہاتھ کالے سانپ کے منہ میں دے دے۔ بلی نے ناراض ہو کر کہا اب میں پریشان ہو گئی ہوں اور میرا جسم کمزور ہو گیا ہے' نزع کی حالت ہے اور عنقریب تیرے دروازے پر میری جان نکل جائے گی اور یہ گناہ تیری گردن پر ہو گا کیونکہ تو مجھے مصیبت سے نجات دے سکتا ہے اور نہیں دیتا۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔

یہ سن کر چوہا خدا سے ڈرا' اسے ترس آ گیا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ جو خدا سے اپنے دشمن پر مدد لینا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ دشمن کے ساتھ رحم اور نیکی سے پیش آئے۔ میں خدا پر بھروسہ کرکے اس بلی کو مرنے سے بچائے لیتا ہوں تاکہ مجھے اس کا ثواب ملے۔ یہ کہہ کر چوہا باہر نکل آیا اور بلی کو گھسیٹ کر اپنے بل میں لے گیا۔ بلی تھوڑی دیر تک اس کے پاس چپ چاپ بیٹھی رہی یہاں تک کہ اس میں طاقت آ گئی وہ ستا چکی اور ذرا دم لے لیا تو وہ اپنی بیماری' کمزوری اور دوستوں کی کمی پر افسوس کرنے لگی' چوہا اس کو دلاسہ دینے اور اس کی دل جوئی کرنے لگا' اس کے قریب آ کر کبھی بیٹھتا کبھی اس کے آس پاس پھرتا۔ اتنے میں بلی بل کے منہ پر ٹیک لگا کر لیٹ گئی تاکہ چوہا اس کے قبضے میں رہے نکل نہ بھاگے۔ جب چوہا بل سے نکلنے لگا تو ظاہر تھا کہ بلی کے پاس سے گزرے جوں ہی بلی کے قریب آیا اس نے اسے پکڑ کر پنجے میں دبوچ لیا' کاٹنے' جھنجوڑنے' اچھالنے' لڑھکانے نوچنے اور تکلیف دینے لگی۔ اب چوہا خدا سے دہائی مانگنے اور نجات کی درخواست کرنے لگا اور ناراض ہو کر بلی سے کہا کہ وہ عہد و پیاں کہاں گیا جو تو نے باندھا تھا اور کہاں ہوئیں وہ قسمیں جو تو نے کھائی تھیں؟ کیا یہی بدلہ ہے جو تو مجھے دے رہی ہے؟ میں نے تجھے اپنے بل میں داخل کیا اور اپنی جان تیرے سپرد کر دی لیکن کسی نے سچ کہا ہے کہ جو اپنے دشمن کے ساتھ عہد باندھتا ہے وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ خیر مجھے

اپنے پیدا کرنے والے پر بھروسہ ہے کہ وہ مجھے تیرے پنجے سے چھڑائے گا۔ چوہا یہی کہہ رہا تھا اور بلی ارادہ کر ہی رہی تھی کہ اسے چٹ کر جائے اتنے میں ایک شکاری آ پہنچا جس کے پاس شکاری کتے تھے' ایک کتے نے بل کے پاس آ کر دیکھا کہ اندر لڑائی جھگڑا ہو رہا ہے اس نے خیال کیا کہ بل کے اندر لومڑی کسی چیز کا شکار کر رہی ہو گی۔ یہ سوچ کرکتا نیچے کی طرف دوڑا کہ اس کا شکار کرے اور بلی کو پکڑ کر کھینچا جب بلی کتے کے پنجے میں پھنس گئی تو اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اس نے چوہے کو چھوڑ دیا جو ابھی زندہ تھا بلکہ گھائل تک نہیں ہوا تھا مگر بلی کو شکاری کتا کھینچ کر باہر نکال لایا اور اس کی گردن توڑ کر پھینک دی' اور یہ مثل ٹھیک اتری کہ جو رحم کرتا ہے اس پر کسی نہ کسی دن رحم کیا جاتا ہے اور جو ظلم کرتا ہے وہ فوراً ظلم کا بدلہ پا لیتا ہے۔

اے بادشاہ! یہ ہے جوان کے ساتھ پیش آیا لہٰذا کسی کو یہ نہ چاہیے کہ بھروسہ کرنے والے کو دغا دے کیونکہ جو شخص دغا دے گا اور خیانت کرے گا اس کا وہی حشر ہو گا جو بلی کا ہوا' جیسی کرنی ویسی بھرنی اور جو نیکی کرے گا اس کا ثواب پائے گا' لیکن اے بادشاہ! افسوس نہ کر اور غمگین نہ ہو کیونکہ ظلم وجور کرنے کے بعد تیرا بیٹا تیری اچھی عادتیں اختیار کر لے گا۔ اور یہ فاضل شماس جو تیرا وزیر ہے چاہتا ہے کہ تجھ سے کوئی ایسی بات نہ چھپائے جس کا تعلق تجھ سے ہے اور اس کا ایسا کرنا بہت ٹھیک ہے کیونکہ مثل مشہور ہے وہی شخص سب سے زیادہ ڈرتا ہے جس کا علم سب سے زیادہ ہو اور جو بھلائی کرنے پر سب سے زیادہ تلا ہوا ہو۔ یہ سن کر بادشاہ قائل ہو گیا اور حکم دیا کہ انہیں بہت انعام دیا جائے۔ بعدازاں بادشاہ نے انہیں رخصت کیا اور اٹھ کر اندر گیااور سوچنے لگا۔ جب رات ہوئی تو وہ اپنی ایک بیوی کے ساتھ ہم بستر ہوا جو اسے سب سے زیادہ عزیز اور پیاری تھی۔ چار ماہ گزرنے کے بعد بچہ اس کے پیٹ میں کلبلانے لگا اسے بے حد خوشی ہوئی اس نے بادشاہ کو خبر دی۔ بادشاہ بولا کہ

میرا خواب ٹھیک نکلا' آئندہ خدا مددگار ہے بادشاہ نے رانی کو بہترین محل رہنے کے لئے دیا' اسے بڑی عزت و حرمت سے رکھا اور اسے بہت کچھ انعام دیا پھر اس نے ایک غلام کو بلا کر کہا' شماس کو بلا لا۔ شماس آیا تو بادشاہ نے اس سے اپنی بیوی کا حاملہ ہونا بیان کیا اور خوش ہو کر کہا کہ میرا خواب ٹھیک نکلا اور میری مراد برآئی۔ یقین ہے کہ اس حمل سے بیٹا پیدا ہوگا اور میری بادشاہت کا وارث ہو گا۔ اے شماس' تیری کیا رائے ہے؟ شماس چپ رہا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ بادشاہ بولا کیا بات ہے کہ تو میری خوشی میں شامل نہیں ہوتا اور مجھے جواب نہیں دیتا؟ اے شماس' کیا یہ بات تجھے بری معلوم ہوتی ہے؟ شماس نے بادشاہ کے آگے سجدہ کرکے کہا اے بادشاہ' خدا تیری عمر دراز کرے! درخت کے سائے میں بیٹھنے سے فائدہ اگر اس میں سے آگ نکلنے لگے! صاف شراب پینے میں کیا مزا اگر وہ گلے میں پھنسی رہے! اور ٹھنڈا میٹھا پانی پینے سے کیا فائدہ اگر پینے والا اس میں ڈوب جائے! اے بادشاہ! میں خدا کا اور تیرا غلام ہوں لیکن مثل ہے کہ تین چیزوں کے بارے میں سمجھدار آدمی کو بات نہیں کرنی چاہیے۔ جب تک وہ پوری نہ ہو جائیں ایک مسافر کے بارے میں جب تک وہ سفر سے لوٹ نہ آئے دوسرے سپاہی کے بارے میں جب تک وہ دشمن کو زیر نہ کر لے' تیسرے حاملہ عورت کے بارے میں جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- نو سو کے بعد دوسری رات

نو سو کے بعد دوسری رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- یہ کہنے کے بعد کہ عقل مندوں کو تین چیزوں کے بارے میں زبان نہیں کھولنی چاہیے جب تک وہ پوری نہ ہو جائیں۔ شماس نے بادشاہ سے کہا اے بادشاہ سن! ادھوری بات کے بارے میں زبان کھولنے والے کی مثال ایسی ہے جیسی اس درویش کی جس کے سر پر گھی الٹ گیا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اس درویش کی کیا کہانی ہے اور اس کے ساتھ کیا گزری؟

URDU4U.COM

- درویش کی کہانی جس کے سر پر گھی الٹ گیا تھا

شماس نے کہا اے بادشاہ! کسی شہر میں ایک شریف شخص کے ہاں ایک درویش رہتا تھا جسے ہر روز اس شخص کے ہاں سے کھانا ملتا' تین روٹیاں' تھوڑا سا گھی اور شہد' اس شہر میں گھی منگا تھا اس لئے وہ درویش گھی کو ایک ہانڈی میں جمع کرتا جاتا یہاں تک کہ وہ بھر گئی' اس نے اس ڈر سے کہ کہیں چوری نہ ہو جائے اپنے اوپر چھینکے میں لٹکا دیا ایک رات جب کہ وہ ڈنڈا لئے اپنے فرش پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ گھی اس شہر میں منگا ہے مجھے سب کا سب گھی بیچ کر ایک بھیڑ خریدنی اور اس میں ایک کسان کے ساتھ ساجھا کرنا چاہیے۔ پہلے سال اس کے ایک نر پیدا ہو گا پھر مادہ' دوسرے سال پہلے مادہ پھر نر' پھر ان بھیڑوں کے بھی نر اور مادہ بچے ہوں گے یہاں تک کہ ایک بڑا گلہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں اپنا حصہ الگ کر لوں گا اور اس میں سے ایک حصہ بیچ ڈالوں گا اور اس کے داموں سے فلاں زمین مول لوں گا اس میں باغ لگا کر ایک عالی شان محل بنواؤں گا کپڑے اور پوشاکیں بنواؤں گا' غلام اور باندیاں خریدوں گا پھر فلاں تاجر کی بیٹی سے شادی کروں گا اور ایسی ولیمے کی دعوت دوں گا کہ کبھی

نہ ہوئی ہو کیونکہ اس کے لئے میں جانور ذبح کروں گا' عمدہ کھانے' مٹھائیاں' شکر پارے بنواؤں گا اور اس میں موسیقی دانوں' استادوں اور سارے باجوں کو اکٹھا کروں گا۔ پھول' خوشبوئیں او خوش بو دار بوٹیاں مہیا کروں گا۔ تمام امیروں' غریبوں' عالموں' رئیسوں اور حکام کودعوت دوں گا جوشخص جس چیز کی فرمائش کرے گا لاموجود کروں گا' طرح طرح کے کھانے اور شرابیں منگواؤں گا اور ڈھنڈورا پٹوا دوں گا کہ جس کسی کو جس چیز کی ضرورت ہو لے جائے جب دلہن کی منہ دکھائی ہو چکے گی تو میں اس سے ہم بستر ہوں گا' اسکے حسن و جمال کے مزے لوٹوں گا' خوب کھاؤں گا' پیوں گا اور لطف اٹھاؤں گا اور اپنے دل میں کہوں گا کہ اب میری مراد برآئی اور زہد و عبادت سے چھٹکارا ملا۔ اس کے بعد میری بیوی کو حمل رہ جائے گا اس کے ایک لڑکا پیدا ہو گا' مجھے بڑی خوشی ہو گی' میں دعوتیں دوں گا اور بڑے ناز و نعمت سے اسے پالوں گا اسے حکمت' ادب اور حساب سکھاؤں گا اس کا نام لوگوں میں مشہور کروں گا' مجلسوں میں بیٹھ کر اس پرناز کروں گا' اسے بھلائی کرنے کا حکم دوں گا اور وہ میری مخالفت نہیں کرے گا' بری باتوں سے اسے روکوں گا اور اسے تنبیہہ کروں گا کہ خدا سے ڈرے' نیکی کرے اور اسے عمدہ عمدہ اور خوب صورت خوبصورت تحفے دوں گا' اگر میں دیکھوں گا کہ وہ خدا کی فرمانبرداری کرتاہے تو اسے اور زیادہ تحفے تحائف دوں گا اور اگر میں دیکھوں گا کہ وہ گناہ کی طرف مائل ہے تو اسی ڈنڈے سے اس کی خبر لوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے خیالی بیٹے کو مارنے کے لئے ڈنڈا اٹھایا اور وہ جا کر گھی کی ہانڈی پر پڑا جو چھینکے میں لٹک رہی تھی وہ ٹوٹ گئی اس کے ٹکڑے درویش کے سر پر آ کر گرے اور گھی اس کے سر کپڑوں اور داڑھی پر بہنے لگا اور لوگوں نے اس سے عبرت حاصل کی۔

اے بادشاہ! یہی وجہ ہے کہ انسان کو کسی بات پر زبان نہیں کھولنی چاہیے جب تک وہ ہو نہ جائے۔ بادشاہ نے کہا اے وزیر' تو سچ کہتا ہے۔ تو بڑا اچھا وزیر ہے کیونکہ تو سچ بولتا اور اچھا مشورہ دیتا ہے۔ اسی وجہ سے تیرا رتبہ میرے نزدیک تیری خواہش کے

© Urdu4U.com

موافق ہے او میں تجھے ہمیشہ مانتا ہوں۔ شماس خدا اور بادشاہ کے آگے سجدے میں گر گیا اسے دعا دی کہ تیری نعمتیں ہمیشہ قائم رہیں اور خدا تیری عمر دراز کرے اور تیرا رتبہ بلند کرے! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں تجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتا خواہ وہ پوشیدہ ہو یا اعلانیہ۔ تیری رضامندی میری رضامندی ہے اور تیری ناراضگی میری ناراضگی۔ سوا تیری خوشی کے' میری اور کوئی خوشی نہیں اور یہ ممکن نہیں کہ اگر تو مجھ سے ناراض ہو تو مجھے نیند آ سکے کیونکہ تیرے احسان کی وجہ سے خدا نے مجھے تمام اچھی چیزیں دی ہیں۔ میں خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے فرشتوں سے تیری نگہبانی کرے اور جب تو اس سے ملے تو وہ تجھے اچھا ثواب دے! یہ سن کر بادشاہ خوش ہو گیا اور شماس اس سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد رانی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا' خوش خبری دینے والوں نے جا کر بادشاہ کو خوش خبری دی کہ تیرے بیٹا پیدا ہوا ہے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا خدا کا بڑا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگا کہ شکر ہے خدا کا کہ اس نے ناامیدی کے بعد مجھے اولاد دی اور وہ بندوں پر بڑا شفیق اور مہربان ہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے تمام رعایا کے نام خط بھیجے تاکہ انہیں خبر ہوجائے اور انہیں اپنے ہاں بلایا اور تمام امرا' رؤسا' علما اور حکام جو اس کے ماتحت تھے حاضر ہوئے۔

یہ تو بادشاہ کا حال ہوا' اب اس کے بیٹے کا حال سنو' سارے ملک میں شادیانے بجنے اور ہر طرف سے لوگ آنے لگے۔ عالم' فلسفی' ادیب اورحکیم آ کر دربار میں داخل ہوئے اور اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ساتوں بڑے وزیروں کو حکم دیا جن کا سردار شماس تھا کہ وہ اپنی اپنی حکمت کے مطابق اس مسئلے پر تقریریں کریں جو اس وقت سب سے زیادہ اہم ہے۔ وزیروں کا سرتاج شماس سب سے پہلے اٹھا اور بادشاہ سے تقریر کرنے کی اجازت چاہی' بادشاہ نے اجازت دے دی' وزیر نے کہنا شروع کیا کہ شکر ہے خدا کا جو ہمیں عدم سے وجود میں لایا اور اپنے شاہی بندوں پر جو عادل اور مصنف ہیں یہ احسان کیا کہ انہیں حکومت اور نیک روی دی' ان کے ہاتھ سے ان کی رعیت کو روزی عطا کی' بالخصوص ہمارا بادشاہ جس کے ذریعے سے خدا نے

ہمارے ملک کے مردوں کو زندہ کیا! اس نے ہمیں نعمتوں سے پاٹ دیا اس کی سلامتی کی وجہ سے ہمیں عیش و عشرت' اطمینان اور انصاف نصیب ہوا۔ کونسا بادشاہ اپنی رعیت کے ساتھ وہ کام کرتا ہے جو اس بادشاہ نے کیا۔ ہماری ضروریات کو پورا کرنا' ہمارے اوپر سے ظلم و ستم کو دور کرنا! یہ خدا کا لوگوں پر احسان ہے اگر ان کا بادشاہ ان کاموں میں دلچسپی لے اور انہیں ان کے دشمنوں سے بچائے کیونکہ دشمن کا انتہائی مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کو زیر کرکے انہیں اپنے قبضے میں لے آئے۔ بہت سے لوگ اپنے بیٹوں کو بادشاہوں کے پاس خدمت کے لئے بھیجتے ہیں اور ان کے پاس غلاموں کی طرح رہتے ہیں تاکہ وہ انہیں دشمنوں سے بچائیں۔ ہماری حالت یہ ہے کہ اس بادشاہ کے زمانے میں کسی دشمن نے ہمارے ملک میں قدم نہیں رکھا' یہی بڑی نعمت اور سعادت ہے جسکی تعریف سے لوگ عاجز ہیں کیونکہ وہ تعریف سے بالاتر ہے اور تو اے بادشاہ' اس بڑی نعمت کا اہل اور مستحق ہے اور ہم تیری پناہ اور تیری قوت کے سائے میں ہیں' خدا تجھے بہترین ثواب دے اور تیری عمر دراز کرے! ہم اس سے پہلے خدا کے آگے ہاتھ جوڑ کر دعا مانگتے تھے کہ وہ ہماری دعا قبول کرے اور تجھے ہماری خاطر زندہ رکھے اور ایک نیک بخت بیٹا دے جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں' خدا نے ہماری درخواست سن لی اور دعا قبول کر لی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• نو سو تیسری رات

نو سو تیسری رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- وزیر شماس نے بادشاہ سے کہا کہ خدا نے ہماری درخواست اور دعا قبول کر لی اور ہمیں بہت جلد خوشی عطا کی جس طرح کہ کسی تالاب میں مچھلیوں کو بادشاہ نے پوچھا کہ مچھلیوں کا کیا قصہ ہے اور یہ کس طرح ہوا؟

URDU4U.COM

○ مچھلیوں اور جھینگے کی کہانی

شماس نے کہا اے بادشاہ! کسی جگہ ایک تالاب تھا اور اس میں چند مچھلیاں رہتی تھیں۔ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ اس کا پانی سوکھ گیا اور مچھلیاں ایک دوسرے کے قریب آ گئیں کیونکہ ان کے لئے پانی کافی نہ تھا وہ مرنے کے قریب ہو گئیں اور کہنے لگیں معلوم نہیں اب ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیے کس سے جا کر مشورہ کریں کہ ہمیں کیونکر نجات مل سکتی ہے۔ ان میں سے ایک مچھلی کھڑی ہوئی جو عمر اور عقل میں سب سے بڑی تھی اور بولی سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم خدا سے دعا مانگیں لیکن پہلے چل کر جھینگے سے مشورہ کر لیں وہ ہمارا سردار ہے۔ دیکھیں کہ اس کی کیا رائے ہے وہ ہم سب سے زیادہ صائب الرائے بھی ہے۔ مچھلیوں نے اس کی رائے مان لی اور سب کی سب مل کر جھینگے کے پاس گئیں دیکھا کہ وہ اپنے گڑھے میں بیٹھا ہوا ہے اسے ان کی تکلیف کی خبر تک نہیں۔ مچھلیوں نے اسے سلام کرکے کہا اے ہمارے آقا! کیا تجھے ہماری حالت کی خبر نہیں حالانکہ تو ہمارا حاکم اور سردار ہے۔ جھینگے نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا تمہیں کیا ہوا اور کیا چاہتی ہو؟ مچھلیوں نے اپنا قصہ سنایا اور کہا پانی کی کمی سے ہم پر مصیبت آ گئی ہے' تالاب اگر

بالکل سوکھ گیا تو ہم مر جائیں گے۔ ہم تیری رائے لینے آئے ہیں جس سے ہم بچ جائیں کیونکہ تو ہمارا بڑا اور ہم سے زیادہ سمجھدار ہے۔ جھینگے نے تھوڑی دیر کے لئے اپنا سر
URDU4U.COM
نیچا کر لیا اس کے بعد کہنے لگا اس میں شک نہیں کہ تمہاری عقل ناقص ہے تمہیں خدا کی رحمت سے ناامیدی ہے اور اس بات کو نہیں جانتیں کہ وہ تمام مخلوقات کو روزی دینے کا ذمہ دار ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ خدا اپنے بندوں کو بغیر حساب کے روزی دیتا ہے قبل اس کے کہ اس نے کوئی چیز پیدا کی ہو اس کی روزی مقرر کر دی ہے اور اپنی خدائی قدرت سے ہر شخص کی عمر محدود اور روزی مقسوم کر دی ہے۔

پھر ہم کیسے اس چیز پر غمگین ہو سکتے ہیں جو ابھی تک غیب میں پوشیدہ ہے! میری رائے میں اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں کہ خدا کے آگے عاجزی کی جائے اور ہم میں سے ہر ایک اپنا ضمیر صاف کرکے خدا سے دعا مانگے کہ وہ ہمیں تکلیفوں سے بچائے۔

جوخدا پر بھروسہ کرتا ہے خدا اس کی امید کو بے کار نہیں جانے دیتا اور جو اس کا وسیلہ چاہتا ہے وہ اسے نامراد نہیں پھیرتا۔ اگر ہم اپنی حالت درست کر لیں تو ہمارے سب کام ٹھیک ہو جائیں گے اور ہمیں بھلائی اور نعمتیں ملیں گی۔ میری صلاح ہے کہ ہم صبر کریں اور دیکھیں کہ خدا کیا کرتا ہے اگر ہمیں موت آ جائے گی تو آرام ہو جائے گا اور اگر کوئی ایسی بات پیش آ جائے گی کہ ہمیں بھاگنا پڑے تو ہم بھاگ کر خدا جہاں لے جائے گا چلے جائیں گے تمام مچھلیوں نے ایک زبان ہو کر کہا اے ہمارے مولا' تو ٹھیک کہتا ہے' خدا تجھے ہماری طرف سے نیک بدلہ دے! یہ کہہ کر سب مچھلیاں اپنی اپنی جگہ چلی گئیں۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ خدا نے خوب مینہ برسایا اور تالاب پہلے سے زیادہ بھر گیا۔

اے بادشاہ' اسی طرح ہم بھی تیری اولاد کی طرف سے نا امید ہو چکے تھے۔ اب چونکہ خدا نے ہماری خاطر تجھے ایک مبارک لڑکا دیا ہے ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ نیک بخت نکلے' تیری آنکھیں ٹھنڈی کرے تیرا اچھا وارث ہو اور ہمارے ساتھ ایسی بخششیں

کرے جیسی کہ تو کرتا رہا ہے جو کوئی خدا سے مقصد رکھتا ہے خدا اسے نامراد نہیں پھیرتا' کسی شخص کو خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیے اس کے بعد دوسرا وزیر اٹھا اور اس نے بادشاہ کو سلام کیا۔ بادشاہ نے جواب میں وعلیکم السلام کیا۔ وزیر نے تقریر شروع کی کہ کوئی بادشاہ اس وقت تک بادشاہ نہیں کہلا سکتا جب تک وہ بخششیں اور انصاف نہ کرے اور اپنے احکام میں دیا دلی سے کام نہ لے' رعیت کے ساتھ پرانے عمدہ دستور کی حفاظت نہ کرے' انہیں تکلیف سے نہ بچائے' غریبوں کی خبرگیری نہ کرے اور جس کا جو واجب حق ہو نہ دے تاکہ سب اس کے لئے دعا کریں اور اس کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسا بادشاہ رعیت کا پیارا ہوتا ہے دنیا میں بلندی حاصل کرتا ہے اور آخرت میں بزرگی اور خدا کی رضا مندی' اے بادشاہ ہم سب تیرے غلام اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جتنی خوبیاں ہم نے بیان کی ہیں وہ سب تجھ میں موجود ہیں۔ مثل ہے کہ بہترین بات یہ ہے کہ بادشاہ کو رعایا کے حق میں منصف ہونا چاہیے' ان کے حکیم کو ماہر اور ان کے عالم کو باخبر اور اپنے علم پر عمل کرنے والا۔ ہم ان ساری بھلائیوں سے مستفید ہیں اس سے پہلے ہم اس بات سے ناامید ہو چکے تھے کہ تیرا ایک بیٹا ہو جو تیرے بعد حکومت کرے لیکن خدا نے تیری دعا نہیں ٹالی کیونکہ تیرا گمان اس کی طرف سے اچھا تھا اور تو نے اپنے کام کو اس کے حوالے کر رکھا تھا۔ تیری امید کیسی اچھی امید تھی! اور تیرا حال وہی ہوا جو کوے کا سانپ کے ساتھ ہوا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیسے؟ کوے اور سانپ کی کیا حکایت ہے؟

وزیر نے کہا اے بادشاہ' کسی درخت پر ایک کوا اور اس کی بیوی آرام اور چین سے زندگی بسر کرتے تھے یہاں تک کہ بچے نکلنے کا زمانہ آیا۔ یہ زمانہ سخت گرمیوں کا تھا' ایک سانپ اپنے بل میں سے نکل کر درخت پر چڑھ گیا اور شاخوں میں لٹکتے لٹکتے کوے کے گھونسلے میں جا بیٹھا اور گرمیوں کا سارا زمانہ اس میں گزار دیا۔ کوے مارے مارے پھرنے لگے' نہ انہیں آرام ملتا نہ کہیں رہنے کی جگہ۔ جب گرمیاں ختم ہو گئیں تو سانپ اپنی جگہ چلا گیا اور کوا اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ ہم خدا کا شکر بجا لاتے ہیں

کہ اس نے ہمیں بچا لیا اور اس آفت سے نجات دی۔ اگرچہ اس سال ہمارے کھانے پینے کا سامان ضائع ہو گیا لیکن خدا ہماری امیدوں پر پانی نہیں پھیرے گا' ہمیں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں صحیح سلامت رکھا' ہمیں سوائے اس کے اور کسی پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے اگر خدا کو منظور ہے اور ہم آئندہ سال تک زندہ رہے تو ہمیں اور بچے عنایت کرے گا۔ پھر بچے نکالنے کا زمانہ آیا تو سانپ اپنی جگہ سے نکل کر پھر درخت پر چڑھا۔ ابھی وہ ایک شاخ میں اٹکا ہی ہوا تھا اور پہلے کی طرح کوے کے گھونسلے میں گھسنا ہی چاہتا تھا کہ ایک چیل اس پر جھپٹی اور اس زور سے اس کے سر پر پنجہ مارا کہ اس کے چیتھڑے اڑ گئے۔ وہ زمین پر گر پڑا اور چیونٹیوں نے آ کر اسے چٹ کر لیا' کوا اور اس کی بیوی سلامتی اور اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے ان کے بہت سے بچے ہوئے اور انہوں نے اپنی سلامتی اور اولاد پر خدا کا شکریہ ادا کیا۔

اے بادشاہ' ہمیں بھی اس بات پر خدا کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ اس نے ناامیدی کے بعد تجھے مبارک بیٹا دے کر تجھ پر اور ہم پر کتنا احسان کیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• نو سو چوتھی رات

URDU4U.COM

نو سو چوتھی رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب دوسرا وزیر اپنی تقریر ختم کر چکا تو تیسرا وزیر اٹھا اور کہنے لگا اے منصف بادشاہ جو اس دنیا میں نیکی کرے گا آخرت میں اس کا پھل پائے گا' خوش ہو کر جسے دنیا والے چاہتے ہیں اسی کو آسمان والے بھی چاہتے ہیں۔ خدا نے تیری محبت کے حصے کر کے تیری رعیت کے دلوں میں رکھ دیئے ہیں ہمیں اور تجھے چاہیے کہ اس کا شکر ادا کریں اور اس کی حمد بجا لائیں تاکہ وہ اپنی نعمتوں سے تجھے اور تیری وجہ سے ہمیں مالا مال کر دے۔ اے بادشاہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ بغیر خدا کے حکم کے کوئی شخص کچھ نہیں کر سکتا' وہی بخشش کرنے والا ہے اور جو بھلائی کسی کے حصے میں آئی ہے اسی سے ملی ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اپنے بندوں کو نعمتیں دیتا ہے' کسی کو مالا مال کر دیتا ہے اور کسی کو اپنی روٹی کمانے کے لئے مزدوری کرنی پڑتی ہے کسی کو خدا سردار بناتا ہے اور کسی سے دنیا چھڑا کر اپنی طرف راغب کر لیتا ہے' اس کا قول ہے کہ میں ہی نفع اور نقصان پہنچاتا ہوں' میں ہی شفا دیتا' بیمار کرتا' مارتا' جلاتا' امیر اور غریب بناتا ہوں' ساری چیزیں میرے ہی ہاتھ میں ہیں اور وہ لوٹ کر میرے ہی پاس آئیں گی۔ ہر شخص پر فرض ہے کہ خدا کا شکر کرے اور اے بادشاہ! تو سب سے بڑا نیک اور نیک بخت ہے کیونکہ مثل ہے کہ سب سے زیادہ نیک اور نیک بخت وہ شخص ہے جس میں خدا نے دنیا اور آخر دونوں کی نیکیاں جمع کر دی ہوں اور جو خدا کی دی ہوئی نعمت پر قناعت کرے اور اس کی عطا کردہ حکومت پر شکرگزار ہو اور جو شخص ظلم کرتا ہے فرائض اور حقوق پر کاربند نہیں ہوتا تو اس کی مثال جنگلی گدھے اور لومڑی کی سی ہے بادشاہ نے پوچھا کہ وہ قصہ کیا ہے؟

○ جنگلی گدھے اور لومڑی کی کہانی

URDU4U.COM

وزیر نے کہا اے بادشاہ! ایک لومڑی ہر روز اپنے بھٹ سے نکل کر روزی تلاش کرنے جایا کرتی تھی۔ ایک روز جب وہ کسی پہاڑی پر تھی دن ڈھل گیا اس نے لوٹنے کا ارادہ کیا' راہ میں دیکھا کہ ایک اور لومڑی چلی جا رہی ہے۔ دونوں لومڑیاں ایک دوسرے سے اپنے اپنے شکار کی باتیں کرنے لگیں۔ ایک نے کہا کہ کل مجھے ایک وحشی گدھا مل گیا' میں بھوکی تھی تین دن سے کچھ کھایا نہ تھا خوش ہو گئی۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے میرے لئے جنگلی گدھا بھیج دیا اور میں اس کے دل کی طرف بڑھی اور اسے کھا کر خوب سیر ہو گئی۔ اس کے بعد میں اپنے بھٹ میں چلی گئی۔ آج تین روز ہوئے کہ مجھے کھانے کو نہیں ملا ہے مگر میں سیر ہوں۔ دوسری لومڑی اس کی سیری کا حال سن کر حسد کرنے لگی اور اپنے دل میں کہا کہ میں بھی ضرور گدھے کا دل کھا کر چھوڑوں گی۔ اور اس نے کئی دن تک کچھ کھایا نہیں کمزور اور مرنے کے قریب ہو گئی اس کی دوڑ دھوپ جاتی رہی اور اپنے غار سے باہر بھی نہ نکل سکی۔ ایک دن جبکہ وہ اپنے غار میں بیٹھی ہوئی تھی دو شکاری شکار کے لیے ادھر آ نکلے اور ایک گدھے کو دیکھ کر اس کا پیچھا کیا اور دن بھر اس کا پیچھا کرتے رہے۔ بالآخر ایک نے اس پر ایک دوشاخہ تیر چلایا جو گدھے کے بدن میں گھس کر اس کے دل تک پہنچ گیا اور وہ مر کر اسی لومڑی کے غار کے پاس گرا۔ شکاریوں نے اسے ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ مر چکا ہے اور وہ تیر جو اس کے دل میں چبھ گیا تھا کھینچا۔ لکڑی تو باہر نکل آئی لیکن پیکان اندر رہ گیا۔ شام ہوئی تو لومڑی کمزوری اور بھوک سے پریشان اپنے غار سے نکلی دیکھا کہ ایک جنگلی گدھا غار کے منہ پر پڑا ہوا ہے اتنی خوش ہوئی کہ پھولے نہ سمائی اور کہنے لگی کہ شکر ہے خدا کا اس نے بغیر محنت مشقت کے میری خواہش پوری کر دی' میں کیا جانتی تھی کہ مجھے جنگلی گدھا مل جائے گا۔ شاید خدا اسے مار

کر یہاں کھینچ لایا ہے۔ یہ کہہ کر وہ گدھے کی طرف جھپٹی اور اس کا پیٹ پھاڑ کر اپنا سر اس میں ڈالا اور منہ ادھر ادھر دوڑانے لگی اور جب اسے دل مل گیا تو اسے نگلنا چاہا۔ دل اس کے حلق میں پہنچا تو دو شاخہ پیکاں اس کے گلے کی ہڈی میں چبھ گیا وہ نہ اسے نگل سکتی نہ اگل سکتی۔ لومڑی کو یقین ہوا کہ موت آ گئی اور کہنے لگی سچ ہے کہ کسی مخلوق کو اس سے زیادہ نہ طلب کرنا چاہیے جو خدا نے اس کی قسمت میں لکھ دیا ہے۔ اگر میں اس پر قناعت کرتی جو خدا نے میری قسمت میں لکھ دیا ہے تو ہلاک نہ ہوتی۔

لہٰذا اے بادشاہ' انسان کو چاہیے کہ قسمت کے لکھے پر راضی رہے' خدا کا شکر کرے اور اس سے ناامید نہ ہو۔ دیکھ اے بادشاہ' تیری اچھی نیت اور نیک کرداریوں کی وجہ سے خدا نے ناامیدی کے بعد تجھے بیٹا دیا۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اسے لمبی عمر اور دائمی نیک بختی عطا کرے اور تیری دراز عمر کے بعد اسے تیرا مبارک وارث بنائے جو تیرے راستے پر چلے۔ اس کے بعد چوتھا وزیر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اگر بادشاہ سمجھ دار اور عقل مندی کی باتوں کو سمجھنے والا ہو۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• نو سو پانچ ویں رات

URDU4U.COM

نو سو پانچویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- چوتھے وزیر نے کہا اگر بادشاہ سمجھ دار ہو اور دانش مند ہو اور حکمرانی' سیاست دانی' نیک نیتی اوررعایا کے ساتھ انصاف پسندی برتتا ہو' معزز لوگوں کی عزت' محترم لوگوں کا احترام کرتاہو اور باوجود قدرت کے عفو کر سکتا ہو' بڑوں اور چھوٹوں کی رعایت اور ان کا بوجھ ہلکا ان کے ساتھ بخشش کرتا ہو' ان کی جانوں کی حفاظت ان کی پردہ پوشی کرتا ہو اور ان کے ساتھ عہد و پیماں پر قائم رہتا ہو' تو وہ دنیاوی اور اخروی نیک بختی کا مستحق ہے۔ یہی چیز اسے رعایا سے محفوظ رکھتی ہے۔ ملک کی برقراری' دشمنوں پر فتح یابی اور مطلب براری کے لئے مددگار ہوتی ہے بلکہ اس کی وجہ سے خدا کی نعمت اس پر اور بڑھ جاتی ہے اور اس میں خدا کی شکرگزاری کی توفیق پیدا ہو جاتی ہے' اس کی مہربانی سے اسے کامیابی ہوتی ہے۔ لیکن اگر بادشاہ میں یہ باتیں نہیں تو وہ اور اس کا ملک دونوں مصیبتوں اور آفتوں کا شکار رہتے ہیں کیونکہ وہ قریب اور دور والوں دونوں پر ظلم و ستم کرتا ہے اور اس کا وہی حشر ہوتا ہے جو ایک بادشاہ کا اس کے درویش بیٹے کے ساتھ ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کیسے؟

○ ظالم بادشاہ اور اس کے درویش بیٹے کی کہانی

وزیر بولا اے بادشاہ! پچھم کے ملک میں ایک بادشاہ بڑا ظالم' جابر' تند مزاج اور سخت گیر تھا رعایا کے ساتھ بالکل رعایت نہ کرتا۔ جب کوئی شخص اس کے ملک میں داخل ہوتا تو اس کے حکام اس کے مال کے پانچ حصے کرکے چار حصے لے لیتے اور صرف پانچواں

حصہ اس کے لئے چھوڑ دیتے۔ اللہ کی شان کہ اس کا بیٹا باپ کے برعکس بڑا نیک بخت اور سعید تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ دنیا ٹیڑھی چل رہی ہے تو اس نے دنیا ترک کر دی اور بچپن ہی سے درویش بن کرخدا کی عبادت کرنے نکل کھڑا ہوا۔ دنیا سے دست کشی کر کے جنگل بیابانوں کی سیر کرتا اور کبھی کبھی شہروں میں بھی جاتا۔ اتفاق سے ایک بار اسی شہر میں آ پہنچا۔ پہرے داروں نے اسے پکڑ کر اس کا جھاڑا لیا لیکن سوائے دو جوڑے کپڑوں کے اس کے پاس کچھ نہ نکلا' ایک نیا اور ایک پرانا۔ پہلے انہوں نے اسے خوب ذلیل و خوار کیا پھر اس کے نئے کپڑے اتار لئے اور پرانے چھوڑ دیئے۔
وہ فریاد کرنے اور کہنے لگا کہ اے ظالمو' ستیاناس ہو تمہارا! میں ایک فقیر درویش آدمی ہوں ان کپڑوں سے تمہارا کیا فائدہ ہو گا! اگر تم وہ کپڑے واپس نہ کرو گے تو میں بادشاہ کے پاس جا کر تمہاری شکایت کروں گا۔ انہوں نے جوابدیا کہ ہم نے تو بادشاہ ہی کے حکم سے یہ کیا ہے' تیرا جو جی چاہے کر۔ درویش بادشاہ کے محل پر پہنچا لیکن دربانوں نے اسے اندر جانے سے روکا وہ لوٹ گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب سوائے اس کے چارا نہیں کہ میں یہیں اس کا انتظار کروں اور جب وہ نکلے تو اس سے شکایت کروں کہ میری کیا گت بنائی گئی۔ وہ بادشاہ کے نکلنے کا انتظار ہی کر رہا تھا کہ اس نے لشکری کو کہتے سنا کہ وہ آ رہا ہے۔ درویش آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا کہ یکایک بادشاہ نکل آیا' درویش نے اس کے سامنے آ کر اس کی کامیابی کی دعا دی اور وہ ماجرا بیان کیا جو اسے پہرے دار کے ساتھ پیش آیا تھا۔ ان کی شکایت کی اور کہا کہ میں اللہ والے لوگوں میں سے ہوں دنیا ترک کر کے خدا کی خوشنودی ڈھونڈ رہا ہوں' درویشی اختیار کر لی ہے' جن لوگوں کے پاس میں جاتا ہوں وہ حتی الامکان میرے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اور اسی حالت میں میں شہر شہر اور گاؤں گاؤں جاتاہوں۔
اس کے بعد درویش نے کہا کہ جب میں اس شہر میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ یہاں کے لوگ بھی میرے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو درویشوں کے ساتھ کیا جاتا ہے لیکن

تیرے ملازموں نے مجھے روک کر میرا لباس اتار لیا اور خوب مارا دیکھ میری حالت میری مدد کر' میرے کپڑے دلوا دے اور میں فوراً اس شہر سے چلا جاؤں گا۔ ظالم بادشاہ نے

URDU4U.COM

جواب دیا کہ تجھے کس نے اس شہر میں آنے کو کہا تھا کیا تو نہیں جانتا کہ یہاں کا بادشاہ کیا کرتا ہے؟ درویش نے کہا میرے کپڑے دے دے پھر جو جی چاہے کیجئو۔ درویش کی یہ باتیں سن کر بادشاہ کا مزاج برہم ہو گیا وہ کہنے لگا اے جاہل' ہم نے تجھے ذلیل کرنے کے لیے تیرے کپڑے اتار لئے ہیں اور اب چونکہ تو شور مچا رہا ہے ہم تیری جان نکال لیں گے۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے اسے قید خانے بھجوا دیا۔ جب وہ قید خانے پہنچا تو اپنے جواب پر پچھتانے لگا اور اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگا کہ آخر میں کپڑوں کو چھوڑ کر بھاگ کیوں نہ گیا۔ جب آدھی رات ہوئی تو اس نے اٹھ کر بہت دیر تک نماز پڑھی اور کہنے لگا کہ خداوندا تو ہی انصاف کرنیوالا اور میرا حال جاننے والا ہے کہ مجھے اس جابر بادشاہ کے ساتھ کیا پیش آیا' میں تیرا مظلوم بندہ ہوں اور تیرے آگے دعا مانگتا ہوں کہ میرے حال پر رحم کر مجھے اس ظالم بادشاہ کے پنجے سے چھڑا اور اس پر اپنا عذاب اتار کیونکہ تو کسی ظالم کے ظلم سے بے خبر نہیں ہے۔ اگر تو سمجھتا ہے کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا تو آج ہی رات اس پر اپنا عذاب نازل کر' تیرا حکم انصاف ہے اور تو ہر مظلوم کا مددگار ہے' تیری قدرت اور بڑائی آخر تک قائم رہے گی۔ جب قید خانے کے داروغہ نے اس مسکین کی دعا سنی تو وہ سر سے پاؤں تک کانپ اٹھا۔ اتنے میں بادشاہ کے محل سے ایک شعلہ نکلا اور وہاں سے لے کر قید خانے تک ہر جگہ آگ لگ گئی سوائے داروغہ اور درویش کے کوئی نہ بچا۔ درویش آزاد ہو گیا وہ اور داروغہ وہاں سے چل دیئے اور چلتے چلتے ایک دوسرے شہر میں پہنچے' ادھر ظالم بادشاہ کا شہر ایک سرے سے دوسرے سرے تک راکھ ہو گیا۔

اے نیک بخت بادشاہ! ہم تو دن رات تیرے لئے دعا مانگتے اور خدا کا شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے تجھے پیدا کیا اور تیرے انصاف اور خوش خلقی سے ہمیں اطمینان ہے۔ اس

بات کا بڑا غم تھا کہ تیرے کوئی اولاد نہ تھی جو تیرے بعد بادشاہت کرے اور ڈر تھا کہ کہیں تیرے بعد کوئی دوسرا بادشاہ نہ بن بیٹھے لیکن اب اس نیک بخت لڑکے کے پیدا ہونے کی وجہ سے خدا نے ہم پر کرم کیا ہمارا غم دور کرکے ہمیں دل شاد کر دیا۔

URDU4U.COM

ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اسے خلیفہ بنائے ایسی عزت اور سعادت دے جو ہمیشہ باقی رہے۔

اب پانچواں وزیر اٹھا اور کہنے لگا کہ مبارک ہے بزرگ خدا-------

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # نو سو چھٹی رات

نو سو چھٹی رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- پانچویں وزیر نے کہا کہ مبارک ہے بزرگ خدا جو عمدہ بخششیں کرتا اور نفیس انعامات دیتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ ہمیں تحقیق کیساتھ معلوم ہے' خدا اسی کے ساتھ انعام و اکرام کرتا ہے جو اس کا شکریہ بجا لاتا اور اس کے دین پر قائم رہتا ہے اور اے نیک بخت بادشاہ! تجھ میں یہ تمام خصلتیں پائی جاتی ہیں علاوہ ازیں رعایا کے ساتھ ایسا عدل و انصاف بھی جس سے خدا راضی ہو۔ اسی وجہ سے خدا نے تیرا رتبہ بڑھایا۔ تیری زندگی کو مبارک بنایا اور ناامیدی کے بعد تجھے یہ نیک تحفہ دیا ہے جو تیرا نیک بخت بیٹا ہے جس کے سبب سے ہمیں دائمی خوشی اور سرور حاصل ہوا ہے جو کبھی جا نہیں سکتا۔ اب تک تیرے بیٹا نہ ہونے سے ہمیں بہت رنج و غم تھا تیرا عدل اور تیری محبت جوہمارے ساتھ ہے۔ ہم سوچ میں پڑے ہوئے تھے اور ہمیں ڈرتھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری زندگی ختم ہو جائے اور تیرا والی وارث کوئی نہ ہو ہماری رائیں مختلف ہو جائیں' ہم میں پھوٹ پڑ جائے اور ہماری وہی حالت ہو جائے جو کوے کی ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کوے کا کیا قصہ ہے؟

وزیر نے عرض کیا اے نیک نہاد بادشاہ ------- کسی جنگل میں ایک بہت بڑی گھاٹی تھی جہاں بہت سے چشمے' درخت' میوے تھے اور چڑیاں زبردست خدا کی تسبیح کرتی تھیں جس نے دن اور رات پیدا کئے ہیں۔ منجملہ اور چڑیوں کے وہاں کوے بھی تھے جو بڑے عیش وآرام سے رہتے۔ ان کا سردار اور حاکم ایک کوا تھا جوان پر بڑا مہربان اور شفیق تھا' جس کے ساتھ وہ امن و امان سے بسر کرتے اور اپنے درمیان اتنا اچھا انتظام رکھتے کہ چڑیوں کی ان کے خلاف کچھ نہ چلتی۔ اب ایسا اتفاق ہوا کہ ان کے سردار کو موت

آ گئی جو ہر مخلوق کے لئے مقدر ہے۔ انہیں بہت رنج و افسوس ہوا لیکن سب سے زیادہ رنج اس بات کا تھا کہ کوئی ایسا نہیں جواس کا جانشین ہو سکے سب نے مل کر مشورہ

URDU4U .COM

کیا کہ کون ایسا نیک ہے جو ان کا سردار بنے۔ بعض نے ایک کوے کو تجویز کیا اور کہا کہ بس یہی ہمارا بادشاہ ہونے کے قابل ہے لیکن دوسرے ان سے متفق نہ ہوئے اور اس کوے کو پسند نہ کیا۔ اس پر ان کے درمیان پھوٹ پڑ گئی جھگڑا ہونے لگا اور بڑا فتنہ و فساد ہوا۔ بالاخر یہ فیصلہ ہوا کہ وہ رات بھر آرام کریں جب صبح ہو تو کوئی روزی کی فکر میں نہ جائے جب تک دن نہ نکل آئے اور پو پھٹتے ہی ایک جگہ جمع ہوں اور دیکھیں کہ کون سا پرندہ سب سے تیز اڑتا ہے جو سب سے تیز اڑے وہی خدا کی طرف سے ہمارے اوپر مامور سمجھا جائے گا ہم اسے بادشاہ بنا لیں گے اور اپنی حکومت اس کے سپرد کریں گے۔ اس پر سب رضامند ہوگئے اور اس شرط پر اتفاق ہو گیا۔ اتنے میں ایک شکرا آتا دکھائی دیا انہوں نے اس سے کہا اے نیک بخت' ہم تجھے اپنا سردار مقرر کرتے ہیں تاکہ تو ہمارا انتظام کر۔ شکرا راضی ہو گیا اور کہنے لگا خدا نے چاہا تو تمہیں مجھ سے بڑا فائدہ پہنچے گا۔ اس کے سردار بننے کے بعد یہ دستور ہو گیا کہ جب کوے اپنی روزی ڈھونڈنے نکلتے تو وہ ان میں سے ایک کے ساتھ ہو جاتا اور اسے مار کر اس کا بھیجا اور دونوں آنکھیں کھا جاتا باقی حصہ پھینک دیتا وہ برابر یوں ہی کرتا رہا یہاں تک کہ کوے تاڑ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی بڑی تعداد ہلاک ہو چکی ہے اور باقی بھی یقیناً ہلاک ہو جائیں گے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ ہم میں بہت سے ہلاک ہو چکے ہیں اور ہمیں اس کا احساس اس وقت ہواجب ہمارے بڑے ہلاک ہونے لگے۔ اب ہمیں چاہیے کہ اپنی جان کی خیر منائیں' چنانچہ صبح ہوتے ہی وہ اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔

ہمیں بھی اب تک یہی ڈر تھا کہ ہماری بھی کہیں یہی گت نہ بنے اور کوئی غیر ہم پر بادشاہت نہ کرے لیکن خدا نے اپنی عنایت سے یہ شہزادہ ہمیں عطا کیا جو تیرا ہی گوشت و پوست ہے اور اب ہمیں یقین ہے کہ ہم اطمینان اور اتفاق سے رہیں گے۔

ہمارے وطن میں امن و امان اور سلامتی رہے گی مبارک ہے برتر وبزرگ خدا اور وہی حمد' شکر اور اچھی ثنا کا حقدار ہے۔ خدا برکت دے ہم کو جو اس کی رعیت ہیں اور ہمیں اور اسے نیک بختی عطا کرے! اس کے بعد چھٹا وزیر اٹھا اور کہنے لگا اے بادشاہ! خدا تجھے دنیا اور آخرت دونوں میں نیک بخت رکھے! بزرگوں کا یہ پہلے ہی سے مقولہ ہے کہ جو نماز پڑھتا' روزہ رکھتا' ماں باپ کا حق ادا کرتا اور انصاف سے احکام جاری کرتا ہے تو جب وہ خدا سے ملے گا اسے راضی پائے گا۔ جب سے تو ہمارا حکمران بنا ہے ہمارے ساتھ انصاف کرتا ہے تیرا کام مبارک ہے اس لئے ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ تجھے بہترین ثواب اور تیرے احسانوں کا بدلہ دے۔ تو نے ابھی سن لیا ہے کہ اس عالم وزیر نے کیا کہا' اگر بادشاہ مر جائے یا کوئی دوسرا بادشاہ حکومت کرنے لگے جو اس جیسا نہ ہو تو ہمیں کتنی مایوسی ہو گی' اس کے بعد ہم میں کتنا اختلاف بڑھے گا اور اس اختلاف کی وجہ سے کیا آفت آئے گی' اس لئے ہم نے خدا سے دعا کی کہ وہ بادشاہ کو ایک نیک بخت بیٹا عطا کرے جو اس کے بعد ملک کا والی وارث بنے۔
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان جس دنیاوی چیز کو محبوب رکھتا ہے اس کا نتیجہ اسے معلوم نہیں ہوتا' اس وجہ سے انسان اپنے پروردگار سے کوئی ایسی چیز نہ مانگے جس کے نتیجے میں وہ بے خبر ہو کیونکہ ایسی حالت میں اس کا نقصان فائدے سے زیادہ ہوتا ہے اس کی مطلوبہ چیز میں اس کی تباہی پوشیدہ ہوتی ہے اور اس کا وہی حشر ہوتا ہے جو سپیرے اس کے بیوی بچوں اور گھر والوں کا ہوا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- نو سو ساتویں رات

نو سو ساتویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ وزیر نے کہا کہ اس کا وہی حشر ہو گا جو سپیرے'اس کی بیوی بچوں اور گھر والوں کا ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ سپیرے' اس کے بیوی بچوں اور گھر والوں کا کیا قصہ ہے؟

URDU4U.COM

- سپیرے اور اس کے بیوی بچوں کی کہانی

وزیر نے کہا اے بادشاہ! ------ ایک سپیرا تھا جو سانپ پکڑتا' انہیں پالتا اور انہی کے ذریعے سے اپنی روزی پیدا کرتا۔ اس کے پاس ایک بڑا پٹارا تھا جس میں تین سانپ تھے لیکن گھر والوں کو اس کی خبر نہ تھی۔ وہ ہر روز اس پٹارے کو لے کر شہر کا چکر لگاتا لوگوں کو سانپوں کا تماشا دکھاتااور اپنے بال بچوں کے لئے روٹی کماتا ' شام کے وقت گھر لوٹتا اور پٹارے کو ایک طرف رکھ دیتا اور دوسرے دن صبح کو پھر اسے لے کر شہر میں نکل جاتا۔ یہی اس کا دستور تھا گھر والے بالکل بے خبر تھے کہ پٹارے میں کیاہے۔ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ جب سپیرا عادت کے موافق گھر لوٹ آیا تو اس کی بیوی نے پوچھا اس پٹارے میں کیا ہے؟ سپیرا بولا اس سے تیرا کیا مطلب ہے؟ کیا تیرے پاس کافی بلکہ اس سے بھی زیادہ کھانے کو نہیں ہے! جو کچھ خدا نے تجھے دیا ہے اس پر قناعت کر اور ادھر ادھر کی باتیں نہ پوچھ۔ عورت یہ سن کر چپ تو ہو گئی لیکن اپنے دل میں کہنے لگی کہ میں ضرور اس بات کا پتا لگا کر رہوں گی کہ اس پٹارے میں کیا ہے۔ اس پر وہ تل گئی اپنے بچوں کو بھی لگا دیا وہ اپنے باپ سے پوچھیں کہ اس پٹارے میں کیا ہے اور ضد کریں تا کہ وہ انہیں بتا دے۔ بچوں کو گمان ہوا کہ اس میں ضرور کوئی کھانے کی چیز ہو گی وہ روز باپ کے پیچھے پڑ جاتے کہ دکھا

پٹارے میں کیا ہے۔ باپ ان کو ٹال دیتا۔ پھسلاتا اور کہتا کہ یہ بات نہ پوچھو۔ ایک مدت تک یہی پوچھ گچھ ہوتی رہی اور ان کی ماں برابر انہیں اکساتی رہی یہاں تک کہ ماں بیٹوں نے یہ صلاح کی کہ جب تک باپ پٹارا کھول کر انہیں دکھا نہ دے اس وقت تک وہ نہ اس کا کھانا کھائیں گے نہ پانی پئیں گے۔ ایک رات وہ یہی سوچ رہے تھے کہ سپیرا بہت سا کھانا پینا لے کر آیا اور انہیں بلایا کہ آؤ ساتھ مل کر کھائیں' لیکن انہوں نے آنے سے انکار کر دیا اور خفگی کا اظہار کیا' باپ انہیں میٹھی میٹھی باتیں کرکے پھسلاتا اور کہتا کہ تم کیا چاہتے ہو' کھانا پینا یا کپڑے! انہوں نے کہا ابا' ہم سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہتے کہ تم اس پٹارے کو کھول دو ہم بھی تو دیکھیں کہ اس میں کیا ہے۔ اس نے کہا بیٹو! اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ الٹا نقصان پہنچے گا۔ یہ سن کر وہ اور زیادہ ضد کرنے لگے باپ نے انہیں بہتیرا ڈانٹا ڈپٹا' مارنے کی دھمکی بھی دی مگر وہ نہ مانے برابر اپنی ضد پر اڑے رہے۔ آخر سپیرے کو طیش آگیا اور ڈنڈا لے کر انہیں مارنے دوڑا وہ اس کے پاس سے مکان کے اندر بھاگے۔ اس وقت پٹارا وہیں رکھا ہوا تھا سپیرے نے اسے چھپایا نہ تھا۔ بیوی نے یہ دیکھ کر کہ اس کا شوہر لڑکوں کے ساتھ مشغول ہے جلدی سے پٹارا کھول دیا کہ دیکھے اس کے اندر کیا ہے۔ پٹارے کا کھلنا تھا کہ سانپ باہر نکل آئے سب سے پہلے عورت کو ڈسا وہ مر گئی۔ پھر وہ مکان کے اندر دوڑنے لگے' سوائے سپیرے کے سب چھوٹوں بڑوں کو مار ڈالا۔ سپیرا گھر چھوڑ کر بھاگ گیا۔

اے نیک بخت بادشاہ' اگر تو غور کرے تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ انسان کو خدا کی مرضی کے خلاف کوئی تمنا نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کی قدرت اور ارادے پر پورا بھروسہ کرنا چاہیے' دیکھ اے بادشاہ! تیری نیکیوں کی افراط اور سمجھ کی خوبیوں کی وجہ سے خدا نے ناامیدی کے بعد تجھے بیٹا دے کر تیری آنکھیں ٹھنڈی اور تیرا دل خوش کردیا ہے اور ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اسے ایسا عادل بادشاہ بنائے جس سے خدا راضی اور رعیت خوش ہو۔ اب ساتواں وزیر اٹھا اور کہنے لگا اے بادشاہ! میں نے ان باتوں پر

خوب غور و خوض کیا ہے جو میرے بھائیوں! ان عالم اور حکیم وزیروں نے کی ہیں اور جو کچھ تیرے عدل ' خوش اخلاق او دوسرے بادشاہوں پر تیری فضیلت کا ذکر کیا ہے ہمارے اوپر فرض ہے کہ ہم تیری ان باتوں کا ذکر کیا کریں' میں خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ اس نے اپنی نعمتوں سے تجھے مالا مال کر دیا اپنی رحمت سے تجھ میں ملک کی بہبودی کا احساس پیدا کیا تجھے اور ہمیں اس بات کی توفیق دی کہ ہم اس کا بہت بہت شکر کریں' یہ سب باتیں محض تیری ذات کی وجہ سے ہیں۔ جب تک تو ہمارے درمیان میں ہے ہمیں کسی ظلم و جور کا اندیشہ نہیں اور باوجود ہماری کمزوری کے کوئی ہم پر دست درازی نہیں کرسکتا۔ مثل ہے کہ بہترین رعایا وہ ہے جس کا بادشاہ منصف مزاج ہو اور بد ترین وہ جس کا بادشاہ ظالم ہو۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے تجھ سا بادشاہ ہمیں عنایت کیا اور ناامیدی اور بڑھاپے کے بعد یہ نیک بخت بیٹا تجھے دیا' خدا کی بہترین بخشش نیک اولاد ہے۔ بزرگوں نے سچ کہا ہے کہ جس کے بیٹا نہیں اس کے لئے نہ تو آرام ہے نہ اس کا نام چلے گا۔ تجھے اپنے ٹھیک عدل اور خدا کے ساتھ نیک نیتی کے بدلے یہ نیک بیٹا ملا ہے۔ تیری ہی خوش خلقی اور صبر کے بدلے خدا نے اپنے احسان سے تجھے اور ہمیں یہ مبارک شہزادہ عطا کیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسی کہ مکڑی اور آندھی کی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ مکڑی اور آندھی کا کیا قصہ ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- نو سو آٹھویں رات

نو سو آٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- بادشاہ نے وزیر سے پوچھا کہ مکڑی اور آندھی کی کیا کہانی ہے؟

URDU4U .COM

- مکڑی اور آندھی کی کہانی

وزیر نے کہا اے بادشاہ! ایک مکڑی نے کسی اونچے دروازے پر چڑھ کر ایک جالا تنا تھا اس میں آرام سے زندگی بسر کرتی اور خدا کی شکر گزار رہتی کہ اسے یہ گھر میسر ہوا اور خوف سے پناہ ملی۔ وہ اسی طرح بہت دنوں تک رہتی اور خدا کا شکر بجا لاتی رہی کہ اس نے اسے راحت دی اور اس کو روزی پہنچاتا رہا۔ خدا نے ایک بار اس کا امتحان لینا چاہا کہ اسے وہاں سے نکال کر دیکھے کہ وہ کہاں تک شکر اور صبر کرتی ہے۔ ایک روز آندھی بھیجی جس نے اسے مع جالے کے اڑا کر سمندر میں پھینک دیا۔ موجیں اسے خشکی کی طرف بہا لے گئیں' لیکن اس نے اپنی سلامتی پر خدا کا شکر کیا اور آندھی سے ناراض ہو کر کہا اے آندھی تو نے میرے ساتھ یہ کیا کیا اور تجھے اس سے کیا فائدہ ملا کہ تو مجھے میرے گھر سے یہاں لے آئی حالانکہ میں دروازے کے اوپر اپنے گھر میں بڑے امن و امان سے رہتی تھی؟ آندھی نے جواب دیا ناراض نہ ہو میں تجھے اسی جگہ پہنچا دوں گی جہاں تو پہلے تھی۔ مکڑی صبر کے ساتھ انتظار کرتی رہی کہ آندھی اسے اس کے گھر پہنچا دے یہاں تک کہ اتر کی ہوا چلی لیکن وہ اسے واپس نہ لے گئی' پھر دکھن کی ہوا آئی اور مکڑی کو لے کر اسی گھر کی طرف چلی۔ مکڑی اس جگہ پہنچی تو اس نے اسے پہچان لیا اور بہت خوشی ہوئی۔

ہم خدا کے شکر گزار ہیں کہ اس نے بادشاہ کی تنہائی اور صبر کا نیک بدلہ دیا' ناامیدی

اور بڑھاپے کے باوجود اسے یہ لڑکا عطا کیا اور اسے دنیا سے اٹھانے سے پہلے اس کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں اسے اتنی بڑی حکومت اور سلطنت بخشی' اس کی رعیت پر رحم فرما کر انہیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کردیا۔ بادشاہ نے کہا کہ تعریف ہے خدا کے لئے ہر تعریف سے برتر اور شکر ہے اس کا ہر شکر سے بالاتر' نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے' وہی ہے پیدا کرنیوالا ہر چیز کا' اس کی بڑی عظمت کا پتا ہمیں اس کی نشانیوں کے نور سے چلتا ہے' وہ اپنے ملک میں جس بندے کو چاہتا ہے حکومت اور سلطنت دیتا ہے اسے اپنی مخلوقات پر نائب اورامین بنانے کے لئے منتخب کر لیتا ہے اور اسے حکم دیتا ہے کہ ان کے ساتھ عدل و انصاف کرے اور اس کی شریعتیں اور سنتیں قائم رکھے اور حق بات پر عمل کرے اور جس طرح خدا اور رعایا کو پسند ہو ان کے کاموں کو انجام دے جو کوئی اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی اطاعت کرتا ہے تو وہ بھی دنیا کے خطرے اس کے پاس پھٹکنے نہیں دیتا اور آخرت میں اسے بہت عمدہ بدلہ دیتا ہے۔ وہ نیکو کاروں کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ مگر جو کوئی خدا کے حکم کے خلاف کام' گناہ اور اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتا ہے آخرت میں پکڑا جاتا ہے۔ خدا ظالموں اور فسادیوں کی رسی ڈھیلی نہیں چھوڑتا نہ کسی نیک بندے کے اجر کو ضائع کرتا ہے۔ ہمارے ان وزیروں نے ابھی بیان کیا ہے کہ ہمارے عدل اور نیک برتاؤ سے جو ہم ان کے ساتھ کرتے رہے ہیں خدا نے ہم پر اور ان پر یہ مہربانی کی کہ ہمیں ایسے شکر ادا کرنے کی توفیق ہوئی جس سے ہم اور زیادہ انعام و اکرام کے مستحق ہو گئے۔ ان میں سے ہر ایک نے وہ باتیں کیں جو خدا نے اس کے دل میں ڈالیں۔ انہوں نے خدا کی نعمتوں اور عنایتوں پر اس کا انتہائی شکریہ ادا کیا اور اس کی تعریف کی۔ میں بھی خدا کا شکرگزار ہوں کیونکہ میں اسی کا مامور بندہ ہوں اور میرا دل اس کے ہاتھ میں ہے' میری زبان اس کی فرمانبردار اور اس کے حکم کی تابع ہے اور وہی کرتی ہے جو اس کی مرضی میرے اور ان کے متعلق ہے خواہ دنیا ادھر سے ادھر کیوں نہ ہو جائے علاوہ

برس انہوں نے وہ بھی بیان کیا جو اس کے بارے میں ان کے دل میں آیا اور یہ بھی کہا کہ میرے اس عمر پر پہنچنے کے بعد جبکہ ناامیدی اور یقین کی کمزوری غالب آ جاتی ہے خدا نے مجھ پر نئے سرے سے مہربانی کی۔ شکر ہے خدا کا کہ اس نے ہمیں مایوسی اور رات اور دن کی طرح حاکموں کے بدلے سے محفوظ رکھا' واقعی یہ مجھ پر اور ان پر خدا کی بڑی عنایت ہے شکر ہے خدا کا کہ اس نے ہمیں یہ بیٹا دیا جو فرمانبردار اور مطیع ہے اور خدا نے اسے بادشاہت کا وارث بنا کر بلند مرتبہ عنایت فرمایا۔ ہم خدا کی مہربانی سے امیدوار ہیں کہ وہ اس کے ہر کام کو مبارک کرے اور اسے بھلائی کی توفیق دے تاکہ وہ ایسا بادشاہ اور حکمران ہو جو رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کرے جس کی عنایت نوازش اور کرم سے وہ آفتوں کی ہلاکت سے بچیں۔

بادشاہ اپنی تقریر ختم کر چکا تو علماء اور حکماء نے اٹھ کر خدا کے آگے سجدہ کیا بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور اس کے ہاتھ چوم کر رخصت ہوگئے اس کے بعد بادشاہ محل کے اندر گیا اور لڑکے کو دیکھ کر اس کے لئے دعا کی اس کا نام ورد خان رکھا۔ جب وہ بارہویں سال میں لگا تو بادشاہ کو اس کی تعلیم کا خیال ہوا اس نے اس کے لئے شہر کے بیچوں بیچ ایک محل بنوایا جس میں تین سو ساٹھ کمرے تھے اور لڑکے کو وہاں رکھا اس کے لئے حکمت داں عالموں میں سے تین استاد مقرر کئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ دن رات اس کی تعلیم میں لگے رہیں ہر روز اس کے ساتھ ایک نئے کمرے میں بیٹھیں اور کوئی ایسا علم نہ ہو جو وہ اسے نہ سکھائیں تاکہ وہ ہر فن میں طاق ہو جائے' اور جو علم اسے جس کمرے میں پڑھائیں اسے کمرے کے دروازے پر لکھ دیں اور ہر ہفتے وہ جتنا سیکھتا جائے اس سے بادشاہ کو مطلع کرتے رہیں۔ اب علماء لڑکے کی تعلیم میں مشغول ہو گئے دن رات اسے پڑھاتے رہے اور کسی علم میں جو انہیں آتا تھا کوتاہی نہیں کی۔ لڑکے نے بھی ذہانت اور تیز فہمی کا ایسا ثبوت دیا جو اس سے پہلے کسی نے نہ دیا ہو گا استاد ہر ہفتے بادشاہ کو اطلاع دیتے رہے کہ لڑکے نے کیا کیا پڑھا اور اسے پکا کر لیا ہے۔

عالموں کا قول تھا کہ ہم نے ایسا ذکی و فہیم لڑکا کبھی نہیں دیکھا انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ خدا تجھے اس میں برکت دے اور اس کی زندگی سے تجھے فائدہ ملے۔

URDU4U.COM

جب لڑکے کی عمر اٹھارہ سال کی ہو چکی تو ہر علم کا بہترین حصہ اسے برزبان یاد تھا۔

وہ اپنے زمانے کے تمام علماء و حکماء سے بازی لے گیا تو اس کے استادوں نے بادشاہ کے پاس آ کر کہا اے بادشاہ' خدا نے اس بلند اقبال لڑکے کی وجہ سے تیری آنکھیں ٹھنڈی کر دی ہیں اور ہم اسے اس وقت تیرے پاس لائے ہیں جب وہ تمام علم اس حد تک سیکھ چکا ہے کہ دنیا بھر کے علماء اور حکماء میں سے کسی کو اس کے برابر استطاعت نہیں۔ بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا' خدا کا شکر ادا کیا اس کے سامنے سجدے میں گرگیا اور کہنے لگا کہ شکر ہے خدا کا اس کی بے شمار نعمتوں پر۔ اس کے بعد اس نے وزیر شماس کو بلوایا اور اس سے کہا اے شماس' علماء نے میرے پاس آ کر بیان کیا ہے کہ میرا بیٹا سارے علوم سیکھ چکا ہے اور کوئی علم باقی نہیں جو انہوں نے اسے نہ سکھایا ہو یہاں تک کہ وہ تمام لوگوں سے بازی لے گیا ہے۔ اے شماس' تو کیا کہتا ہے؟ شماس نے یہ سن کر خدا کے آگے سجدہ کیا بادشاہ کا ہاتھ چوما اور کہا کہ یاقوت ہمیشہ چراغ کی طرح چمکتا ہے خواہ وہ سخت سے سخت پہاڑ کے اندر کیوں نہ ہو' اور یہ تیرا بیٹا تو ہیرا ہے' پھر اس کی کم سنی اسے دانش مند ہونے سے کیونکر روک سکتی ہے! شکر ہے خدا کا کہ اس نے اسے اتنا کچھ عطا کیا' کل میں خاص خاص علماء اور امرا کو اکٹھا کرکے اس کے علم کا امتحان لوں گا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- نو سو نویں رات

نو سو نویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- جب بادشاہ جلی عاد نے شماس کی باتیں سنیں تو اس نے حکم دیا کہ مشہور علماء' ذہین فضلا اور ماہر حکماء کل

URDU4U.COM

شاہی محل میں حاضر ہوں۔ علماء و فضلا بادشاہ کی ڈیوڑھی پر اکٹھے ہو گئے تو اس نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ اس کے بعد شماس وزیر حاضر ہوا اس نے شہزادے کے ہاتھ چومے' شہزادے نے اٹھ کر شماس کے آگے سجدہ کیا۔ شماس نے کہا شیر کے بچے پر واجب نہیں کہ وہ کسی اور جانور کے آگے سر جھکائے نہ روشنی کو اندھیرے کے قریب پھٹکنے کی ضرورت ہے۔ لڑکے نے کہا شیر کے بچے نے جب بادشاہ کے وزیر کو دیکھا تو اس کے آگے جھکنا پڑا۔ شماس نے کہا اچھا بتاؤ کہ "دائم مطلق" خدا ہے کیونکہ وہ اول ہے بلا ابتدا کے اور آخر ہے بلا انتہا کے۔ اس کے دونوں "کون" دنیا اور آخرت ہیں "کونین" میں سے دائم آخرت کی نعمتیں ہیں۔ شماس بولا تو نے ٹھیک کہا میں نے تیرا جواب مان لیا لیکن میں چاہتا ہوں کہ تو یہ بتائے کہ تجھے کیوں کر معلوم ہوا کہ "کونین" میں سے ایک دنیا ہے اور دوسری آخرت؟ لڑکے نے کہا اس لئے کہ دنیا مخلوق ہے اور نیست سے ہست ہوئی ہے لہٰذال وہ پہلی "کون" ہے لیکن وہ عرض ہے جوہر نہیں اور جلد زائل ہونے والی ہے' اس میں جو عمل کیا جائے وہ سزا اور جزا کا مستحق ہے۔ اسی لئے اس فانی چیز کے اعادے کی ضرورت ہے اور وہ اعادہ آخرت ہے۔ شماس بولا تو نے ٹھیک کہا تیری بات میں نے مان لی لیکن میں یہ پوچھنا چاہتاہوں کہ تجھے یہ کیونکر معلوم ہوا کہ "کونین" میں سے دائم آخرت کی نعمتیں ہیں؟ لڑکے نے جواب دیا میں نے اس طرح جانا کہ یہ دنیا جسے اس ذات نے پیدا کیا جو باقی اور لازوال ہے اعمال کا گھر ہے جن پر جزا و سزا ملتی ہے۔ شماس نے کہا کس دنیا والے کے اعمال تعریف کے قابل ہیں؟ لڑکے نے کہا اس کے جو دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔

© Urdu4U.com

دنیا ختم ہونے والی ہے' وہ اسی لئے بنائی گئی ہے کہ فنا ہو جائے اور فنا کے بعد محاسبہ کیا جائے گا اور اگر اس دنیا میں کوئی ایسا بھی ہوتا جو ہمیشہ رہتا تو وہ بھی دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا۔

URDU4U.COM

اب شماس نے کہا اچھا بتا آخرت بے دنیا کے بھی درست ہو سکتی ہے؟ لڑکا بولا جس کی دنیا نہیں آخرت بھی نہیں' دنیا والوں اور آخرت کی مثال جس کی طرف وہ جانے والے ہیں ایسی ہے جیسے ایک جاگیر کے مزدور جن کے لئے ایک امیر نے ایک تنگ مکان بنا کر انہیں اس میں رکھا ہو ان کا کام تقسیم کر دیا ہو اور اس کی میعاد مقرر کر دی ہو ان پر ایک پاسبان مقرر کر دیا ہو' جو مزدور اپنا کام پورا کرتا جائے پاسبان اسے اس تنگ مکان سے نکالتا جائے اور جو مزدور اپنا کام پورا نہ کرے اور میعاد ختم ہو جائے تو پاسبان اسے سزا دے۔ وہ ایسی حالت میں تھے اس عذاب پر بھی جس کی طرف وہ عنقریب جانے والے تھے اس تھوڑی سی مٹھاس پر ریجھ گئے مگر جس جس کی میعاد پوری ہوتی جاتی پاسبان اسے نکالتا جاتا۔ اس سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ دنیا ایسا گھر ہے جہاں آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں جہاں کے رہنے والوں کے لئے موت لا بدی ہے جو کوئی دنیا میں تھوڑی سی مٹھاس پا کر اسی کا ہو رہتا ہے وہ برابر ہو جائے گا کیونکہ وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے' لیکن جس شخص نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور تھوڑی سی مٹھاس کو بالکل منہ نہ لگایا وہی کامیاب ہوا۔ شماس بولا جو کچھ تو نے دنیا اور آخرت کے بارے میں کہا میں نے سن لیا اور اسے مان لیا' مگر میں دیکھتا ہوں کہ وہ دونوں انسان پر مسلط ہیں اس لئے اسے ان دونوں کو راضی رکھنا ہے' لیکن دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں' اگر بندہ روزی کمانے میں لگ گیا تو آخرت میں بھی اس کی روح ٹوٹے میں رہے گی اور اگر وہ آخرت کی دھن میں لگا رہا تو اس کا جسم نقصان اٹھائے گا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دو مخالف کو ایک ساتھ خوش کر سکے۔ لڑکے نے کہا جسے دنیا کی روزی میسر ہوئی آخرت حاصل کرنے کی قوت اس میں زیادہ ہو گئی۔ دنیا اور آخرت

کا معاملہ ایسا ہے جیسے دو بادشاہ' ایک منصف مزاج اور دوسرا ظالم۔

○ منصف مزاج اور ظالم بادشاہ کی کہانی

URDU4U.COM

کسی زمانے میں دو بادشاہ تھے ایک عادل اور دوسرا ظالم۔ ظالم بادشاہ کا ملک سر سبز تھا اس میں بہت سے درخت اور میوے تھے۔ یہ بادشاہ ہر تاجر کا مال اور تجارتی سامان ضبط کر لیا کرتا تھا اور وہ اس پر صبر کرتے تھے کیونکہ ملک اتنا زرخیز تھا کہ انہیں کھانے پینے کے لئے کافی مل جاتا۔ ایک بار عادل بادشاہ نے اپنے ملک کے ایک شخص کو بہت سا مال و دولت دے کر ظالم بادشاہ کے ملک کو بھیجا تاکہ وہ وہاں سے جواہرات خرید کر لائے۔ یہ شخص مال لے کر اس ملک میں پہنچا' بادشاہ کو خبر ملی کہ اس کے ملک میں ایک تاجر بہت سا مال لے کر جواہرات خریدنے آیا ہے بادشاہ نے کسی شخص کو بھیج کر اسے بلوایا اور اسے پوچھا کہ تو کون ہے' کہاں سے آیا ہے' کون تجھے یہاں لایا ہے اور تو کس ضرورت سے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا میں فلاں ملک سے آیا ہوں' وہاں کے بادشاہ نے مجھے بہت مال و دولت دے کر یہاں سے جواہرات مول لینے بھیجا ہے اور میں اس کا حکم بجا لانے آیا ہوں۔ بادشاہ نے کہا ستیاناس ہو تیرا! تجھے معلوم نہیں کہ میں اپنی رعایا کے ساتھ کیا کرتا ہوں؟ میں ہر روز ان کامال ضبط کر لیتا ہوں' پھر تجھے کیا ہوا کہ اپنا مال لے کر تو میرے ملک آیا اور اتنی مدت سے یہاں ٹھہرا ہوا ہے؟ تاجر نے جواب دیا مال میرا نہیں بلکہ وہ میرے پاس بہ طور امانت کے ہے تاکہ میں اسے اس کے مالک کے پاس پہنچا دوں۔ بادشاہ نے کہا جب تک تو اپنی جان کے فدیئے میں سارا مال مجھے نہ دے دے میں تجھے اپنے ملک سے روزی نہ حاصل کرنے دوں گا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• نو سو دسویں رات

نو سو دسویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ ظالم بادشاہ نے تاجر سے کہا کہ یا تو تو تمام مال دے کر اپنی جان بچا لے یا جان دے دے۔ وہ شخص اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں دو بادشاہوں کے بیچ میں برا پھنسا۔ مجھے معلوم ہے کہ اس بادشاہ کا ظلم عام ہے اور ان سب پر ہوتا ہے جو اس کے ملک میں رہتے ہیں۔ اگر میں نے اس کی شرط منظور نہ کی تو میں مارا جاؤں گا میرا مال بھی ضائع ہو جائے گا اور مطلب بھی پورا نہ ہو گا اور اگر میں نے اسے سارا مال دے دیا تو پھر وہ دوسرا بادشاہ مجھے مار ڈالے گا جس کا مال ہے۔ اب سوائے اس کے کوئی تدبیر نظر نہیں آتی کہ میں یہ مال دے کر کم از کم اس بادشاہ سے جان چھڑا لوں اور اس زرخیز ملک سے اپنی روزی حاصل کرتا رہوں جب تک کہ میں جواہرات نہ خرید لوں۔ اس میں یہ فائدہ ہے کہ میں مال دے کر اس بادشاہ کو بھی راضی کر لوں گا اس کے ملک سے روزی بھی کماتا رہوں گا اور مال والے کی حاجت پوری کرکے اس کے پاس جا بھی سکوں گا کیونکہ جو کچھ تھوڑا بہت یہ بادشاہ لے لے گا اس پر وہ بادشاہ سزا نہیں دے گا۔ جتنا کہ وہ اپنے عدل کی وجہ سے درگزر کرے گا۔ یہ سوچ کر تاجر نے بادشاہ کو دعا دی اور کہا اے بادشاہ میں مال کو اپنی جان پر قربان کرتا ہوں یہ مال ایک حقیر بدلہ ہے میرے آنے کے وقت سے جانے کے وقت تک کا۔ بادشاہ نے منظور کر لیا اسے ایک سال رہنے کی اجازت دے دی۔ اس شخص نے اپنا کل مال دے کر جواہرات خرید لیے اور اپنے بادشاہ کے پاس چلا گیا۔

اس کہانی میں عادل بادشاہ کی مثال آخرت کی ہے اور جو جواہرات ظالم بادشاہ کے ملک میں تھے وہ نیکیاں اور بھلے کام ہیں۔ مال والا شخص دنیا دار ہے اور جو مال اس کے پاس ہے وہ انسان کی زندگی ہے۔ جب تو نے یہ دیکھ لیا تو تجھے معلوم ہو جانا چاہیے کہ

جو شخص دنیا کی روزی تلاش کرے اسے چاہیے کہ ایک دن بھی آخرت کی طلب سے خالی نہ رہے' اس طرح سے زمین کی زرخیزی سے فائدہ اٹھا کر اس نے دنیا کو بھی خوش کردیا اور اپنی زندگی سے آخرت کی تلاش میں خرچ کرکے آخرت کو بھی راضی کر لیا۔ شماس بولاپتا آیا جسم اور روح عذاب میں برابر ہیں؟ یا عذاب مخصوص ہے محض اس شخص کے لئے جو شہوتوں اور گناہوں کا مرتکب ہے/ لڑکے نے جواب دیا شہوتوں اورگناہوں کی طرف میلان ثواب کا سبب ہو سکتا ہے اس طرح سے کہ وہ نفس کو اس سے روکے اور توبہ کرتا رہے لیکن فیصلہ اس ذات کے ہاتھ میں ہے جو جس طرح چاہتی ہے کرتی ہے۔ چیزیں اپنی ضد کے مقابلے میں پہچانی جاتی ہیں کھانا پینا بدن کے لیے ضروری ہے اور بدن بغیر روح کے قائم نہیں رہ سکتا روح کی پاکی یہ ہے کہ دنیا میں نیت کی سچائی اور اس چیز کی طرف توجہ جس سے آخرت میں فائدہ پہنچے۔ دنیا اور آخرت ایسی ہیں جیسے دو گھڑ دوڑ کے گھوڑے یا دو رضاعی بھائی' ایک کام کے دو ساجھی' اس اجمال کی تفصیل نیت پر منحصر ہے۔ اسی طرح بدن اور روح عمل اور ثواب و عذاب میں مشترک ہیں۔

○ ایک اندھے اور ایک لولے لنگڑے کی کہانی

اس کی مثال ایک اندھے اور ایک لولے لنگڑے کی ہے جنہیں ایک باغ والا اپنے باغ میں لے گیا اور ان سے کہا کہ دیکھو اسے خراب نہ کرنا نہ تم سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جس سے باغ کو نقصان پہنچے۔ جب باغ میں پھل پکنے لگے تو لولے لنگڑے نے اندھے سے کہا مجھے پکے پکے پھل دکھائی دیتے ہیں اور میرا جی للچا رہا ہے لیکن میں کھڑا نہیں ہو سکتا کہ جا کر انہیں کھاؤں۔ تیرے دونوں پاؤں ٹھیک ہیں تو جا کر پھل توڑ لا تاکہ ہم کھائیں۔ اندھے نے کہا کہ مجھے تو اس کی خبر بھی نہ تھی تو نے

ان کا ذکر کرکے مجھے بے چین کر دیا مگر میں مجبور ہوں کہ وہ مجھے دکھائی نہیں دیتے اور انہیں توڑنے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ باغ کا پاسبان آیا جو سمجھ دار آدمی تھا۔ لولے لنگڑے نے اس سے کہا اے پاسبان میرا جی چاہتا ہے کہ کچھ پھل توڑ کر کھاؤں لیکن تو دیکھتا ہے کہ میں لولا لنگڑا ہوں اور یہ میرا ساتھی اندھا ہے جسے کچھ دکھائی نہیں دیتا پھر کیا ترکیب کریں۔ پاسبان بولا افسوس ہے تم پر تمہیں یاد نہیں تم نے باغ کے مالک سے کیا وعدہ کیا ہے کہ تم کوئی ایسی بات نہ کرو گے جس سے باغ میں خرابی پیدا ہو لہٰذا مان جاؤ اور ایسی بات نہ کرو۔ دونوں نے جواب دیا ہمیں اتنے پھل تو ضرور مل جانے چاہئیں کہ ہم کھائیں تو ہی کوئی تدبیر نکال دے۔ جب وہ اپنے خیال پر اڑے رہے تو پاسبان نے کہا اس کی ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ اندھا کھڑا ہو کر تجھے اپنی پیٹھ پر بٹھا لے اور اس درخت کے پاس لئے جائے جس کے پھل تجھے پسند ہوں پھر جب تو اس درخت کے پاس پہنچ جائے تو جو پھل تیرے ہاتھ لگیں انہیں چن لئے۔ یہ سن کر اندھا اٹھا اور لولے لنگڑے کو اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا۔ لولا لنگڑا اسے راہ بتاتا جاتا یہاں تک کہ وہ ایک درخت کے پاس پہنچا اور اس میں سے پھل پسند کرکے توڑنے لگا ان کا ہمیشہ یہی دستور رہا یہاں تک کہ انہوں نے درختوں کو اجاڑ ڈالا اس کے بعد باغ کا مالک آیا اور کہنے لگا ستیاناس ہو تمہارا' یہ تم نے کیا کیا۔ کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ باغ کو اجاڑنا نہیں۔ انہوں نے کہا تجھے معلوم ہے کہ ہم کہیں چل پھر نہیں سکتے کیوں کہ ہم میں سے ایک لولا لنگڑا ہے اٹھ نہیں سکتا اور دوسرا اندھا' قریب کی چیز بھی اسے دکھائی نہیں دیتی اس لئے ہمارا کیا جرم۔ باغ والے نے کہا شاید تمہارا یہ گمان ہے کہ میں جانتا نہیں کہ تم نے کیا کیا اور میرا باغ کیوں کر اجاڑا۔ میں اس طرح جانتا ہوں کہ گویا میں تمہارے ساتھ تھا اے اندھے تو نے لولے کو اپنی پیٹھ پر بٹھایا اور وہ تجھے راہ بتاتے بتاتے ایک درخت کے پاس لے گیا یہ کہہ کر اس نے انہیں پکڑا اور خوب مار کر باغ سے باہر نکال دیا۔

یہاں اندھے کی مثال جسم کی ہے جو بغیر نفس کے دیکھ نہیں سکتا اور لولے لنگڑے کی مثال نفس کی جو بغیر جسم کے حرکت نہیں کر سکتا۔ باغ وہ عمل ہے جس پر بندے کو جزا سزا ملتی ہے۔ پاسبان عقل ہے جو نیکی کی طرف ابھارتی اور برائی سے روکتی ہے اس لئے جسم اور روح دونوں ثواب و عذاب میں برابر ہیں۔ شماس نے کہا بہت ٹھیک اور میں تیری بات تسلیم کرتا ہوں اب یہ بتا کہ تیرے نزدیک کون سا عالم سب سے زیادہ تعریف کے قابل ہے۔ لڑکے نے کہا جسے اللہ کا علم ہو اور اس علم سے اسے فائدہ پہنچتاہو۔ شماس نے پوچھا وہ کون شخص ہے۔ لڑکے نے جواب دیا جو شخص اپنے پروردگار کی خوشنودی چاہتا ہو اوراس کی ناخوشی سے بچتا ہو۔ شماس نے پوچھا ان میں سے افضل کون ہے۔ لڑکے نے جواب دیا جس کا علم اللہ کے متعلق زیادہ ہو۔ شماس نے پوچھا کس کا علم زیادہ ہے۔ لڑکا بولا جوعلم پر ثابت قدمی کے ساتھ عمل کرتا ہو۔ شماس نے پوچھا ان میں سے کس کا دل زیادہ رفیق ہے۔ لڑکے نے کہا جو شخص موت کے لئے زیادہ تیار ہو اس کی یاد زیادہ کرتا ہو اور امید کم رکھتا ہو کیونکہ جو شخص موت کے مصائب کا ہمیشہ خیال رکھتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو صاف آئینے میں دیکھ رہا ہو کیونکہ وہ اپنی شکل ہو بہ ہو دیکھے گا اور آئینے سے اس کی صفائی اور چمک اور بڑھ جائے گی۔ شماس نے پوچھا کون سے خزانے سب سے اچھے ہیں۔ اس نے کہا آسمان کے خزانے۔ شماس بولا آسمان کے خزانوں میں سے کون سا بہترین ہے۔ اس نے کہا خدا کی تعظیم اور تحمید۔ شماس نے کہا دنیا کے خزانوں میں سے کون سا افضل ہے۔ لڑکے نے کہا کہ نیکی کرنا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• نو سو گیارہویں رات

نو سو گیارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ جب لڑکے نے جواب دیا کہ نیکی کرنا تو شماس نے کہا ٹھیک ہے میں تیری بات مانتا ہوں اب تین مختلف چیزوں علم' رائے اور ذہن کے بارے میں اپنی رائے دے اور بتا کر کون سی چیز انہیں اکٹھا کرتی ہے۔ لڑکے نے کہا کہ علم پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے' رائے تجربے سے' ذہن سوچنے سے اور عقل انہیں مضبوط اور یک جا رکھتی ہے۔ جس میں یہ تینوں چیزیں ہوں وہ کامل ہوتا ہے اور جو شخص ان کے ساتھ خدا کا تقویٰ بھی شامل کر لے وہ ہدایت پاتا ہے۔ شماس نے کہا ٹھیک ہے میں نے مان لیا اب بتا کہ ایسے عالم کو جو بڑا علم والا' سمجھدار اور ذہین و فطین ہو خواہش اور شہوت ان حالات سے بدل دیتی ہے جن کا تو نے ذکر کیا یا نہیں۔ لڑکے نے جواب دیا جب یہ دونوں خصلتیں انسان میں سرایت کر جاتی ہیں تو وہ اس کے علم' فہم سمجھ اور ذہانت کو بدل دیتی ہیں۔ اس کی مثال اس درندے شاہین کی ہے جو اپنے شکار سے دور اپنی نگاہ کی تیزی کی وجہ سے آسمان پر اڑ رہا ہے اور اسی حالت میں اس نے دیکھا کہ چڑی مار نے جال بچھایا اور اس میں گوشت کا ٹکڑا رکھ دیا ہے۔ گوشت دیکھ کر شاہین پر خواہش نے اتنا غلبہ کیا کہ وہ جال کو بھی بھول گیا ان چڑیوں کے برے حال کو جو اس میں پھنستی ہیں وہ آسمان سے جھپٹا اور گوشت کے ٹکڑے کے پاس آتے ہی جال میں پھنستی گیا۔ چڑی مار نے دیکھا کہ جال میں شاہین پھنسا ہوا ہے تو وہ بڑے تعجب سے کہنے لگا میں نے تو جال میں اس لئے لگایا تھا کہ کبوتر یا ایسا ہی کوئی اور کمزور پرندہ پھنسے لیکن یہ شاہین کیسے پھنس گیا؟ کہا جاتا ہے کہ جب نفسانی خواہش کسی سمجھ دار شخص کو کسی بات کی طرف لے جاتی ہے تو وہ پہلے اسے عقل کی کسوٹی پر کستا ہے اس کے برے نتیجے سوچ کر اس سے

کنارہ کش ہو جاتا ہے اور اپنی نفسانی خواہش کو دبا دیتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص کو نفسانی خواہش کسی کام کی طرف مائل کرے تو اسے چاہیے کہ اپنی عقل سے ایسے شہسوار کا کام لے جو شہسواری میں ماہر ہو ایسا شہسوار منہ زور گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو لگام زور سے کھینچتا ہے۔ یہاں تک کہ گھوڑا سیدھا ہو جاتا ہے اور سوار کو اس کی مرضی کے مطابق لے چلتا ہے۔ مگر جو شخص ناسمجھ ہوتا ہے نہ علم رکھتا ہے نہ رائے' ٹھیک فیصلہ نہیں کر سکتا اور نفسانی خواہشات اس پر غالب ہوتی ہیں تو وہ خواہشات کے کہنے پر چل کر تباہ ہو جاتا ہے اور اس سے بدتر حالت کسی کی نہیں ہوتی۔ شماس بولا تو نے ٹھیک کہا میں تیری بات مانتا ہوں اب بتا کہ علم کس وقت فائدہ پہنچاتا ہے اور عقل کب نفسانی خواہشات کو روک سکتی ہے؟ لڑکے نے جواب دیا جب اس ان کا مالک انہیں آخرت کی طلب میں صرف کرتا ہے' عقل اور علم دونوں مفید چیزیں ہیں لیکن انسان کو چاہیے کہ ان سے محض اس قدر دنیا کا طالب ہو جس سے اس کی روزی چل سکے اور وہ اس کے شر سے بچ سکے باقی آخرت کے کاموں میں صرف کرے۔

شماس نے کہا کون سی بات اس کی سب سے زیادہ مستحق ہے کہ انسان اس میں لگا رہے اور اس کا دل اس میں مشغول رہے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ نیک کام۔ شماس نے کہا اگر انسان نے یہ کیا تو روزی کمانے میں ہرج ہو گا' پھر روزی کمانے کی کیا ترکیب ہو گی جو اس کے لئے ضروری ہے؟ لڑکا بولا اس کا دن چوبیں گھنٹے کا ہے اس لیے اسے چاہیے کہ اس کا ایک حصہ روزی کمانے میں صرف کرے ایک حصہ آرام کرنے میں اور جو باقی رہے اس میں علم حاصل کرے کیونکہ اگر انسان عاقل ہے لیکن علم سے بے بہرہ تو اس کی مثال بنجر زمین کی سی ہے جس میں نہ کھیتی ہو سکتی نہ باڑھ لگائی جا سکتی ہے نہ گھاس اگ سکتی ہے جب تک وہ زمین کام کی نہ بن جائے کہ اس میں کھیتی ہو سکے اور درخت لگائے جا سکیں تو کسی قسم کا بھی بیج اس میں کارآمد ثابت نہ ہو گا۔ جب وہ کھیتی کے لئے تیار ہو جائے اور اس کے بعد اس

میں پود لگائی جائے۔ اس کی پیداوار اچھی ہو گی۔ یہی مثال بے علم انسان کی ہے کہ جب تک اس میں علم کی پود نہ لگائی جائے تو وہ بے سود ہے اور جب اس میں علم بو دیا جائے تو پھل آنے لگیں گے۔ شماس نے پوچھا علم بے عقل کے کیسا ہے "لڑکے نے جواب دیا جیسے جانور کا علم جو اس سے کھانے پینے اور جاگنے کے اوقات سیکھ لیتا ہے لیکن اس میں عقل نہیں ہوتی۔ اس پر شماس بولا کہ اس کا جواب تو نے بہت مجمل دیا لیکن میں اسے تقسیم کرتا ہوں اب بتا میں اپنے آپ کو بادشاہ سے کیونکر محفوظ رکھ سکتا ہوں؟ لڑکے نے جواب دیا اسے اپنے خلاف کوئی موقع نہ دے۔ شماس بولا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اسے اپنے خلاف موقع نہ دوں حالانکہ وہ میرے اوپر حاکم ہے اور میرے ہر کام کی باگ اس کے ہاتھ میں ہے؟ لڑکے نے جواب دیا اس کی حکومت تیرے اوپر ان حقوق کی وجہ سے ہے جو اس کے تیرے اوپر ہیں جب تو نے اس کے حقوق ادا کر دیئے تو پھر اس کی کوئی حکومت تیرے اوپر باقی نہیں رہی۔ شماس نے پوچھا بادشاہ کا حق وزیر پر کیا ہے؟ لڑکے نے کہا نصیحت ظاہر و باطن میں اس کی خدمت کرنا' نیک رائے دینا اس کے بھیدوں کو پوشیدہ رکھنا اس سے کوئی ایسی بات نہ چھپانا جس کے جاننے کا اسے حق ہو اور جس حاجت کے پورا کرنے کا بادشاہ نے اسے حکم دیا ہو اس میں غفلت نہ کر' ہر طرح سے اسے راضی رکھنا اور اس کے غصے سے بچنا۔ شماس بولا وزیر کو بادشاہ کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟ لڑکے نے جواب دیا اگر تو بادشاہ کا وزیر ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی برائی سے بچتا رہے تو تیرا سننا اور کہنا اس سے زیادہ ہونا چاہیے۔ جو تیری شان کے شایاں ہو۔ خبر دار اپنا رتبہ اتنا نہ بڑھائیو کہ وہ تجھے اس کا اہل نہ سمجھے ورنہ وہ سمجھے گا کہ تو اس کے اوپر رعب ڈالنا چاہتا ہے۔ اگر تو اس کی بردباری کی وجہ سے مغرور ہو گیا اور اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھنے لگا جس کا وہ تجھے اہل نہیں سمجھتا تو تیری مثال اس شکاری کی سی ہو گی جس نے جانوروں کا شکار کرکے ان کی کھالیں اپنی ضرورت کے لئے اتاریں اور گوشت پھینک دیا۔ پھر شیر آ کر ان جانوروں کو کھاتا رہا اور وہاں اکثر آنے جانے کی وجہ سے شیر شکاری سے مانوس ہو گیا۔

شکاری روز اس کے آگے گوشت پھینکتا اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا اور شیر اپنی دم ہلاتا رہا۔ اب جب کہ شکاری نے دیکھا کہ شیر اس سے مانوس ہو گیا ہے اور اس کے آگے دم ہلاتا ہے تو اس نے اپنے دل میں کہا کہ شیر مجھ سے ہل گیا ہے میں اس کا مالک بن گیا ہوں اور اب کوئی وجہ باقی نہیں میں اس پر سوار ہو کر دوسرے جانوروں کی طرح اس کی کھال بھی نہ کھینچ لوں۔ اس کے بعد شکاری ہمت کرکے اس پر چڑھ بیٹھا لیکن جب شیر نے شکاری کی یہ حرکت دیکھی تو وہ طیش میں آ گیا اور اس پر ایسا پنجہ مارا کہ وہ اس کی پیٹ میں گیا اس نے شکاری کو اپنے پاؤں کے نیچے دبا کر چیر پھاڑ ڈالا اس سے تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ وزیر کو چاہیے کہ اپنے رتبے کے موافق بادشاہ کے پاس رہے اور اپنے آپ کو بڑا یا قابل سمجھ کر اس کے ساتھ گستاخی نہ کر بیٹھے ورنہ بادشاہ اس کی بری گت بنائے گا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # نو سو بارہویں رات

URDU4U.COM

نو سو بارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ بادشاہ جلی عاد کے بیٹے نے وزیر سے کہا اگر تو نے بادشاہ کے ساتھ گستاخی کی تو وہ تیری بری گت بنائے گا۔ شماس نے پوچھا وہ کیا چیز ہے جس سے بادشاہ کے نزدیک وزیر کی شان بڑھ جاتی ہے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ اس امانت کے ادا کرنے سے جو اس کے سپرد کی گئی ہے۔ مثلاً نصیحت' ٹھیک رائے اور اس کے حکموں کی تعمیل۔ شماس نے کہا تو نے پہلے بیان کیا تھا کہ بادشاہ کا حق وزیر پر یہ ہے کہ وہ اس کی ناراضی سے پرہیز کرے اور اس کی رضا مندی ڈھونڈے لیکن اگر بادشاہ کی رضا مندی ہی جو رو ظلم کرنے میں ہو؟ لڑکے نے جواب دیا اگر وزیر ان باتوں میں بادشاہ کو عقل و انصاف کی راہ پر لائے' جو رو ظلم سے ڈرائے رعیت کے ساتھ خوش اخلاقی کرنا بتائے اور ان سے جو ثواب و عذاب ہوتا ہو آگاہ کرے۔ اگر بادشاہ وزیر کی باتوں کی طرف مائل ہو گیا تو مطلب بر آیا ورنہ وہ عمدہ طرح سے بادشاہ سے جدا ہو جائے کیونکہ اس جدائی میں دونوں کے لئے فائدہ ہے۔ وزیر نے کہا بادشاہ کا حق رعیت پر اور رعیت کا بادشاہ پر کیا ہے؟ اس نے جواب دیا بادشاہ انہیں حکم دے اسے وہ سچی نیت سے پورا کریں اور جس بات سے وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو بجا لائیں۔ رعیت کا حق بادشاہ پر یہ ہے کہ وہ ان کے مال اور عزت کی حفاظت کرے۔ رعیت کا حق بادشاہ پر زیادہ ضروری ہے۔ بہ نسبت بادشاہ کے حق کے کیونکہ اگر رعیت کا حق ضائع ہو جائے تو بادشاہ کے ملک و دولت کا زوال ہے اور خود بادشاہ تباہ ہو جاتا ہے اس لئے جس کے پاس بادشاہت ہو اسے تین چیزوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ دین کی اصلاح' رعیت کی اصلاح اور سیاست کی اصلاح۔ ان تین چیزوں کا لحاظ رکھنے سے اس کی حکومت قائم رہتی ہے۔

اس کے بعد وزیر نے پوچھا وزیر کا حق بادشاہ پر کیا ہے؟ لڑکے نے جواب دیا کسی شخص

کا حق بادشاہ پر اتنا ضروری نہیں ہے جتنا کہ وزیر کا۔ اس کے تین سبب ہیں۔ پہلے یہ کہ غلط رائے کی وجہ سے بادشاہ پر آفت آتی ہو اور ٹھیک رائے سے بادشاہ اور رعیت دونوں کا فائدہ ہوتا ہو۔ دوسرے یہ کہ اگر رعایا کو معلوم ہو جائے کہ بادشاہ کے نزدیک وزیر کا بڑا رتبہ ہے تو وہ بھی وزیر کو عزت کی نظر سے دیکھیں گے اور اس کی فرماں برداری کریں گے۔ تیسرے یہ کہ جب وزیر دیکھے گا کہ بادشاہ اور رعایا کے نزدیک اس کا یہ رتبہ ہے تو وہ بری باتوں کو ان کے پاس آنے سے روکے گا اور اچھا سلوک ان کے ساتھ کرے گا۔وزیر نے کہا زبان کو جھوٹ اور بے ہودہ گوئی سے روکنے' کسی کی بے عزتی کرنے اور اور زیادہ باتیں کرنے کے بارے میں تیرا کیا خایل ہے؟ لڑکے نہ جواب دیا انسان کو چاہیے کہ محض نیکی اور بھلائی کی باتیں زبان سے نکالے۔ جس بات سے اس کا تعلق نہ ہو وہ زبان پر نہ لائے۔ چغلی نہ کھائے' کسی کے پاس وہ باتیں نہ لے جائے جو اس کے دشمن نے کہی ہوں' اپنے دوست یا دشمن کسی کی برائی بادشاہ کے سامنے نہ کرے اور سوائے خداکے کسی کی پروا نہ کرے خواہ اس سے فائدہ کی امید ہو یا نقصان کا ڈر کیونکہ دراصل نفع اور نقصان پہنچانے والا خدا ہی ہے کسی کا عیب نہ بیان کرے اور اور جہالت کی باتیں نہ کرے تا کہ وہ خدا کے عذاب اور آدمیوں کی دشمنی سے بچا رہے۔ بات کی مثال تیر کی سی ہوتی ہے جب نکل جائے تو کوئی اسے واپس نہیں لا سکتا اور اپنا بھید ایسے شخص سے نہ کہے جو اسے ظاہر کر دے۔ اپنا بھید دشمن کی نسبت دوست سے زیادہ چھپانا چاہیے۔ شماس بولا کہ عزیز واقارب کے ساتھ خوش خلقی کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ لڑکے نے کہا انسان کو سوائے خوش خلقی کے اور کسی چیز میں راحت نہیں۔ عزیز و اقارب کے ساتھ واجبی خوش خلقی سے پیش آنا چاہیے۔ جس کے وہ مستحق ہیں۔ وزیر نے پوچھا رشتے داروں سے کیا سلوک کرنا چاہیے؟ لڑکے نے جواب دیا۔ ماں باپ کے ساتھ فرمانبرداری شیریں کلامی' اطاعت اور عزت و احترام بھائی بندوں کے ساتھ نصیحت' مال سے ان کی مدد کرنا' ان کی خوشی

پر خوش ہونا اور ان کی غلطیوں پر پردہ پوشی۔ اگر تجھے کسی اپنے بھائی پر اعتماد ہو تو اس کے ساتھ محبت' ہر بات میں اس کا مدد گار ہو۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

URDU4U.COM

• نو سو تیرہویں رات

نو سو تیرہویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- مذکورہ باتوں کا جواب پانے کے بعد وزیر شماس نے جلی عاد بادشاہ کے بیٹے سے کہا بھائی بند دو طرح کے ہوتے ہیں' ایک تو سچے دوسرے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے۔ سچے بھائی بندوں کے بارے میں تو تو کہہ چکا ہے اب ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے بھائی بندوں کے متعلق بتا۔ لڑکے نے کہا ان سے تجھے لذت' خوش' خلقی' شیریں کلامی اور صحت کے آداب ملتے ہیں' اس لئے ان سے الگ تھلگ نہ رہنا چاہیے بلکہ ان کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہیے جو تیرے ساتھ کرتے ہیں اور جس خندہ پیشانی اور خوش کلامی سے وہ تیرے ساتھ پیش آتے ہیں تو بھی ان کے ساتھ پیش آ۔ اس طرح سے تیری زندگی مزے سے گزرے گی اور تو ان میں مقبول ہو گا۔ شماس نے کہا اب یہ بتا کہ جو رزق خدا کی طرف سے مقدر ہے کیا وہ ساری زندگی کے لئے ہے؟ اور اگر یہ واقعہ ہے تو روزی کا طالب یہ جاننے کے بعد بھی کیوں محنت و مشقت کرتا ہے؟ پھر اگر مقدر نہیں ہے تو وہ کتنی ہی کوشش کرے اسے نہیں ملے گا۔ ایسی حالت میں کیا اسے کوشش چھوڑ دینی واجب ہے اور خدا پر بھروسہ کرکے اپنے جسم کو آرام دینا چاہیے؟ لڑکے نے کہا یہ تو ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہر ایک کا رزق مقدر اور موت لابدی ہے تاہم ہر رزق کے لئے راستے اور اسباب ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر روزی کا طالب تلاش چھوڑ دے تو اسے آرام ملے گا لیکن باوجود اس کے اس کے لئے تلاش ضروری ہے اور طالب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جسے روزی مل جاتی ہے اور دوسرا جو محروم رہتا ہے۔ پہلے کی دو حالتیں ہیں۔ اس کی روزی کا ملنا اور اس کی تلاش کا نتیجہ اچھا ہونا۔ محروم کو تین طرح سے آرام مل سکتا ہے۔ روزی کی تلاش کی قابلیت سے' لوگوں پر بار نہ ہونے سے اور ملامت کا شکار نہ بننے سے۔ شماس بولا روزی کی تلاش کا طریقہ کیا ہے؟ لڑکا بولا جو کچھ خدا نے حلال رکھا

ہو اسے حلال سمجھے اور جو حرام کر دیا ہے اس سے بچا رہے۔
یہاں تک پہنچنے کے بعد ان کے درمیان سوال و جواب بند ہو گئے۔ شماس اور دوسرے علما نے جو وہاں پر موجود تھے' اٹھ کر لڑکے کے آگے سجدہ کیا' اس کی تعظیم کی' اسے سراہا' باپ نے اسے سینے سے لگا لیا اسے شاہی تخت پر بٹھایا اور کہنے لگا شکر ہے خدا کا اس نے میری زندگی میں مجھے ایسا بیٹا دیا جس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔
اب لڑکے نے تمام علماء کے روبرو شماس سے کہا اے عالم اور روحانی مسئلوں کے ماہر اگرچہ خدا نے مجھے تھوڑا ہی سا علم دیا ہے لیکن میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے میرے جوابوں کو مان لیا خواہ جواب ٹھیک تھے یا غلط اور غلطیوں کو معاف کر دیا۔ اب میں تجھ سے چند باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں جن کے سمجھنے سے میری عقل عاجز' استطاعت ناکافی اور زبان گونگی ہے۔ ان کا سمجھنا میرے لئے ایسا ہی مشکل ہے جیسے کالے برتن میں صاف پانی اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تو ان کی تشریح کر دے تاکہ مجھ جیسا شخص بھی انہیں سمجھ لئے جس طرح خدا نے پانی میں زندگی کھانے میں قوت اور طبیب کے علاج میں مریض کے لئے شفاء رکھی ہے۔ اسی طرح عالم کے علم میں جاہل کے لئے روشنی لہٰذا کان دھر کر میری بات سن۔ شماس نے کہا اے روشن عقل اور عمدہ مسائل کے ماہر میں جانتا ہوں کہ جو کچھ تو پوچھے گا اس میں تیری رائے زیادہ صائب ہو گی کیونکہ جو علم خدا نے تجھے دیا ہے کسی اور کو نہیں دیا۔ بہر حال کہہ کہ تو مجھ سے کیا پوچھنا چاہتا ہے!
لڑکے نے کہا یہ بتا کہ خدا نے کس چیز سے مخلوقات کو پیدا کیا کیونکہ اس سے پہلے کوئی چیز موجود نہ تھی لیکن اس دنیا میں نظر یہی آتا ہے کہ ایک چیز کسی دوسری چیز سے پیدا ہوئی ہے؟ وزیر شماس نے جواب دیا کمہار اور دوسرے کاری گر اس قابل نہیں کہ بغیر ایک چیز کے دوسری چیز پیدا کر سکیں کیونکہ وہ خود مخلوق ہیں لیکن اگر اس خالق کی قدرت جاننا چاہتا ہے جس نے تمام چیزیں ایجاد کی ہیں تو طرح طرح کی مخلوقات

کو خوب غور سے دیکھ تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اس کی قدرت اس درجے ہے کہ وہ چیزوں کو بے کسی چیز کے پیدا کر سکتا ہے بلکہ انہیں خالص عدم سے وجود میں لا سکتا ہے کیونکہ عناصر جن سے چیزیں بنی ہیں کچھ نہ تھے اس کا ثبوت تجھے دن اور رات سے مل سکتا ہے۔ جب دن چھپ جاتا اور رات آ جاتی ہے تو ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ دن کہاں چلا گیا۔ اسی طرح جب رات کا اندھیرا اور وحشت دور ہو جاتی ہے اور دن نکل آتا ہے تو ہمیں اس کا پتا نہیں چلتا کہ رات کہاں گئی۔ اسی طرح جب سورج نکلتا ہے تو ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی روشنی کہاں لپٹی ہوئی ہے اور جب وہ ڈوب جاتا ہے تو ہمیں یہ پتہ نہیں چلتا کہ غروب کے وقت وہ کہاں ہے۔
اسی طرح کی مثالیں اور بہت سی ہیں۔ جن سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ لڑکے نے کہا کہ عالم! تو نے خدا کی قدرت اس اچھے پیرائے میں بیان کی کہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا‘ اب یہ بتا کہ خدا نے مخلوقات کو ایجاد کس طرح کیا؟ شماس نے جواب دیا اس کلمے سے جو عالم کی پیدائش سے پہلے موجود تھا۔ اسی سے اس نے تمام چیزیں پیدا کیں۔ لڑکے نے کہا کہ کیا خدا نے چیزوں کے وجود سے پہلے انہیں پیدا کرنے کا ارادہ کر لیا تھا؟ شماس نے جواب دیا اگر اس میں گویائی نہ ہوتی اور منہ سے کوئی بات نکال نہ سکتا تو آج مخلوقات کا وجود نہ ہوتا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- نو سو چودھویں رات

URDU4U.COM

نو سو چودھویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- ان سوالوں کا جواب دینے کے بعد شماس نے کہا پیارے بیٹے! جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کے خلاف کوئی شخص کچھ نہیں کہہ سکتا بشرطیکہ وہ شریعت کی باتوں کی تاویل توڑ مروڑ کر نہ کرے اور سچی باتوں کو جھوٹا نہ کرے اور اگر تو کہے کہ کلمے میں قوت ہے تو خدا اس عقیدے سے بچائے بلکہ ہمارا یہ کہنا ہے کہ خدا نے مخلوقات کو اپنے ایک بول سے پیدا کیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے نہ یہ کہ اس کے بول میں قدرت ہے۔ قدرت تو خدا کی ایک صفت ہے۔ جس طرح کہ باتیں کرنا وغیرہ جو مکمل صفتیں ہیں خدا ہی کی صفتیں ہیں لہٰذا خدا کی صفت میں اس کے کلام کا لانا ضروری ہے۔ جس طرح اس کے کلام کی صفت میں خدا کا لانا۔ خدا نے اپنے کلام سے ہر چیز کو پیدا کیا اور بے کلام کے کچھ نہیں۔ ہر چیز کو وہ اپنے سچ کلام سے وجود میں لایا اس لئے ہم بھی سچ کلام سے پیدا ہوئے ہیں۔ لڑکے نے کہا تو کہتا ہے کہ خدا نے مخلوقات کو اپنے سچ کلام سے پیدا کیا اور حق باطل کا مخالف ہے پھر باطل کہاں سے آیا؟ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باطل حق سے مل کر مشتبہ اور لوگوں کو دونوں میں فرق کرنا مشکل ہو گیا یہاں تک انہیں دونوں میں فرق کرنے کی ضرورت پڑ گئی؟ دوسرے یہ کہ خدا اس باطل کو پسند کرتا ہے یا اس کے خلاف؟ اگر تو کہے کہ وہ حق کو پسند کرتا ہے اس نے اسی سے ساری خلقت پیدا کی ہے اور وہ باطل کا دشمن ہے۔ تو پھر یہ کیسے ہوا کہ باطل جس سے خدا کی بغض ہو حق میں جا کر شامل ہو گیا۔ جس سے خدا کو محبت ہو؟۔ شماس نے جواب دیا یہ سچ ہے کہ خدا نے انسان کو حق سے پیدا کیا اور انسان کو اس وقت تک توبہ کی ضرورت نہ پڑی جب تک باطل حق میں مل جل نہ گیا۔ اس حق میں جس کے ساتھ انسان اس وجہ سے پیدا کیا گیا

تھا کہ اس میں ایک استطاعت ہے جس کا نام ارادہ ہے اور ایک فعل ہے جسے کسب کہتے ہیں اس لحاظ سے جب باطل حق سے مل گیا تو حق اور باطل میں امتیاز باقی نہ رہا اس کی وجہ انسانی ارادہ' استطاعت کسب اور اس کی طبیعت کی کمزوری ہے۔ یہاں پہنچ کر خدا نے توبہ پیدا کی تا کہ باطل کو اس سے پھیر دے اور حق پر لا جمائے۔ پھر اگر وہ باطل پر مصر رہا تو اس کے لئے عذاب پیدا کیا۔ لڑکے نے پوچھا' آخر اس باطل کو حق کے سامنے پیش کرنے کی کیا ضرورت پڑی کہ دونوں گڈ مڈ ہو گئے اور انسان عذاب کا کیوں مستحق ہوا کہ اسے توبہ کی ضرورت پڑی؟ شماس نے جواب دیا جب خدا نے انسان کو حق کے ساتھ پیدا کیا تو اسے اس نے اپنا محبوب بنایا اس وقت تک نہ عذاب کا وجود تھا نہ توبہ کا۔ یہ حالت اس وقت تک رہی کہ خدا نے انسان کے لئے نفس پیدا نہ کیا جو ایک طرف تو انسانیت کا کمال ہے اور دوسری طرف اس پر خواہشات کے فعل کی مہر لگی ہوئی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ باطل اس حق سے مل کر گڈ مڈ ہو گیا۔ جس کے ساتھ انسان پیدا کیا گیا تھا اور اس کی فطرت پر خدا کی محبت کی مہر لگائی گئی تھی۔ اس منزل پر پہنچ کر انسان حق سے مڑ کر گناہ میں جا پڑا اور یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص حق سے منہ موڑے گا باطل میں جا پڑے گا۔

اب لڑکے نے پوچھا کیا گناہ اور مخالفت کی وجہ سے باطل نے حق پر قابو پا لیا؟ شماس نے جواب دیا یہی بات ہے کیونکہ خدا انسان کو چاہتا ہے اور اسی محبت کی زیادتی کی وجہ سے خدا نے اسے اپنا محتاج بنایا ہے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان بھٹک جاتا ہے کیونکہ نفس کا میلان خواہشات کی طرف ہے وہ پیچھے ہٹتا ہے گناہ کے سبب باطل میں جا پڑتا ہے اور اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتا ہے لہذا وہ عذاب اور سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے لیکن جب وہ توبہ کرکے باطل کو دور کر دیتا ہے اور حق کی محبت کی طرف رجوع کرتا ہے تو ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ لڑکے نے کہا گناہ کی ابتدا کیا ہے۔ حالانکہ ساری خلقت اپنی ابتدا آدم سے بتاتی ہے اور اللہ نے انہیں حق سے پیدا کیا ہے پھر یہ کیونکر ہوا کہ انہوں نے گناہ کو جلب کر لیا اور پھر اس کے بعد توبہ کو جس کا

نتیجہ ثواب ہو سکتا ہے یا عذاب؟ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ گناہ کی طرف مائل ہیں جو خدا کی ناراضگی کی وجہ ہے اور بعض لوگ خدا کی رضا مندی اور اطاعت کی طرف جس کی وجہ سے وہ اس کی رحمت اور ثواب کے مستحق ہیں۔ اس اختلاف کا سبب کیا ہے؟ شماس نے کہا دنیا میں یہ معصیت سب سے پہلے ابلیس کی وجہ سے آئی جو شروع میں فرشتوں اور جن و انس سب سے بزرگ تھا اس پر محبت کی مہر تھی اس کے سوا وہ کچھ نہ جانتا تھا۔ جب اس کی یہ تخصیص ہو گئی تو اس میں غرور' بڑائی' گھمنڈ' ایمان اور خدا کی اطاعت سے تکبر سرایت کر گیا اس لئے خدا نے اسے ساری مخلوقات سے پست کر دیا اور اسے محبت سے نکال کر معصیت میں ڈال دیا۔ جب ابلیس نے دیکھا کہ خدا معصیت کو دوست نہیں رکھتا اور آدم حق محبت اور خدا کی اطاعت کا پتلا ہے تو وہ حسد کرنے لگا اس نے آدم کو حق سے باہر کرنے کے لئے ایک چال چلی تاکہ وہ باطل میں ان کا شریک ہو جائے۔ اس لئے آدم پر بھی عذاب لازم آیا مگر چونکہ خدا جانتا تھا کہ انسان کمزور ہے جلدی سے دشمن کے کہے میں آ جاتا ہے اور حق کو چھوڑ دیتا ہے تو خدا نے اپنی رحمت سے اس کے لئے توبہ پیدا کی تاکہ وہ معصیت کے بھنور سے نکل آئے اور توبہ کہ ہتھیار سے اپنے دشمن ابلیس کو زیر کرکے حق کی طرف آ جائے جو اس کی سرشت ہے۔ ابلیس کو معلوم ہوا کہ خدا نے اس کی رسی ڈھیلی کر رکھی ہے تو وہ انسان کے خلاف لڑائی کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور اس پر ایسی ایسی چالیں چلا کہ وہ خدا کی رحمت سے نکل کر خدا کی ناراضگی کا مستحق ہو جائے جس میں ابلیس اور اس کا لشکر مبتلا ہے۔ اس کے جواب میں خدا نے انسان کو توبہ کی استطاعت دے دی اور اسے حکم دیا کہ وہ حق سے ملا رہے اس پر مداومت کرے' معصیت اور خدا کی خلاف ورزی سے منع کیا اور اسے الہام کیا کہ زمین پر تیرا ایک جنگ جو دشمن ہے اس سے دن رات کبھی بے خبر نہ ہو جیو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر انسان حق کا ساتھ دے تو وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور اگر اس کا نفس اس پر غالب

آ کر اسے نفسانی خواہشوں کی طرف لے جائے تو عذاب کا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

URDU4U .COM

○○○

• نو سوپندرہویں رات

urdu4u.com

نو سو پندرہویں رات ہوئی تو اس نے کہا اسے نیک نیک بادشاہ! ان سوالوں کے بعد لڑکے نے پوچھا انسان کے پاس ایسی کون سی قوت ہے جس کے برتے پر اس نے اپنے خالق کی مخالفت کی حالانکہ وہ اتنا زبردست ہے کہ کوئی چیز اسے نیچا نہیں دکھا سکتی نہ اس کے ارادے سے باہر قدم رکھ سکتی ہے۔ کیا تیرا یہ خیال نہیں کہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ اپنی مخلوق کو اس معصیت سے پھیر دے اور انہیں ہمیشہ محبت میں لگا رکھے؟ شماس نے جواب دیا خدا ان پر مہربان ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں' اس نے انہیں نیکی کا راستہ دکھا دیا ہے اور جو نیکی وہ کرنا چاہیں اس کی قدرت اور استطاعت انہیں دے رکھی ہے اگر وہ اس کے خلاف کریں تو ہلاکت اور معصیت میں جا پڑتے ہیں۔ لڑکے نے کہا اگر خدا ہی نے انہیں استطاعت دی جس کی وجہ سے وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں تو خدا ان کے اور ان کے باطل کے درمیان حائل کیوں نہیں ہو جاتا تاکہ وہ انہیں حق کی طرف پھیر دے؟ شماس نے جواب دیا اس کی وجہ خدا کی بڑی رحمت اور مکمل حکمت ہے' وہ ایک بار ابلیس پر ناراض ہوا اور اسے معاف نہیں کیا' اسی طرح اس نے ایک بار اپنی رحمت سے آدم کو توبہ عطا کی اور ناراضگی کے بعد راضی ہو گیا۔ لڑکا بولا یہ واقعی ٹھیک ہے کیونکہ خدا ہر ایک کے عمل کا بدلہ دیتا ہے اور سوائے اس کے کوئی ایسا خالق نہیں جو ہر چیز پر قادر ہو لیکن یہ بتا کہ آیا خدا نے وہ سب چیزیں پیدا کیں جو اسے پسند تھیں اور ناپسند یا فقط وہی جو اسے پسند تھیں۔ شماس بولا پیدا تو اس نے سب چیزیں کی ہیں مگر راضی انہی سے ہے جو اسے پسند ہیں۔ لڑکے نے پوچھا یہ دو چیزیں کیسی ہیں' ایک وہ جن سے خدا راضی ہوتا ہے اور ثواب دیتا ہے اور دوسری وہ جن سے خدا ناراض ہوتا ہے اور عذاب نازل کرتا ہے؟ وہ خیر اور شر ہیں جسم اور روح سے صادر ہوتے ہیں ان میں سے خیر کو اس لئے خیر کہتے ہیں کہ اس

میں خدا کی رضا مندی ہے اور شر کو شر اس لئے کہ اس میں خدا کی ناراضگی ہے۔ اس کے بعد لڑکے نے کہا یہ بتا کہ پانچوں حواس خیر کے لئے پیدا کئے گئے ہیں یا شر کے لئے؟ شماس بولا خدا نے انسان کو حق پر پیدا کیا ہے اور اسے محض عدل و انصاف اور نیکی کا حکم دیتا ہے لیکن اس کے نفس میں خواہشات کی طرف بھی میلان ہے اور یہ پانچوں حواس محض سبب ہیں ثواب یا عذاب کے۔ خدا نے ان پانچوں کو قدرت عطا کی ہے کہ وہ عمل اور حرکت کر سکیں اور حکم دیا ہے کہ کوئی کام ایسا نہ کریں جو اس کی مرضی کے خلاف ہے۔ گویائی میں وہ سچ سے راضی ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے نہ کہ اس چیز کی طرف جو اسے پسند ہو مرغوب نہیں۔ کان کی یہ بات اسے بھلی معلوم ہوتی ہے کہ وہ سوائے حق کے اور کچھ نہ سننے مثلاً نصیحت اور جو کچھ خدا کی کتابوں میں مذکور ہے اور جس چیز سے خدا ناراض ہوتا ہے اس کی طرف تو جہ نہ کرے۔ یہی حالت دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی ہے۔ ان کے علاوہ جو باتیں انسان کرتا ہے وہ اس طرح صادر ہوتی ہیں کہ روح جسم کو حکم دیتی ہے شہوت جو جسم سے صادر ہوتی ہے دو قسم کی ہے۔ تناسل کی شہوت اور پیٹ کی شہوت۔ اگر تناسل کی شہوت حلال ہو تو وہ خدا کو پسند ہے کہ وہ حلال کھائے اور خدا کا شکر کرے اور ناپسند یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو کھائے پئے جن کا حق اسے نہیں ہے۔ ان کے سوا جتنے احکام ہیں سب باطل ہیں۔ لڑکے نے کہا خدا کو پہلے سے معلوم تھا کہ آدم اس درخت کا پھل کھا کر جسے خدا نے منع کیا ہے طاعت سے نکل کر معصیت میں جا پڑے گا؟ شماس نے جواب دیا ہاں آدم کے پیدا ہونے سے پہلے خدا کو یہ معلوم تھا اس لئے اس کا بھنور میں پھنس جانا اور اس کی غلطی اس کی نسل میں چلی آ رہی ہے۔ اس کے خدا نے نبی اور رسول بھیجے انہیں کتابیں عطا کیں' انہوں نے ہمیں شریعتیں سکھائیں اور ان کتابوں میں جو احکام اور نصائح تھے انہیں تفصیل کے ساتھ ہمیں سمجھایا اور یہ بتایا کہ ہم کو کیا کرنا اور کیا نہ کرنا چاہیے۔ جو ان حدود کے اندر رہا وہ کامیاب ہوا اور فائدے میں رہا مگر جس نے ان حدود سے تجاوز کیا ان نصیحتوں کے خلاف عمل کیا

وہ دنیا اورآخرت دونوں میں نامراد رہا بس یہی ہے راستہ نیکی اور بدی کا۔ خدا ہر چیز پر قادر ہے اور جو خواہشات اس نے ہمارے لئے پیدا کی ہیں اپنی مرضی اور ارادے سے کی ہیں اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم حلال طور پر ان سے فائدہ اٹھائیں اگر ہم حرام طریقے سے انہیں استعمال کریں گے تو اس میں ہمارے لئے برائی ہے۔ لہٰذا جو نیکی ہمیں ملے وہ خدا کی طرف سے ہے اور بدی خود ہماری ذات سے نہ کہ خدا کی طرف سے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

URDU4U.COM

• نو سو سولھویں رات

نو سو سولھویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- اس سوال و جواب کے بعد جلی عاد بادشاہ کے بیٹے نے شماس وزیر سے پوچھا مجھے اس بات پر تعجب آتا ہے کہ بنی آدم آخرت سے بے خبر اس کی یاد سے غافل اور دنیا سے لو لگائے رہتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ وہ اسے ایک دن ذلت سے چھوڑ کر باہر جانے والے ہیں۔ شماس نے جواب دیا بدترین شخص وہی ہے جو دنیا کے فریب میں آ کر آخرت کو بھول گیا ہو۔ اگر انسان کو معلوم ہوتا کہ موت کے وقت اس پر کیا مصیبت آتی ہے اور کن کن لذتوں اور عیشوں سے اسے ہاتھ دھونا پڑتا ہے تو دنیا کو ہرگز منہ نہ لگاتا اور اسے یقین ہوتا کہ آخرت ہمارے لئے بہتر اور زیادہ فائدہ مند ہے۔ اس کے بعد ایک عالم نے جو وہاں موجود تھا کہا میں نے آج تم لوگوں سے وہ وہ مسئلے سنے ہیں جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سنے تھے۔ اس لئے مجھے ہمت ہوتی ہے کہ میں بھی تم سے کچھ پوچھوں۔ بتاؤ کہ دنیا کی بہترین نعمتیں کیا ہے؟ لڑکے نے کہا۔ تندرستی' حلال رزق اور نیک اولاد۔ عالم نے کہا وہ چار چیزیں کیا ہیں جو تمام مخلوق میں مشترک ہیں؟ لڑکے نے کہا۔ کھانا' پینا' سونا' عورت کی خواہش اور موت کی تکلیف۔ عالم نے کہا کہ سب سے احمق کون ہے؟ لڑکے نے کہا جو پیٹ کے دھندے میں ہمیشہ پڑا رہے۔ اس شماس نے بادشاہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے بادشاہ! تو ہمارا بادشاہ ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ تو اپنے بعد اپنے بیٹے کو بادشاہ بنا دے اور ہم فرمانبردار رعایا رہیں۔ بادشاہ نے تمام علما اور دوسرے حاضرین سے کہا یہ بات سن رکھو' یاد رکھو اسی پر عمل کرنا اور میرے بیٹے کا حکم ماننا کیونکہ میں اسے اپنا نائب اور خلیفہ بناتا ہوں۔ جس وقت بادشاہ زادے کی عمر سترہ برس کی ہوئی تو بادشاہ بیمار پڑا اور اتنا بیمار کہ مرنے کے قریب ہو گیا۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ موت کا پیغام آ گیا ہے تو اس نے گھر والوں

سے کہا کہ یہ بیماری موت کی بیماری ہے۔ میرے عزیزوں اور بیٹے کو بلاؤ میری رعایا کو حاضر کرو۔ لوگوں نے جا کر دور اور نزدیک ڈھنڈورا پیٹا سب کے سب بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا جہاں پناہ! تیرا مزاج کیا ہے؟ آج دنیا میں میرا آخری دن اور آخرت کا پہلا دن ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے سے کہا قریب آ۔ لڑکا قریب آیا اور اتنا رویا کہ فرش تر ہو گیا۔ بادشاہ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور تمام حاضرین رو پڑے۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹا! رو نہیں میں پہلا شخص نہیں ہوں جسے یہ دن دیکھنا پڑا ہے بلکہ یہ دن تو تمام لوگوں کے لئے لابدی ہے۔ بیٹا! خدا سے ڈرتا رہیو اور بھلے کام کیجئو تا کہ وہ پہلے سے اس جگہ پہنچ جائیں جہاں سب کو ایک روز جانا اور سچ بولنے کو اپنا دستور بنائیو' بس یہ میری آخری نصیحت تیرے لئے ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## نو سو سترہویں رات

نو سو سترہویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- بادشاہ جلی عاد اپنے بیٹے کو وصیت کر چکا تو بیٹے نے کہا ابا جان! تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ تیرا فرمانبردار رہا ہوں' تیری نصیحتیں مانی ہیں' تیرے حکموں کی تعمیل کی ہے' تجھے خوش رکھنے کی کوشش کی ہے اور تو نے بھی میرے ساتھ بہتر باپ ہونے کا حق ادا کیا ہے۔
بہترین تربیت دینے کے بعد اب تو مجھے چھوڑ رہا ہے اور میں تجھے روک نہیں سکتا۔ اگر میں نے تیری وصیت پر عمل کیا تو میں نیک بخت ہو جاؤں گا اور مجھے بڑا فائدہ پہنچے گا۔ بادشاہ اس وقت سخت سکرات کی حالت میں تھا کہنے لگا پیارے بیٹے! دس عادتوں کو مت چھوڑیو تا کہ تجھے دین و دنیا میں فائدہ پہنچے۔ تجھے غصہ آئے تو پی جائیو' مصیبت پڑے تو صبر کیجئو' بات کیجئو تو سچ بولیو' وعدہ کرے تو پورا کیجئو' فیصلہ کیجئو تو انصاف کے ساتھ' کمزور کو معاف کیجئو' اپنے حکام کی تعظیم کیجئو' دشمنوں کو معاف کیجیو' بلکہ ان کے ساتھ نیکی کیجیو' ایذا نہ پہنچائیو۔ اس کے بعد تمام علماء اور امراء کو جو حاضر تھے مخاطب کرکے کہا خبردار اپنے بادشاہ کی مخالفت نہ کرنا نہ اپنے بڑوں کی نافرمانی ورنہ تمہارا ملک تباہ ہو جائے گا' تم تتر بتر ہو جاؤ گے۔ تمہیں جانی اور مالی نقصان پہنچے گا اور تمہارے دشمن تم پر قابو پائیں گے' تمہیں معلوم ہے کہ تم نے مجھ سے کیا وعدہ کیا تھا' بس وہی عہد و پیماں تمہارا اس لڑکے کے ساتھ ہونا چاہیے۔ تمہیں اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیے کیونکہ اس میں تمہاری بھلائی ہے اس کے ساتھ ایسی ہی ثابت قدمی دکھانا جیسی تم میرے ساتھ دکھاتے رہے ہو' اس سے تمہاری حالت سدھری رہے گی۔ لو یہ تمہارا بادشاہ اور تمہارا آقا' والسلام۔
اس کے بعد موت کی تکلیف اور بڑھ گئی' بادشاہ کی زبان بند ہو گئی اس نے اپنے بیٹے کو سینے سے لگا لیا' اسے بوسہ دیا اور خدا کا شکر ادا کیا پھر اس کی روح نکل گئی تمام

لوگ رونے پیٹنے لگے اور اسے کفن پہنا کر بڑی شان و شوکت سے دفن کیا۔ دفن کرکے وہ لڑکے کے ساتھ لوٹے، اسے شاہی پاشاک پہنا کر باپ کا تاج اس کے سر پر رکھا، انگلی میں انگوٹھی پہنائی اور شاہی تخت پر اسے بٹھا دیا۔ تھوڑے دنوں تک تو لڑکا علم و عدل اور احسان میں اپنے باپ کے قدم بہ قدم چلتا رہا پھر دنیاوی خواہشات نے اسے اپنی طرف کھینچا وہ اس کی لذتوں میں پڑ گیا اور باپ کی نصیحتیں بھلا دیں، حکومت کے کاروبار چھوڑ دیئے اور خوبصورت عورتوں کی اسے ایسی لت پڑی کہ جہاں کہیں اسے حسین صورت کا پتا چلتا اسے بلا کر نکاح میں لے آتا۔ اس طرح سے اس کے پاس اتنی عورتیں اکٹھی ہو گئیں جتنی بنی اسرائیل کے بادشاہ سلیمان بن داؤد کے پاس بھی نہ ہوں گی۔ وہ ان کی صحبت سے ایک ایک مہینہ تک باہر نہ نکلتا نہ اپنے ملک کا حال پوچھتا نہ رعیت کی فریاد سنتا اگر وہ اسے لکھتے تو جواب تک نہ دیتا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ان کے کاموں سے اس درجے پہلو تہی کرتا ہے تو انہیں یقین ہو گیا کہ عنقریب ان پر کوئی آفت آنے والی ہے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور ان کی یہ رائے ہوئی کہ چلو بڑے وزیر شماس کے پاس چل کراس کے آگے اپنا دکھڑا روئیں تاکہ وہ بادشاہ کو سمجھائے ورنہ ہم پر جلد کوئی بلا نازل ہونے والی ہے۔ دنیا کے مزوں نے بادشاہ کے حواس معطل کر دیئے ہیں اور اسے اپنے جال میں پھنسا لیا ہے۔ یہ فیصلہ کرکے وہ شماس کے پاس آئے اور کہنے لگے اے عالم حکیم! اس بادشاہ کی آنکھیں دنیا کی اندھا بنانے والی روشنیوں سے چندھیا گئی ہیں اور لذتوں نے اس کو اپنے جال میں پھانس رکھا ہے۔ وہ باطل کی طرف مائل ہے اور اپنے ملک کو تباہ کر رہا ہے۔ ملک کی تباہی کے ساتھ رعایا بھی تباہ ہو جائے گی اور ہم سب برباد ہو جائیں گے۔ ہم مہینوں تک اس کی راہ دیکھتے رہتے ہیں لیکن وہ نظر نہیں پڑتا نہ ہمارے لئے وزیر کے پاس کوئی حکم بھیجتا ہے نہ کسی اور کے پاس۔ اب ہم تیرے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تجھے حقیقت سے آگاہ کریں کیونکہ تو ہمارا بڑا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس ملک میں تو ہو اس پر آفت نازل ہو۔ اگر تو بادشاہ کو سدھار نہیں سکتا تو پھر کوئی اسے سدھار

نہیں سکتا۔ لہٰذا جا کر اس سے بات کر' ممکن ہے کہ وہ تیری بات مان لے اور خدا کے احکام کی تعمیل کرنے لگے۔ شماس اٹھ کر ایک غلام کے پاس گیا جس کے ذریعے سے اسے بادشاہ سے ملنے کی امید تھی اور کہا اچھے لڑکے' مہربانی کرکے بادشاہ سے اجازت لے آ کہ میں اس کے پاس جا سکوں۔ کیونکہ مجھے اس سے ایک ایسا کام ہے کہ چار آنکھیں کئے اور جواب لئے بغیر چارہ نہیں غلام نے جواب دیا اے میرے آقا! خدا کی قسم ایک مہینے سے اس نے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی بلکہ اس اثنا میں میں نے بھی اس کی شکل نہیں دیکھی۔ لیکن میں تجھے بتا سکتا ہوں کہ کون تجھے اس تک پہنچا سکتا ہے۔ وہ فلاں غلام ہے جو بادشاہ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہتا ہے اور باورچی خانے سے اس کے لئے کھانا لاتا ہے۔ جب وہ کھانا لینے باورچی خانے جائے تو اس سے درخواست کیجئو' وہ تیرا کام کر دے گا۔ شماس باورچی خانے کے دروازے پر جا کر بیٹھ گیا' تھوڑی دیر کے بعد غلام آیا اور باورچی خانے میں جانے لگا۔ شماس نے اس سے کہا بیٹا! میں بادشاہ سے ایک خاص بات کہنے کے لئے ملنا چاہتا ہوں تجھ سے درخواست ہے جب وہ ناشتہ کر چکے اور اس کی طبیعت بحال ہو تو میری خبر کرکے میرے لئے اندر آنے کی اجازت مانگ لیجئو' غلام نے کہا سر آنکھوں پر۔ غلام کھانا لے کر بادشاہ کے پاس گیا وہ کھا چکا تھا اور اس کی طبیعت بحال ہو گئی تو غلام نے کہا شماس دروازے پر کھڑا ہے اور تجھ سے اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے تاکہ چند خاص باتیں عرض کرے۔ یہ سن کر بادشاہ سہم گیا اور گھبرا کر غلام سے کہا اسے بلا لا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• نو سو اٹھارہویں رات

نو سو اٹھارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ بادشاہ نے غلام سے کہا کہ شماس کو بلا لا۔ شماس نے اندر آ کر بادشاہ کے آگے سجدہ کیا اس کے ہاتھ چومے اور اسے دعا دی۔ بادشاہ نے کہا شماس! تجھے ایسی کون سی ضرورت آ پڑی کہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے؟ شماس نے کہا ایک زمانے سے میں نے اپنے آقا بادشاہ کی صورت نہیں دیکھی تھی' دیدار کا بہت مشتاق تھا' یہ خوش قسمتی مجھے حاصل ہو گئی پھر ایک بات اور بھی عرض کرنی تھی۔ بادشاہ بولا کہہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ شماس نے کہا اے بادشاہ! خدا نے تجھے بچپن سے اتنا علم اور اتنی عقل دی ہے کہ تجھ سے پہلے کسی بادشاہ کو نہ اتنی عقل دی ہو گی نہ اتنا علم اس پر تجھے بادشاہی دے کر اپنا فضل و احسان مکمل کر دیا۔ لیکن خدا چاہتا ہے کہ تو نافرمانی کرکے اپنے آپ کو اس احسان کے ناقابل نہ ٹھہرا۔ اپنے خزانوں اور مال کے برتے پر خدا سے جنگ نہ کر اس کے حکموں کی تعمیل سے منہ نہ پھیر میں دیکھ رہا ہوں کہ کچھ دنوں سے تو اپنے ماں باپ اور اس کی وصیتوں کو بھول گیا ہے اس کے عہد و پیماں کو چھوڑ دیا ہے' اس کی نصیحتوں کو بھلا دیا ہے' اس کے عدل و احکام سے دور جا پڑا ہے' خدا کی نعمتوں کو ٹھکرا رہا ہے اور ان کے احسان سے واسطہ نہیں رکھا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیونکر؟ یہ تو کس وجہ سے کہتا ہے؟ شماس بولا اس وجہ سے کہ تو نے حکومت اور رعایا کے کاروبار جو خدا نے تیرے سپرد کئے ہیں چھوڑ رکھے ہیں اور دنیا کی کم مایہ خواہشات میں لگ گیا ہے جو تیرے نفس کو پسند ہیں۔ اے بادشاہ! میرا مشورہ یہ ہے کہ تو اپنے انجام پر خوب غور کر تاکہ تجھے وہ روشن راستہ دکھائی دینے لگے۔ جس میں نجات ہے اس تھوڑی اور فانی لذت سے دل نہ لگا ورنہ تو بربادی کے بھنور میں جا پھنسے گا اور تیرا وہی حشر ہو گا جو ماہی گیر کا ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیا؟

○ لالچی ماہی گیر کی کہانی

شماس نے کہا ایک بار ایک ماہی گیر اپنے دستور کے موافق دریا پر مچھلیاں پکڑنے گیا۔ وہ ابھی پل کو طے کر رہا تھا کہ اسے ایک بہت بڑی مچھلی دکھائی دی اپنے دل میں کہنے لگا کہ مجھے کھڑے رہنے کی ضرورت نہیں بلکہ جہاں وہ جائے گی میں اس کا پیچھا کروں گا اور جب میں اسے پکڑ لوں گا تو پھر کئی روز تک مجھے مچھلیاں پکڑنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ کہہ کر اس نے کپڑے اتارے اور مچھلی کے پیچھے کود پڑا۔ پانی کا دھارا اسے بہا کر لے چلا یہاں تک کہ اس نے مچھلی کے پاس پہنچ کر اسے پکڑ لیا۔ پھر کر جو دیکھا تو وہ کنارے سے دور جا پڑا تھا لیکن اس نے مچھلی کو نہ چھوڑا بلکہ دھارے کے ساتھ ساتھ بہنے لگا' بہتے بہتے ایک بھنور میں پھنس گیا جہاں پہنچ کر کوئی زندہ نہیں لوٹ سکتا تھا اور وہ چلانے لگا کہ ڈوبتے ہوئے کو بچاؤ یہ سن کر دریا کے پہرے داروں نے پوچھا تجھ پر ایسی کیا مصیبت پڑی تھی کہ تو اس خطرناک جگہ پر گیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نجات کا روشن راستہ چھوڑ کر نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر مارا گیا۔ انہوں نے کہا آخر تو نے یہ کیوں کیا؟ تجھے تو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ وہاں جا کر کوئی شخص صحیح و سالم نہیں لوٹا ہے۔ تو نے مچھلی پھینک کر اپنی جان کیوں نہ بچائی تا کہ اس مصیبت سے تجھے نجات ملتی؟ اب ہم میں سے کوئی تجھے اس تباہی سے بچا نہیں سکتا۔

اے بادشاہ! یہ مثال میں نے اس لئے بیان کی ہے کہ تو حقیر لہو و لعب کی باتوں کو چھوڑ کر اپنی رعیت کے کاروبار اور حکومت کے انتظام کی طرف توجہ کر تا کہ تجھ میں کوئی عیب نہ نکال سکے۔ بادشاہ بولا اب تو مجھے کیا مشورہ دیتا ہے؟ شماس نے کہا کل تو خیر و عافیت کے ساتھ لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت دے ان کی خیریت پوچھ' ان سے معذرت کر انہیں قول دے کہ تو ان کے ساتھ بھلائی اور خوش سلوکی سے

پیش آئے گا۔ بادشاہ نے کہا اے شماس! تو ٹھیک کہتا ہے خدا نے چاہا تو میں کل تیرے کہنے کے مطابق عمل کروں گا۔ شماس نے باہر جا کر لوگوں کو اس کی خبر دی اور جب دن نکلا تو بادشاہ نے حرم سرا سے نکل کر لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی ان سے معذرت کی اور وعدہ کیا کہ جیسا تم چاہتے ہو میں کروں گا۔ یہ سن کر لوگ خوش ہو گئے اور اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ اب بادشاہ کی ایک بیوی جو سب سے زیادہ چہیتی اور معزز تھی آئی دیکھا کہ اس کا چہرہ اترا ہوا ہے کیونکہ وہ بڑے وزیر کی باتوں کی وجہ سے سوچ میں پڑ گیا تھا اور کہنے لگی اے بادشاہ! تو پریشان معلوم ہوتا ہے۔ کیا تجھے کوئی شکایت ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ عیش و عشرت میں پڑ کر میں اپنے فرائض اور رعیت کی حالت سے بے خبر ہو گیا ہوں۔ اگر میں یوں ہی رہا تو ملک میرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ بیوی نے کہا اے بادشاہ! میں دیکھتی ہوں تیرے عمال اور وزراء نے تجھے دھوکے میں ڈال رکھا ہے ان کا مقصد صرف اتنا ہے کہ وہ تجھے تکلیف اور دھوکے میں رکھیں۔ تاکہ تجھے تیری حکومت سے تھوڑی سی بھی لذت نہ ملے نہ تجھے عیش میسر ہو نہ راحت' وہ بس یہی چاہتے ہیں کہ تم عمر بھر ان کی تکلیف دور کیا کرے' تیری زندگی اسی محنت و مشقت میں رائیگاں جائے اور لڑکے اور چوروں کے قصے کے مطابق تیرا حال لڑکے کی طرح ہو جائے جو دوسروں کے فائدے کے لئے مارا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیا قصہ ہے؟

○ لڑکے اور چوروں کی کہانی

بادشاہ کی بیوی نے کہا کسی جگہ سات چور تھے' ایک بار ساتوں اپنے دستور کے موافق چوری کرنے نکلے۔ ان کا گزر ایک باغ کے پاس سے ہوا جس میں پکے پکے اخروٹ لگے ہوئے تھے' باغ کے اندر گئے وہاں ان کی نظر ایک لڑکے پر پڑی کہنے لگے اے لڑکے! کیا

تو ہمارے ساتھ باغ کے اندر چلنا چاہتا ہے تا کہ اس درخت کے اوپر چڑھ کر خوب اخروٹ کھائے اور ہمارے لئے بھی تھوڑے سے گرا دے۔ لڑکے نے منظور کر لیا اور ان کے

URDU4U .COM

ساتھ اندر جا پہنچا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # نو سو انیسویں رات

URDU4U.COM

نو سو انیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- لڑکا چوروں کے ساتھ باغ میں گیا تو ایک نے دوسرے سے کہا ہم میں سے جو سب سے زیادہ ہلکا اور چھوٹا ہو وہ درخت پر چڑھے۔ سب یک زبان ہو کر بولے اس لڑکے سے زیادہ ہلکا ہمیں اور کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ انہوں نے لڑکے کو اوپر چڑھا دیا تو اس نے کہا اے لڑکے! درخت کا کوئی پھل نہ چھویو کیونکہ اگر کسی نے تجھے دیکھ لیا تو تجھے نقصان پہنچائے گا۔ لڑکے نے پوچھا پھر کیا کروں؟ انہوں نے کہا درخت میں چھپ کر بیٹھ جا اور ہر شاخ کو اتنے زور سے ہلا کہ اس کے سارے پھل جھڑ جائیں اور ہم انہیں چن لیں' تمام پھل جھڑ چکیں تو اتر آئیو اور اپنا حصہ لے لیجئو۔ لڑکے نے درخت پر چڑھ کر ایک ایک شاخ ہلا ڈالی اخروٹ گرنے اور چور انہیں اکٹھا کرنے لگے۔ وہ اسی میں لگے ہوئے تھے کہ درخت کا مالک آ پہنچا اور ان سے کہنے لگا تم کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم یہاں سے گزر رہے تھے کہ دیکھا ایک لڑکا درخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ خیال کرکے کہ وہ اس کا مالک ہو گا ہم نے اس سے کہا کچھ پھل ہمیں کھانے کو دے' اس نے چند ڈالیاں ہلائیں اور اخروٹ جھڑ پڑے۔ مالک نے لڑکے سے کہا تو کیا کہتا ہے؟ وہ بولا یہ لوگ جھوٹے ہیں' میں تجھ سے سچ کہتا ہوں ہم سب ایک ساتھ یہاں آئے تھے' انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اس درخت پر چڑھ کر شاخیں ہلا تا کہ اخروٹ جھڑ پڑیں اور میں نے ایسا ہی کیا۔ درخت والے نے کہا کہ تو نے اپنے آپ کو بڑی آفت میں ڈال دیا۔ لیکن یہ بتا کہ تو نے کچھ کھایا بھی؟ لڑکے نے جواب دیا کچھ نہیں۔ درخت والا بولا اب مجھے معلوم ہو گیا کہ تو بے وقوف بھی ہے اور ناسمجھ بھی کیونکہ تو نے دوسروں کے فائدے کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔ اس کے بعد اس نے چوروں سے کہا چلتے بنو تم سے میری کوئی غرض نہیں اور لڑکے کو پکڑ کر خوب مارا۔

یہی حال تیرے وزیروں اور حکام کا ہے کہ وہ اپنے فائدے کے لئے تجھے ہلاکت میں ڈالنا چاہتے ہیں اور تیرے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہتے ہیں جو چوروں نے لڑکے کے ساتھ کیا۔ بادشاہ بولا تو ٹھیک کہتی ہے میں نہ ان کے پاس جاؤں گا نہ اپنے مزوں سے دست کش ہوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے رات بھر اپنی بیوی کے ساتھ بڑے مزے اڑائے۔

صبح ہوئی تو وزیر' حکام اور رعایا کو لے کر خوش خوش بادشاہ کی ڈیوڑھی پر پہنچا لیکن بادشاہ نے نہ تو دروازے کھولنے کی اجازت دی نہ باہر آیا اور نہ انہیں اندر بلایا۔ جب ناامیدی ہو گئی تو انہوں نے وزیر سے کہا اے فاضل اور ماہر حکیم دیکھا کہ اس کمسن اور کم عقل لڑکے نے کیا کیا' گناہگار تو تھا ہی اب جھوٹا بھی ہو گیا' وعدہ کرکے پھر گیا۔ اب تو ایک بار اور اس کے پاس جا اور دیکھ کہ وہ کیوں نہیں باہر آیا۔ اب ہمیں اس کی بد طینتی کا یقین آ گیا ہے اور اس کی سخت دلی کی انتہا ہو گئی ہے۔

الغرض شماس دوبارہ بادشاہ کے پاس گیا اور اسے سلام کرکے کہا' اے بادشاہ! تو نے پھر تھوڑی سی لذت کے پیچھے بڑے بڑے کام چھوڑ دیئے۔ تیری مثال اس شخص کی ہے جس کے پاس ایک اونٹنی تھی اور وہ اس کا دودھ دوہا کرتا تھا۔ ایک روز اس کا دودھ اسے اتنا بھلا معلوم ہوا کہ اس کی ڈوری ڈھیلی چھوڑ دی۔ اونٹنی بھاگ کر جنگل میں چلی گئی اور اسے اونٹنی اور دودھ دونوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اے بادشاہ! تجھے ایسی بات کرنی چاہیے۔ جس میں تیرا بھی فائدہ ہو اور رعیت کا بھی بھلا ہو۔ انسان کو یہ زیبا نہیں کہ اگر اسے کھانے کی ضرورت ہو تو وہ دن رات باورچی خانے کے دروازے پر بیٹھا رہے اسی طرح اگر اسے عورتوں کی طرف میلان ہو تو ہمیشہ ان کے ساتھ صحبت رکھے جس طرح کھانے کا یہ مقصد ہے کہ بھوک کی تکلیف دور ہو جائے اور پینے کا مقصد یہ ہے کہ پیاس بجھ جائے اسی طرح سمجھدار آدمی کو چاہیے کہ وہ چوبیس گھنٹے میں دو گھنٹے عورتوں کے ساتھ گزارے' باقی وقت اپنی رعایا کی اصلاح میں صرف کرے' ورنہ عقل اور تندرستی دونوں کو نقصان پہنچے گا۔ آدمی کو یہ بھی چاہیے کہ ان کے قول و فعل پر بھروسہ نہ کرے۔ بہت لوگ اپنی عورتوں کی وجہ سے تباہ اور برباد ہو گئے

ہیں۔ ان میں سے ایک تو اس وجہ سے ہلاک ہوا کہ وہ اپنی بیوی کی ہر بات میں اطاعت کرتا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کیسے؟

URDU4U .COM

○ ایک میاں بیوی کی کہانی

شماس نے کہا ------ ایک شوہر کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی اس کی بڑی عزت کرتا تھا' اس کی ہر بات سنتا اور اس کی رائے پر عمل کرتا' اس کا ایک باغ تھا جسے اس نے نیا نیا لگایا تھا ہر روز باغ کاٹ چھانٹ کرنے اور اسے سینچنے جاتا۔ ایک روز اس کی بیوی نے پوچھا' تو نے باغ میں کیا بویا ہے؟ مرد نے جواب دیا وہی چیزیں جو تجھے پسند ہیں اور میں بڑی تندہی سے اسے سینچتا اور کاٹ چھانٹ کرتا ہوں۔ بیوی بولی مجھے بھی وہاں سیر کرانے لے چل' میں اسے دیکھ کر تجھے بڑی اچھی دعا دوں گی۔ کیونکہ میری دعا قبول ہو جاتی ہے۔ میاں نے کہا اچھا میں کل تجھے لے چلوں گا' دوسرے دن صبح کے وقت وہ اپنی بیوی کو باغ میں لے گیا اسی وقت اتفاق سے دو نوجوانوں کی نظر ان پر پڑی' ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ دونوں بدکار معلوم ہوتے ہیں اور یہ بدکاری کرنے باغ میں آئے ہیں یہ کہہ کر دونوں جوان ان کے پیچھے پیچھے ہو لیے کہ دیکھیں وہ کیا کرتے ہیں اور باغ کے ایک کونے میں چھپ گئے۔ میاں بیوی باغ میں پہنچ کر رکے۔ میاں نے کہا جس دعا کا تو نے وعدہ کیا تھا' کر۔ بیوی بولی میں اس وقت تک دعا نہ کروں گی جب تک تو میری وہ حاجت پوری نہ کر دے جو عورتوں کو مردوں سے ہوا کرتی ہے۔ میاں نے کہا یہ بری بات ہے کیا میں نے گھر میں تیری کافی حاجت روائی نہیں کی! یہاں مجھے بدنامی کا ڈر ہے۔ علاوہ اس کے میرا کام رہا جاتا ہے۔ کیا تو ڈرتی نہیں کہ کسی نے دیکھ لیا تو کیا ہو گا؟ بیوی بولی اس کی ہمیں پروا نہیں ہم کوئی بدکاری تو کرتے نہیں اور باغ سینچنے کے لئے تو ابھی کافی وقت پڑا ہے۔ غرض کہ اس نے میاں کا کوئی عذر نہ سنا' برابر اصرار کرتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ آ کر اس

کے ساتھ لیٹ گیا۔ یہ دیکھتے ہی دونوں جوانوں نے دوڑ کر انہیں پکڑ لیا اور کہا کہ ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے تم بدکار معلوم ہوتے ہو اگر ہم بھی اس عورت کے ساتھ نہ لیٹ لیں تو ہم اس کا نالش کر دیں گے۔ مرد نے کہا ہوش سنبھالو' یہ میری بیوی ہے میں اس باغ کا مالک ہوں۔ جوانوں نے اس کی ایک نہ سنی بلکہ عورت کی طرف لپکے وہ چلانے اور اپنے شوہر کی دہائی مانگنے لگی کہ ان لوگوں کو میری آبرو نہ لینے دے۔ وہ مدد مدد چلاتا ہوا ان کی طرف بڑھا لیکن ایک جوان نے اس کی طرف بڑھ کر خنجر مارا اور وہ مر گیا پھر دونوں نے اطمینان سے عورت کی آبرو لی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## نو سو بیسویں رات

نو سو بیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- یہ قصہ سن کر شماس نے کہا اے بادشاہ! میں نے یہ کہانی اس لئے سنائی ہے کہ مرد کو عورت کی بات سننی یا اس کا کہنا ماننا نہیں چاہیے۔ اس کے مشورے پر ہرگز نہ چلے خبردار حکمت اور علم کا لباس اتار کر جہل کا لباس نہ پہن! نہ سیدھی اور مفید رائے جاننے کے بعد فاسد رائے کی پیروی کر۔ شماس کی یہ باتیں سن کر بادشاہ نے کہا خدا کو منظور ہے تو کل ضرور میں ان سے ملوں گا۔ شماس باہر گیا اور حاضرین کو بادشاہ کا پیغام سنا دیا۔ جب عورت کو بادشاہ کی باتوں کا پتا چلا تو بادشاہ کے پاس گئی اور کہا رعیت تو بادشاہ کی غلام ہوتی ہے لیکن میں دیکھتی ہوں کہ تو رعیت کا غلام ہے تو ان سے ڈرتا ہے' وہ محض تیرے دل کا امتحان لے رہے ہیں۔ اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ تو کمزور ہے تو وہ تجھے ذلیل کر ڈالیں گے اور اگر وہ دیکھیں گے تو بہادر ہے تو تجھ سے ڈریں گے۔ وزیر لوگ اپنے بادشاہ کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں کیونکہ وہ بڑے جاں باز ہوتے ہیں۔ میں نے ان کی چالوں کا کچا چٹھا تجھ سے کہہ دیا ہے اگر تو ان کے کہنے پر چلا تو وہ تیری حکومت چھین کر مطلب حاصل کر لیں گے اور تجھے لگا تار ادھر سے ادھر دھکیلتے رہیں گے یہاں تک کہ تو ہلاک ہو جائے گا اور تیری مثال سوداگر اور چوروں کی سی ہو جائے گی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کیا؟

- ### سوداگر اور چوروں کی کہانی

اس نے کہا ایک سوداگر تھا جس کے پاس بہت دولت تھی۔ ایک بار وہ تجارت کا سامان لے کر کسی شہر میں بیچنے گیا وہاں پہنچ کر ایک مکان کرائے پر لیا اور اس پر چند

چوروں کی نظر پڑی جو سوداگروں کا مال چرانے کا غرض سے ان کی گھات میں لگے رہا کرتے تھے۔ وہ سوداگر کے گھر پر پہنچے اور اندر گھسنے کی بہت ترکیبیں کیں لیکن کامیابی

URDU4U.COM

نہ ہوئی۔ ان کے سرغنہ نے کہا اچھا میں اس کا بیڑا اٹھاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے طبیبوں کا بھیس بدلا اور دواؤں کی ایک تھیلی کندھے پر رکھ' کر آواز لگانی شروع کی کہ ہے کسی کو طبیب کی ضرورت؟ آواز لگاتے لگاتے سوداگر کے گھر پنچا دیکھا کہ وہ کھانے پر بیٹھا ہوا ہے اور کہنے لگا تجھے طبیب کی ضرورت تو نہیں؟ سوداگر بولا نہیں لیکن آ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا۔ چور نے اسے دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ اب میرا داؤں چل گیا اور اس نے سوداگر کی طرف مخاطب ہو کر کہا چونکہ میرے اوپر تیرے نمک کا احسان ہے میرا فرض ہے کہ تجھے نصیحت کروں اور وہ یہ ہے کہ تو بڑا پیٹو ہے اس لئے تیرا معدہ صحیح نہیں اگر تو نے جلد اس کا علاج نہ کیا تو مرجائے گا۔ سوداگر بولا میں تندرست ہوں اور میرا معدہ نہایت قوی ہے۔ اگرچہ میں بہت کھاتا ہوں تاہم میرے جسم میں کوئی بیماری نہیں اور میں خدا کا شکر گزار ہوں۔ چور نے کہا تجھے ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے مگر میں جانتا ہوں کہ تجھے پوشیدہ مرض ہے۔ میرا کہنا مان اور اپنا علاج کرا۔ سوداگر بولا ایسا طبیب کہاں سے لاؤں جو میرا علاج کرے؟ چور نے کہا اصل علاج کرنے والا تو خدا ہے لیکن مجھ سا طبیب بھی حتی الامکان بیمار کا علاج کر سکتا ہے۔ سوداگر نے کہا اگر میری دوا تیرے پاس ہے تو دکھا اور اس میں سے کچھ مجھے دے۔ چور نے اسے ایک سفوف دیا جس میں ایلوا ملا ہوا تھا اور کہا آج رات کھا لیجئو۔ سوداگر نے دوا لے لی' رات کے وقت اسے کھایا دیکھا کہ وہ کڑوی اور بدمزہ ہے لیکن اسے کچھ شک نہ ہوا۔ دوا کھانے کے بعد اسے ہلکا پن معلوم ہوا' دوسرے دن رات کو پھر چور آیا اور اسے ایک اور خوراک دی جس میں پہلی دوا سے زیادہ ایلوا ملا ہوا تھا۔ اسے کھانے کے بعد سوداگر کو دست آنے لگے لیکن اس نے صبر کیا اور برا نہ مانا۔ اب جبکہ چور نے دیکھا کہ سوداگر کو اس پر بھروسہ ہو گیا ہے اور جو وہ اسے دے گا وہ کھا لے گا تو اس نے ایک قاتل دوا لا کر اسے دی سوداگر نے اسے

پی لیا اور اس کی آنتیں کٹ گئیں۔ صبح ہوتے ہوتے اس کی جان نکل گئی اور چور تاجر کا سارا سامان لے اڑا۔

اے بادشاہ! میں نے یہ کہانی محض اس وجہ سے کہی ہے کہ تو اس دغاباز کا کہنا نہ سن ورنہ تباہ ہو جائے گا۔ بادشاہ بولا تو سچ کہتی ہے میں ہرگز ان سے ملنے نہ جاؤں گا۔ صبح ہوئی تو لوگ بادشاہ کی ڈیوڑھی پر آئے اور دن کا بڑا حصہ وہاں بیٹھے بیٹھے گزار دیا۔ جب انہیں ناامیدی ہو گئی تو وہ پھر شماس کے پاس گئے اور کہا دیکھو یہ جاہل لڑکا ہمارے ساتھ جھوٹ پر جھوٹ بولتا چلا جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ ملک اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور اس کی جگہ دوسرا بادشاہ ہو تاکہ ہمارا انتظام اچھا ہو سکے لیکن ایک بار اور اس کے پاس جا اور اسے سمجھا دے کہ محض اس کے باپ کے احسانات اور عہدو پیماں کی وجہ سے ہم اس کے خلاف بلوا کرنے اور اس کا ملک چھین لینے سے درگزر کر رہے ہیں۔ کل ہم سب لوگ اپنے اپنے ہتھیار لے کر جمع ہوں گے اور قلعے کا دروازہ توڑ ڈالیں گے اگر وہ نکلا اور جیسا کہ ہم چاہتے ہیں کیا تو خیر ورنہ ہم گھس کر اسے قتل کر ڈالیں گے اور کسی دوسرے کو بادشاہ بنا لیں گے۔ وزیر شماس نے بادشاہ کے پاس جا کر کہا تو اپنی شہوتوں اور کھیل کود میں مشغول ہو کر یہ کیا بلا اپنے سر لایا ہے! نہ معلوم کون تجھے اس پر ابھار رہا ہے اگر تو اپنے اوپر یہ ظلم ڈھا رہا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیری سمجھ پر پتھر پڑ گئے ہیں۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کس نے تجھے علم کے بدلے جہالت میں' وفا کے عوض بے وفائی میں اور نرم دلی چھڑا کر سنگ دلی میں ڈال دیا ہے ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں تین بار نصیحت کروں اور تو نہ مانے تجھے نیک مشورہ دوں اور تو اس کے خلاف کرے! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تیری رعیت اس پر تلی کھڑی ہے کہ تیرے محل میں گھس کر تجھے قتل کر دے اور کسی اور کو بادشاہ بنا لے۔ اگر تجھے دنیا میں اور رہنا اور بادشاہت کرنا ہو تو ہوش میں آ ملک کا انتظام اور لوگوں پر اپنی قوت کا اظہار کر۔ معذرت کر کے انہیں سمجھا بجھا ورنہ وہ تیرے ہاتھ سے ملک چھین لیں گے اور دوسرے کے سپرد کر دیں گے کیونکہ وہ نافرمانی اور

مخالفت پر آمادہ ہو چکے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ تو کمسن ہے' لہو و لعب اور شہوت پرستی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ پتھر کتنے ہی زمانے تک کیوں نہ پانی میں پڑے رہیں جب تو انہیں نکال کر ایک دوسرے پر مارے گا تو ان میں سے آگ نکلے گی۔ تیری مثل اب لومڑی اور بھیڑیئے کی سی ہونی والی ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- نو سو اکیسویں رات

نو سو اکیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- جب شماس نے کہا کہ تیری مثل لومڑی اور بھیڑیے کی سی ہونے والی ہے تو بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کیا؟

URDU4U .COM

- لومڑی اور بھیڑیے کی کہانی

شماس نے کہا ایک بار چند لومڑیاں کچھ کھانے کی چیز ڈھونڈ رہی تھیں کہ انہیں ایک مرا ہوا اونٹ ملا' وہ کہنے لگیں کہ اب ہمیں بہت دنوں کے لئے کھانا مل گیا ہے لیکن ہمیں ڈر ہے کہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنے لگیں اور مضبوط کمزور کو نہ دبا لے۔ ایسا ہوا تو کمزور ہلاک ہو جائیں گے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ایک حاکم تلاش کریں جو ہمارا حصہ بخرہ کر دیا کرے تاکہ پھر طاقتور کی کمزور کے خلاف کچھ نہ چلے۔ ان میں یہی صلاح مشورہ ہو رہا تھا کہ ایک بھیڑیا آ پہنچا لومڑیاں آپس میں کہنے لگیں کہ اگر سب کی رائے ہو تو اس بھیڑیے کو اپنا حاکم بنا لیں کیونکہ وہ سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ پہلے بھی اس کا باپ ہمارا بادشاہ تھا اور ہم خدا سے امید رکھیں کہ وہ ہمارے درمیان انصاف کرے۔ یہ کہہ کر لومڑیاں بھیڑیے کے پاس گئیں اور کہا کہ ہم تجھے اپنا حاکم بناتے ہیں' تو ہم میں سے ہر ایک کو ضرورت کے موافق دے تاکہ ہم میں سے زبردست کمزور پر ظلم نہ کرے اور ہم آپس میں کٹ نہ مریں۔ بھیڑیے نے منظور کر لیا اور اس دن کے لئے ان میں کافی حصہ تقسیم کر دیا لیکن دوسرے دن وہ اپنے دل میں کہنے لگا اگر میں اس اونٹ کو اسی طرح ان کمزوروں میں بانٹتا رہا تو مجھے بھی اتنا ہی ملے گا جتنا کہ انہوں نے میرے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ اگر میں اکیلا اسے

کھاؤں گا تو وہ میرا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتیں کیونکہ وہ میرے اور میرے گھر والوں کے لئے ایسی ہیں جیسے بھیڑ بکریاں' میں کیوں نہ خود قبضہ کر لوں۔ غالباً خدا نے اپنی طرف سے یہ نعمت میرے لئے بھیج دی ہے پھر میں ان کا احسان کیوں اٹھاؤں! بہتر ہے کہ میں اونٹ کو اپنے لئے مخصوص کر لوں اور انہیں کچھ نہ دوں۔

صبح ہوئی تو لومڑیاں دستور کے مطابق بھیڑیئے کے پاس اپنا روزینہ لینے گئیں' بھیڑیئے نے جواب دیا کہ میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ باقی نہیں۔ لومڑیاں پریشان ہو کر وہاں سے چل دیں اور کہنے لگیں کہ خدا نے ہمیں بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ یہ خبیث خائن خدا سے بھی نہیں ڈرتا اور ہم اس کا کچھ بگاڑ بھی نہیں سکتے۔ ایک لومڑی بولی آج وہ بہت بھوکا ہو گا' اسے پیٹ بھر کر کھا لینے دو اور کل پھر اس کے پاس چلیں۔ دوسرے دن لومڑیوں نے اس کے پاس جا کر کہا اے ابو سرحان! ہم نے تو تجھے اس لئے اپنے اوپر حاکم مقرر کیا تھا کہ تو ہم میں سے ہر ایک کو اس کی روزی دے' طاقتور کے مقابلے میں کمزور کا انصاف کرے' جب یہ اونٹ ختم ہو جائے تو ہمارے لئے کھانا تلاش کرے اور ہم ہمیشہ کے لئے تیرے فرمانبردار اور رعایا رہیں۔ ہم نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا ہے۔ بھوکے ہیں' ہمارا کھانا دے اور باقی کا جو تیرا جی چاہے کر۔ بھیڑیئے نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ اس کا دل اور زیادہ سخت ہو گیا۔ انہوں نے اسے بہت منایا لیکن نہ ماننا تھا نہ مانا۔ اب لومڑیوں کی یہ رائے ہوئی کہ ہم شیر کے پاس چل کر اپنے آپ کو اس کے سپرد کرکے اونٹ اس کے حوالے کر دیں اگر اس نے ہمیں اس میں سے کچھ دے دیا تو اس کی مہربانی ہے ورنہ اس خبیث سے تو وہی زیادہ مستحق ہے۔ چنانچہ شیر کے پاس جا کر انہوں نے بھیڑیئے کا سارا قصہ سنایا اور کہا ہم تیرے غلام ہیں اور تجھ سے مدد لینے آئے ہیں تو اس بھیڑیئے سے ہماری جان چھڑا ہم ہمیشہ تیرے فرمانبردار رہیں گے۔ لومڑیوں کی یہ باتیں سن کر شیر کی حمیت جوش میں آ گئی اور وہ ان کے ساتھ ہو لیا۔ جوں ہی بھیڑیئے کی نظر شیر پر پڑی وہ بھاگا لیکن شیر اس کے پیچھے دوڑا پکڑ کر اس کے تکے بوٹی کر ڈالی اور لومڑیوں کا شکار ان

کے حوالے کر دیا۔
اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ بادشاہ کو رعیت کے معاملے میں پہلو تہی نہ کرنی چاہیے' لہٰذا میری نصیحت مان لے اور جو وعدہ تو نے ان کے ساتھ کیا ہے اسے پورا کر۔ تیرے باپ نے مرنے سے پہلے تجھے یہ وصیت کی تھی کہ نصیحت مانیو۔ یہی آخری بات ہے جو میں تجھ سے کہنا چاہتا تھا اور بس۔ بادشاہ بولا میں تیری بات تسلیم کرتا ہوں خدا نے چاہا تو کل ان سے ملوں گا۔ شماس نے باہر آ کر لوگوں سے کہا کہ بادشاہ نے میری نصیحت مان لی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ کل باہر آ کر تم سے ملے گا اور بادشاہ کی بیوی نے جو شماس کو یہ کہتے سنا اور اسے یقین آ گیا کہ اب بادشاہ ضرور اپنی رعایا سے ملنے جائے گا تو وہ فوراً اس کے پاس دوڑی ہوئی گئی اور کہا کتنے تعجب کی بات ہے کہ تو اپنے غلاموں کے حکم کی تعمیل کرتا ہے یہ وزیر تو تیرے غلام ہیں' پھر تو نے انہیں اتنا سر چڑھا رکھا ہے وہ سمجھتے ہیں گویا انہی نے تجھے بادشاہت اور حکومت دے رکھی ہے اور وہی تیرے ساتھ بخشش کرتے ہیں حالانکہ وہ تیرا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ تجھے ان کی خوشامد کرنی نہیں چاہیے بلکہ انہیں چاہیے کہ تیری خوشامد کریں اور تیرا حکم مانیں' آخر تو کیوں اتنا ان کے رعب میں آ گیا ہے؟ اگر تیرا دل فولاد کی طرح نہیں تو تو بادشاہ ہونے کے قابل نہیں۔ تیری نرمی کی وجہ سے ان کی یہ ہمت ہو گئی ہے کہ وہ تجھے حکم دیتے ہیں حالانکہ انہیں چاہیے کہ وہ تیری فرمانبرداری کریں اور تیرا حکم مانیں۔ میری بات مان اور ان کا کہنا نہ سن ورنہ تیری مثال بھی چرواہے اور چور کی سی ہو جائے گی۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیا قصہ ہے؟

- چرواہے اور چور کی کہانی

عورت نے کہا ایک چرواہا بھیڑوں کا گلہ جنگل میں چرایا اور ان کی خوب حفاظت کیا کرتا

تھا۔ ایک رات ایک چور بھیڑیں چرانے آیا لیکن اس نے دیکھا کہ چرواہا ان کی حفاظت کر رہا ہے۔ رات بھر وہ گھات میں لگا رہا آخر ایک بھیڑ بھی چرا نہ سکا۔ جب کوئی تدبیر نہ چلی تو اس نے جنگل میں جا کر ایک شیر مارا اس کی کھال اتار کر اس میں بھس بھر دیا اور اسے ایک ایسی اونچی جگہ لا کر رکھا کہ چرواہا دیکھ سکے اور یقین کر سکے کہ وہ شیر ہے۔ اس کے بعد چور نے چرواہے کے پاس آ کر کہا' شیر نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے تا کہ تو اس کے رات کے کھانے کے لئے بھیڑیں دے۔ چرواہے نے پوچھا شیر کہاں ہے؟ چور بولا آنکھ اٹھا کر دیکھ' وہ کھڑا ہے۔ چرواہے نے آنکھ اٹھا کر دیکھا سمجھا کہ واقعی شیر ہے اسے دیکھ کر سہم گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- نو سو بائیس ویں رات

نو سو بائیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- چرواہا اتنا ڈرا کہ چور سے کہنے لگا بھائی جو تیرا جی چاہے لے جا' مجھے کوئی عذر نہیں۔ چور جتنی بھیڑیں چاہتا تھا لے گیا۔ چرواہے کو خوفزدہ دیکھ کر اس کی اتنی ہمت بڑھ گئی کہ آئے دن آتا اور شیر کے نام سے اسے ڈرا کر جتنی بھیڑیں چاہتا لے جاتا یہاں تک کہ وہ اپنے گلے کا بڑا حصہ کھو بیٹھا۔

URDU4U.COM

اے بادشاہ! میں نے یہ کہانی اس لئے سنائی ہے کہ کہیں تیرے امراء گھمنڈ میں آ کر تیرے سر نہ چڑھ جائیں۔ ان کی ان حرکتوں سے تو مر جانا ہی بہتر ہے۔ بادشاہ نے اس کا کہنا مان لیا اور کہا میں ان کی ہرگز نہ سنوں گا اور نہ جا کر ان سے ملوں گا۔ صبح کو سارے وزیر امیر اور شریف ہتھیار لے بادشاہ کے محل پر پہنچے تاکہ اس پر حملہ کرکے اسے قتل کر دیں اور دوسرا بادشاہ منتخب کریں۔ انہوں نے دربان سے کہا دروازہ کھول لیکن اس نے نہ کھولا انہوں نے آگ منگوائی کہ دروازوں کو جلا کر اندر گھس جائیں۔ دربان دوڑا ہوا بادشاہ کے پاس گیا اور کہا لوگ دروازے پر اکٹھا ہیں' مجھ سے انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تھا میں نے انکار کر دیا تو انہوں نے آگ منگوائی ہے کہ دروازوں میں آگ لگا کر اندر گھس آئیں اور تجھے مار ڈالیں۔ اب تو کیا حکم دیتا ہے؟ بادشاہ نے اپنے دل میں کہا کہ بڑی مصیبت میں پھنسا اور عورت کو بلا کر کہا شماس نے جو کچھ کہا تھا سب ٹھیک نکلا خاص اور عام سب لوگ چاہتے ہیں کہ مجھے اور تم سب کو قتل کر دیں۔ جب دربار نے دروازہ نہیں کھولا تو انہوں نے آگ منگوائی ہے کہ محل میں آگ لگا دیں اور ہم اس کے اندر جل جائیں' اب تو کیا مشورہ دیتی ہے؟ عورت نے کہا ڈر نہیں آج کل کا زمانہ ہی ایسا ہے کہ رذیل لوگ اپنے بادشاہ کے سر چڑھ کر ناچتے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا اچھا تیری رائے میں اب ہمیں

کیا کرنا چاہیے؟
عورت نے کہا اپنے سر پر پٹی باندھ لے بیمار بن کر لیٹ جا اور وزیر شماس کو بلا کہ وہ تیری حالت آ کر دیکھ جائے' جب وہ آئے تو اس سے کہیو کہ میں آج باہر نکل کر لوگوں سے ملنا چاہتا تھا لیکن بیماری کی وجہ سے مجبور ہوں تو جا کر لوگوں سے میری حالت بیان کر دے کہ میں کل باہر آ کر ان کی تمام ضرورتیں پوری کر دوں گا۔ اس سے ان کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ صبح ہوئی تو اپنے باپ کے دس موٹے تازے غلاموں کو بلوائیو۔ جن پر تجھے بھروسہ ہو جو تیرا حکم مانیں اور تیرا راز فاش نہ کریں۔ انہیں اپنے پاس کھڑا کرکے حکم دیجیئو کہ وہ محض ایک ایک کو تیرے پاس اندر آنے کی اجازت دیں جب ایک شخص داخل ہو تو ان سے کہیو کہ اسے پکڑ کر قتل کر دو۔ اگر وہ اس بات پر راضی ہو جائیں تو صبح سویرے اپنی کرسی دربار میں لا کر دروازہ کھلوا دیجئو۔ وہ دیکھیں گے کہ تو نے دروازہ کھلوا دیا ہے تو خوش خوش اور نڈر ہو کر تیرے پاس آئیں گے تو انہیں ایک ایک کرکے اندر بلائیو جیسا کہ میں نے کہا ہے اور اپنا مطلب پورا کیجئو لیکن ابتدا شماس سے کیجئو۔ کیونکہ وہ بڑا وزیر ہے اور بڑا سردار اسی کو سب سے پہلے قتل کیجئو پھر دوسرے کو جن کے متعلق تجھے گمان ہو کہ وہ تیری مخالفت کریں گے یا جن کی قوت سے تجھے اندیشہ ہو جب تو ایسا کر چکے گا تو پھر کسی کا زور تجھ پر نہ چلے گا تو ان سے بے غم ہو جائے گا ملک تیرے لئے صاف ہو جائے گا اور تو جو چاہیے گا کر سکے گا۔ اس تدبیر سے زیادہ اور کوئی تدبیر مفید نہیں۔

بادشاہ نے کہا تیری رائے بالکل ٹھیک ہے اور میں ضرور ایسا ہی کروں گا۔ اس کے بعد اس نے ایک پٹی منگوا کر باندھ لی اور شماس کو اندر بلا کر کہا اے شماس! تو جانتا ہے کہ میں تجھے بہت پیار کرتا اور تیری رائے مانتا ہوں تجھے اپنے بھائی بلکہ باپ کے برابر جانتا ہوں تو نے مجھ سے کہا ہے کہ میں نکل کر اپنی رعایا سے ملوں مجھے یقین ہے

کہ تیری رائے ٹھیک ہے اور میں نے کل ارادہ کر لیا تھا کہ آج نکلوں گا لیکن میں بیمار پڑ گیا اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ ملک والے مجھ سے ناراض ہیں اور میرے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہتے ہیں جو ان کی شان کے خلاف ہے انہیں معلوم نہیں کہ میں بیماری میں مبتلا ہوں۔ تو جا کر ان سے میرا حال بیان کر دے اور میری طرف سے معذرت کر میں ان کی ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں اور جو وہ پسند کریں وہی کروں گا۔ تو میری طرف سے انہیں سمجھا دے تو میرا بھی مشیر ہے اور میرے باپ کا بھی تو ہی مشیر تھا تو لوگوں میں ہمیشہ سمجھوتہ کراتا رہا ہے۔ اگر خدا کو منظور ہے تو میں کل باہر نکل کر ان سے ملوں گا اور امید ہے کہ اپنی نیک نیتی اور خیر خواہی کی بدولت میں آج رات ہی تندرست ہو جاؤں۔ شماس نے خدا کے آگے سجدہ کیا بادشاہ کو دعا دی اس کے ہاتھ چومے اور خوش خوش باہر نکل کر لوگوں سے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ انہیں ان کے ارادے سے روکا' بادشاہ کے نہ نکلنے کی وجہ سنائی اور کہا اس نے کل نکلنے اور تمہارے کہنے پر عمل کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ سن کر سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## نو سو تئیس ویں رات

نو سو تئیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- یہ سن کر سب لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے' ادھر بادشاہ نے اپنے باپ کے غلاموں میں سے دس مسٹنڈوں کو چھانٹ کر بلوایا جو بڑے مضبوط اور بہادر تھے ان سے کہا تمہیں معلوم ہے کہ میرا باپ تمہاری کتنی عزت اور توقیر کرتا تھا اب میں تمہارا درجہ اور زیادہ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن پہلے میں تم سے پوچھتا ہوں کہ آیا تم میرا ساتھ دو گے اور میرے بھید کو پوشیدہ رکھو گے۔ اگر تمہیں منظور ہے تو جتنا تم احسان چاہتے ہو میں اس سے زیادہ کروں گا۔ دسوں نے یک زبان ہو کر کہا جو کچھ ہمارے آقا کا حکم ہو گا اس کی ہم تعمیل کریں گے۔ تیرا کہنا مانیں گے کیونکہ تو ہمارا مالک ہے۔ اس نے کہا خدا تمہیں نیک بدلے دے! اب سنو میں کیوں تم پر احسان کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرا باپ اپنی رعیت پر کتنا احسان و اکرام کیا کرتا تھا۔ اس نے ان کے ساتھ عہد و پیماں باندھا تھا کہ وہ میرا ساتھ نہ چھوڑیں گے اور میری نافرمانی نہ کریں گے پھر تم نے یہ بھی دیکھ لیا کہ کل وہ مجھے قتل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ان کی احسان فراموشی کے بدلے میں چاہتا ہوں کہ جس کی طرف میں اشارہ کروں اسے تم چپکے سے قتل کر دو۔ جب امراء اور روسا قتل ہو جائیں گے تو میرے ملک سے بلا دور ہو جائے گی۔ میں کل اسی جگہ کمرے میں بیٹھوں گا' ایک ایک کرکے انہیں اندر بلاؤں گا اور حکم دوں گا کہ لوگ ایک دروازے سے اندر آئیں اور دوسرے سے باہر جائیں۔ تم لوگ میرے سامنے کھڑے رہنا میرا اشارہ سمجھنا جو اکیلا اندر آئے اسے اس کمرے میں لے جا کر قتل کر دینا اور اس کی لاش چھپا دینا۔ انہوں نے جواب دیا تیرا کہنا اور حکم سر آنکھوں پر۔ اس کے بعد اس نے انہیں انعام دیا اور وہ اپنے اپنے گھر جا کر سو رہے۔

سویرا ہوا تو بادشاہ نے انہیں طلب کیا' تخت بچھوایا' شاہی لباس پہنا' فیصلوں کی کتاب ہاتھ میں لی حکم دیا کہ دروازہ کھول دیا جائے اور ایک ایک کرکے درجہ بہ درجہ انہیں

URDU4U.COM

اندر بلوایا۔ دستور کے مواقف سب سے پہلے شماس آیا وہ سب سے بڑا وزیر تھا اور بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو گیا کہ یک بہ یک دسوں غلاموں نے اسے پکڑ لیا اور کمرے میں لے جا کر قتل کر دیا۔ یہی حشر باقی وزراء علماء اور صلحا کا ہوا۔ ایک ایک کرکے قتل ہوتے رہے یہاں تک کہ سب ٹھکانے لگا دیئے گئے۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ تمام بہادروں اور شجاعوں کی بھی گردنیں اڑا دی جائیں۔ جلادوں نے چھانٹ چھانٹ کر انہیں بھی قتل کر دیا۔ سوائے عوام الناس کے اور کوئی باقی نہ رہا اور بادشاہ سلامت اپنے عیش و عشرت میں مصروف ہو گئے اور اتنا ظلم و جور ہونے لگا کہ اس سے پہلے کسی نے سنا بھی نہ ہو گا۔ اس بادشاہ کے ملک میں سونے' چاندی' یاقوت اور جواہرات کی کانیں تھی' آس پاس کے سارے بادشاہ اس پر رشک کرتے اور چاہتے تھے کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے۔ ایک پڑوسی بادشاہ نے اپنے دل میں کہا کہ اب میری من مانی مراد پوری ہو گئی اور میں اس جاہل لڑکے کے ہاتھ سے یہ ملک چھین لوں گا کیونکہ اس نے حکومت کے سرداروں اور ملک کے تمام بہادروں کو مروا ڈالا ہے۔ یہ وقت غنیمت ہے وہ کم عمر ہے اسے لڑائی کا بالکل تجربہ نہیں اور تجربہ کار کوئی باقی نہیں جو اسے ٹھیک راہ پر چلائے اور اس کی مدد کرے۔ میں اس کے ساتھ ایک چال چلتا ہوں اسے ایک خط لکھتا ہوں جس میں میں اسے لعنت ملامت کروں گا' دیکھوں وہ کیا جواب دیتا ہے۔

یہ کہہ کر اس نے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مجھے خبر ملی ہے کہ تو نے اپنے وزیروں' عالموں اور بہادروں کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اپنے آپ کو کس بلا میں ڈال رکھا ہے یہاں تک اگر کوئی تجھ پر دھاوا کر دے تو اسے روک بھی نہیں سکتا۔ یہ خدا کا کرنا ہے کہ اس نے مجھے تیرے اوپر غالب کر دیا۔ لہٰذا میری بات سن میرا حکم مان اور بیچ سمندر میں میرے لئے ایک عالی شاہ محل بنوا دے اگر

تو یہ نہیں کرتا تو اپنا ملک چھوڑ دے اور اپنی جان لے کر بھاگ جا ورنہ میں ہند اقصیٰ سے بارہ رسالے بھیجوں گا جن میں بارہ بارہ ہزار جنگجو ہوں گے وہ تیرے ملک میں گھس کر تیری دولت لوٹ لیں گے' مردوں کو مار ڈالیں گے اور عورتوں کو گرفتار کر لائیں گے۔ ان کا سردار میں اپنے وزیر بدیع کو بناؤں گا اور اسے حکم دوں گا کہ وہ تیرے شہر کا سخت محاصرہ کرے یہاں تک کہ وہ فتح ہو جائے اس قاصد غلام کو میں نے حکم دیا ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ تیرے پاس نہ ٹھہرے اگر تو نے میرا حکم مان لیا تو تو بچ جائے گا ورنہ میں تیرے اوپر چڑھائی کر دوں گا۔ جب بادشاہ نے یہ خط پڑھا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے' عقل جاتی رہی' اپنی تباہی کا یقین ہو گیا اب کوئی ایسا نہ تھا جس سے وہ مشورہ لے یا مدد چاہیے۔ اٹھ کر اپنی بیوی کے پاس گیا' اس کا چہرہ اترا ہوا دیکھ کر بیوی نے پوچھا اے بادشاہ! خیر تو ہے؟ اس نے جواب دیا آج میں بادشاہ نہیں ہوں بلکہ ایک بادشاہ کا غلام۔ یہ کہہ کر اس نے خط کھولا اور پڑھ کر بیوی کو سنا دیا۔ یہ سنتے ہی وہ رونے پیٹنے اور اپنے کپڑے پھاڑنے لگی۔ بادشاہ نے کہا اس مشکل وقت میں کوئی رائے دے اور تدبیر نکال۔ اس نے جواب دیا لڑائیوں کے بارے میں عورتوں کے پاس کوئی تدبیر نہیں۔ عورتوں میں نہ قوت ہوتی ہے نہ ان کی کوئی رائے ایسی باتوں میں تو مرد قوت والے' رائے اور تدبیر والے ہیں۔ بادشاہ نے اپنی بیوی کی یہ باتیں سنیں تو اسے بڑی پشیمانی' افسوس اور تکلیف ہوئی کہ اس نے اپنے مصاحبوں اور وزیروں کے ساتھ کیسا برا سلوک کیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- نو سو چوبیں ویں رات

نو سو چوبیں ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ بادشاہ کو بڑا افسوس ہوا کہ اس نے اپنے وزیروں اور رئیسوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہنے لگا کاش ایسی بری خبر آنے سے پہلے میں مر گیا ہوتا' اور وہ اپنی بیویوں سے بولا کہ تمہارے ساتھ میرا وہی حال ہوا جو تیتر کا کچھوؤں کے ساتھ۔ انہوں نے کہا وہ کیسے؟

URDU4U.COM

- تیتر اور کچھوؤں کی کہانی

بادشاہ نے کہا کسی جزیرے میں چند کچھوے رہتے تھے۔ اس جزیرے میں بہت سے درخت' پھل اور نہریں تھیں۔ ایک بار ایک تیتر اڑتا ہوا ادھر سے گزرا گرمی اور تھکن کے مارے اس جزیرے میں اتر پڑا اور وہیں ٹھہر گیا جہاں کچھوے رہتے تھے۔ جب کچھوے چرتے چگتے اپنی جگہ آئے اور ان کی نظر تیتر پر پڑی تو وہ اس کی خوبصورتی پر ریجھ گئے۔ خدا کی پاکی بیان کرنے لگے انہیں تیتر سے بڑی محبت ہو گئی وہ اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور ایک دوسرے سے کہتے کہ یہ سب سے خوبصورت جانور ہے اس کے ساتھ نرمی اور تواضع برتنی چاہیے۔ تیتر کو بھی اس سے انس ہو گیا اور اگرچہ وہ صبح کو اڑ کر جہاں چاہتا جاتا لیکن شام کے وقت لوٹ کر کچھوؤں کے پاس آ جاتا ایک مدت تک یہی ہوتا رہا لیکن کچھوؤں کا تیتر کے چلے جانے سے دل گھبراتا وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہمیں اس تیتر سے محبت ہو گئی ہے۔ وہ ہمارا دوست بن گیا ہے اس کی جدائی ہم سے برداشت نہیں ہوتی۔ کیا تدبیر ہو کہ وہ دن رات ہمارے ساتھ رہا کرے؟ اب تک تو وہ اڑ جاتا دن بھر غائب رہتا ہے اور صرف رات کے وقت ہم اسے دیکھتے ہیں۔ ایک کچھوے نے کہا بھائیو! ٹھہرو میں ایک ایسی ترکیب کرتا ہوں

کہ وہ ہم سے دم بھر بھی جدا نہ ہو۔ سب بولے اگر تو نے ایسا کر دیا تو ہم تیرے غلام بن کر رہیں گے۔ جب تیتر چر چگ کر لوٹا اور کچھوؤں کے بیچ میں آ کر بیٹھا تو اس کچھوے نے آگے بڑھ کر اسے دعا دی اس کی سلامتی پر مبارک بادی اور کہا اے میرے آقا! خدا نے تیری محبت ہمارے دل میں اور ہماری محبت تیرے دل میں ڈال دی ہے اور اس بیابان میں تجھے ہمارا غم خوار بنایا ہے۔ دوستوں کا بہترین وقت وہ ہے جو ساتھ گزرے جدائی بڑی بری بلا ہے تو صبح کو چلا جاتا ہے اور شام سے پہلے لوٹ کر نہیں آتا۔ اس سے ہمیں بڑی پریشانی رہتی ہے۔ تیتر بولا مجھے بھی تم سے بڑی محبت ہے تمہارا بہت اشتیاق رہتا ہے اور تمہاری جدائی میرے لئے آسان نہیں لیکن میرے پاس اس کا علاج نہیں کیونکہ میں پرندہ ہوں محض رات کے وقت سونے کے لئے ایک جگہ ٹھہر سکتا ہوں صبح ہوتے ہی اڑ جاتا ہوں اور جہاں اس کا دل لگتا ہے چرتا چگتا ہے۔

کچھوے نے کہا تو سچ کہتا ہے لیکن پرندوں کو اکثر آرام نہیں ملتا کیونکہ جو کچھ انہیں ملتا ہے اس سے چوگنی ان کو محنت مشقت کرنی پڑتی ہے۔ حالانکہ مقصد آرام اور راحت ہے۔ خدا نے ہمارے اور تیرے درمیان محبت اور الفت پیدا کر دی ہے۔ اس لئے ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرا کوئی دشمن تجھے مار ڈالے اور پھر ہمیں تیرا دیدار نصیب نہ ہو۔ تیتر بولا تو سچ کہتا ہے لیکن پھر میرے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ کچھوے نے کہا میری رائے یہ ہے کہ تو اپنے پر نوچ ڈال جن سے تو اتنا تیز اڑا سکتا ہے۔ آرام سے ہمارے ساتھ رہ اور اس گھنے اور میوے دار جنگل میں ہمارا کھانا کھا ہمارا پانی پی۔ اس طرح سے ہم سب اس زرخیز جگہ میں اکٹھے رہیں گے اور ایک دوسرے کی صحبت کا لطف اٹھائیں گے۔ تیتر نے اس کی بات مان لی' آرام اٹھانے کے خیال سے ایک ایک کرکے اپنے سارے پر نوچ ڈالے اور کچھوؤں کے ساتھ رہنے لگے۔ وہ اسی حالت میں رہتے تھے کہ ایک نیولا ادھر سے گزرا غور سے دیکھنے پر اسے معلوم ہوا کہ تیتر کے پرنچے ہوئے ہیں اور وہ اڑ نہیں سکتا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت خوش

ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا اس تیتر کے پر نہیں مگر ہے موٹا تازہ اور پاس جا کر اسے پکڑ لیا۔ تیتر چلانے اور پکھوؤں سے مدد مانگنے لگا لیکن مدد دینا تو درکنار وہ اسے نیولے کے پنجے میں دیکھ کر اور دور ہٹ گئے۔ ایک دوسرے سے چمٹ گئے اور یہ دیکھ کر نیولا اسے تکلیف پہنچا رہا ہے روتے روتے ان کی آواز بلند ہو گئی۔ تیتر نے اس سے کہا سوائے رونے کے تم اور کچھ بھی کر سکتے ہو؟ وہ بولے بھائی! نیولے کے آگے ہماری کچھ نہیں چلتی جب تیتر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تو پکھوؤں سے کہنے لگا جرم تمہارا نہیں ہے بلکہ میرا ہے کیوں میں نے تمہاری باتوں میں آ کر پر نوچ ڈالے جن سے میں اڑ سکتا تھا۔

اے عورتو! میں بھی تمہیں لعنت ملامت نہیں کرتا بلکہ کردنی خویش آمدنی پیش' قصور میرا ہے' میں یہ بھول گیا کہ تمہاری ہی وجہ سے ہمارے باپ آدم گناہ میں مبتلا ہوئے اور جنت سے نکالے گئے اور یہ بات بھی میرے خیال سے بالکل اتر گئی کہ ہر برائی کی جڑ تمہی ہو۔ تمہارا کہنا مان کر میں نے اپنے وزیروں اور سرداروں کو قتل کر دیا جو مجھے ہر بات میں مشورہ دیتے تھے اور میری عزت اور قوت کا سبب تھے۔ آج ان کی جگہ میرے پاس کوئی نہیں نہ کوئی ایسا دکھائی دیتا ہے جو ان کی جگہ لے سکے اور مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہوں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• نو سو پچیس ویں رات

نو سو پچیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- بادشاہ اپنے آپ کو لعنت ملامت کرنے لگا اور کہا کہ اگر خدا نے میرے لئے کوئی ایسا شخص نہ بھیج

URDU4U.COM

دیا جو اپنی صائب رائے سے مجھے ٹھیک راستے پر چلائے تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ اپنی خواب گاہ میں گیا اور اپنے وزراء اور حکماء پر نوحہ کرنے لگا اور کہا کاش یہ عظیم الشان لوگ ایک پہر ہی کے لئے میرے پاس آ جاتے۔ تا کہ میں ان سے معافی مانگتا انہیں ایک نظر دیکھ لیتا ان کے آگے اپنا دکھڑا روتا اور ان سے کہتا کہ تمہارے بعد میرے اوپر کیا گزر رہی ہے۔ دن بھر وہ اسی سوچ میں ڈوبا رہا۔ جب رات ہوئی تو اس نے اپنی پوشاک اتار کر پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور بھیس بدل کر شہر میں گشت لگانے لگا کہ شاید کوئی ایسی بات اس کے کان میں پڑ جائے جس سے اس کا غم غلط ہو۔ وہ شہر کے گلی کوچوں میں پھر رہا تھا کہ اس کی نظر دو لڑکوں پر پڑی جو ایک دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے' دونوں کم سن تھے' دونوں بارہ بارہ برس کے ہوں گے۔ بادشاہ ان کے قریب گیا تا کہ ان کی باتیں سن سکے۔

بادشاہ نے سنا کہ ایک لڑکا دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ بھائی سن! کل رات میرے باپ نے مجھ سے پوچھا کھیت وقت سے پہلے کیوں سوکھ گئے ہیں۔ دوسرا بولا تو جانتا ہے کہ اس آفت کی کیا وجہ ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں اگر تو جانتا ہو تو بتا۔ دوسرے نے کہا میرے باپ کے ایک دوست نے مجھ سے کہا تھا کہ ہمارے بادشاہ نے اپنے وزیروں اور امیروں کو محض عورتوں کی محبت میں آ کر بے گناہ قتل کر دیا ہے کیونکہ وزیروں نے اسے ان باتوں سے منع کیا تھا جو اسے نہیں کرنی چاہئیں مگر وہ نہ مانا اور اپنی عورتوں کے کہنے پر انہیں قتل کر دیا حتیٰ کہ میرے باپ شماس کو بھی جو اس کا وزیر تھا اور اس سے پہلے اس کے باپ کا وزیر بھی رہ چکا تھا۔ وہ اس کا مشیر تھا لیکن

دیکھ کہ خدا اس کا بدلہ کس طرح لیتا ہے۔ پہلے لڑکے نے کہا ان کے مر جانے کے بعد اب خدا بادشاہ کے ساتھ کیا کرے گا؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ہند اقصیٰ کے
URDU4U.COM
بادشاہ نے ہمارے بادشاہ کی توہین کی ہے ایک خط میں اسے خوب جھاڑا ہے اور لکھا ہے کہ میرے لئے بیچ سمندر میں ایک محل بنوا اور اگر تو نہ بنوائے گا تو میں بارہ رسالے بھیجوں گا۔ جن میں ایک ایک لاکھ جنگجو ہوں گے اور اس لشکر کا سردار میرا وزیر بدیع ہو گا۔ وہ تیرا ملک چھین لے گا تیرے مردوں کو قتل کر دے گا اور تیری عورتوں کو گرفتار کر لائے گا۔ ہند اقصیٰ کے ایلچی کو جو خط لے کر آیا ہے ہمارے بادشاہ نے تین روز تک ٹھہرنے کے لئے کہا ہے۔ وہ بادشاہ بڑا زبردست قوت والا ہے۔ اور اس کے ملک کی آبادی بہت بڑی ہے اگر ہمارے بادشاہ نے کسی تدبیر سے اسے روک نہ دیا تو برباد ہو جائے گا اور جب ہمارا بادشاہ ہلاک ہو جائے گا تو وہ بادشاہ ہماری روزی چھین لے گا' ہمارے مردوں کو مار ڈالے گا اور ہماری عورتوں کو پکڑ لے جائے گا۔

بادشاہ نے ان دونوں کو یہ گفتگو سنی تو وہ اور زیادہ گھبرایا اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ لڑکا بڑا حکیم معلوم ہوتا ہے کیونکہ جو خط ہند اقصیٰ کے بادشاہ کے پاس آیا ہے وہ میرے پاس ہے اس کا بھید میں نے اب تک کسی اور سے نہیں کہا پھر اس لڑکے کو اس کی کیونکر خبر ہو گئی؟ یہ کہہ کر بادشاہ اس کے پاس گیا اور نرمی سے کہنے لگا' اے پیارے لڑکے! ہمارے بادشاہ کے بارے میں تو کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے واقعی بڑا برا کیا کہ اپنے وزیروں اور امیروں کو قتل کر دیا' سچ مچ اس سے اسے اور اس کی رعیت کا بڑا نقصان پہنچا اور جو کچھ تو کہتا ہے بالکل ٹھیک ہے لیکن بیٹا یہ تو بتا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ ہند اقصیٰ کے بادشاہ نے اسے اس مضمون کا خط لکھا ہے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ بزرگوں کے قول کے موافق خدا پر کوئی بات پوشیدہ نہیں اور انسانوں میں روحانیت ہوتی ہے جس سے انہیں پوشیدہ بھید معلوم ہو جاتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا بیٹا! تو سچ کہتا ہے اچھا اب یہ بتا کہ کوئی تدبیر ہو سکتی ہے جس سے یہ بلا اس کے

اور اس کی رعیت کے سر سے ٹل جائے؟ لڑکے نے کہا ہاں! اگر بادشاہ مجھے بلائے اور پوچھے کہ کس تدبیر سے اس کا دشمن دور ہو سکتا ہے تو میں اسے بتا دوں گا۔ بادشاہ نے کہا' کون جا کر بادشاہ کو اس کی خبر دے سکتا ہے تا کہ وہ تیرے پاس کسی کو بھیج کر تجھے بلائے؟ لڑکے نے کہا میں نے سنا ہے کہ وہ دانش مندوں کی تلاش میں ہے اگر وہ مجھے بلائے گا تو میں اس کے پاس جا کر وہ تدبیر بتاؤں گا' جس سے اسے فائدہ پہنچے اور اس کے سر سے یہ بلا ٹل جائے۔ اگر اس مشکل کام میں اس نے دیر لگائی' عورتوں کے ساتھ لہو و لعب میں مشغول ہو گیا اور میں خود اس کے پاس گیا تو ان لوگوں کی طرح وہ مجھے بھی مروا ڈالے گا اور اس کی ملاقات میری ہلاکت کا باعث ہو گی۔ لوگ میرا مذاق اڑائیں گے۔ مجھے ناسمجھ خیال کریں گے اور میں اس مثل کا مصداق بن جاؤں گا۔ جس عالم کا علم اس کی عقل سے زیادہ ہو وہ اپنے جہل میں مارا جائے گا۔

بادشاہ نے لڑکے کی باتیں سنیں تو اسے یقین آ گیا کہ وہ بڑا عقل مند اور فاضل ہے اس کی اور اس کی رعیت کی نجات اسی کے ہاتھوں ہو سکتی ہے۔ اس نے لڑکے سے پوچھا تو کہاں رہتا ہے اور تیرا گھر کہاں ہے؟ لڑکے نے کہا یہ دیوار میرے گھر سے ملی ہوئی ہے۔ بادشاہ نے اس مقام کو خوب پہچان لیا اور لڑکے سے رخصت ہو کر خوش خوش اپنے محل کو چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنا لباس پہنا' کھانا پینا منگوایا اور کہہ دیا کہ عورتیں اس کے پاس نہ آئیں۔ کھانے پینے کے بعد اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اس سے نجات اور مدد کی دعا مانگی اور جو حرکت اس نے اپنے علما اور روسا کے ساتھ کی تھی اس کی معافی چاہی' خدا کے آگے سچی توبہ کرکے روزہ نماز اور خیرات کا حتمی وعدہ کیا پھر اس نے اپنے خاص غلام کو بلا کر لڑکے کے مکان کا پتا دیا اور کہا کہ اسے نرمی کے ساتھ بلا لا۔ غلام نے لڑکے کے پاس جا کر کہا کہ بادشاہ تجھے انعام دینے کے لئے بلا رہا ہے۔ وہ تجھ سے کچھ پوچھے گا اور تجھے خیریت کے ساتھ تیرے گھر بھجوا دے گا۔ لڑکے نے پوچھا بادشاہ کس لئے مجھے بلاتا ہے؟ غلام نے جواب دیا

کچھ پوچھنے گچھنے کے لئے۔ لڑکے نے کہا بادشاہ کا حکم ہزار بار سر آنکھوں پر۔ لڑکا وہاں پہنچا تو پہلے خدا کے آگے سجدہ کیا پھر بادشاہ کو سلام کرکے اسے دعا دی۔ بادشاہ نے سلام کا جواب دیا اور بیٹھ جانے کو کہا وہ بیٹھ گیا۔

URDU4U.COM

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• نو سو چھبیس ویں رات

نو سو چھبیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ لڑکا بیٹھ گیا تو بادشاہ نے پوچھا کل تجھ سے کس نے باتیں کی تھیں؟ اس نے کہا اسی نے جو اس وقت باتیں کر رہا ہے۔ بادشاہ بولا پیارے! تو سیچ کہتا ہے اس کے بعد بادشاہ نے اپنے پہلو میں کرسی ڈلوا کر اسے بٹھایا' کھانا منگوایا اور دونوں باتیں چیتیں کرنے لگے۔ بادشاہ نے لڑکے سے کہا اے وزیر! تو نے کل مجھ سے چند باتیں کی تھیں منجملہ ان کے یہ کہ تیرے پاس ہند اقصیٰ کے بادشاہ کی چال کا توڑ ہے۔ بتا وہ کیا تدبیر ہے کہ میں اس کی برائی سے بچ جاؤں اور تجھے اپنا وزیر بنا لوں ہر معاملے میں تیری رائے پر چلا کروں اور تیری بڑی تنخواہ مقرر کر دوں؟ لڑکے نے کہا تیری تنخواہ تجھے مبارک ہو مشورہ اور رائے اپنی عورتوں سے لیا کر جن کے کہنے پر تو نے میرا باپ شماس اور دوسرے وزیروں کو قتل کروا دیا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ پشیمان ہو گیا اور ایک آہ بھر کر کہا پیارے بیٹے! کیا شماس سچ مچ تیرا باپ تھا؟ لڑکا بولا شماس سچ مچ میرا باپ اور میں واقعی اس کا بیٹا ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ نے سر نیچا کر لیا اس کے آنسو ڈبڈبا آئے وہ خدا سے معافی کا خواستگار ہوا اور کہنے لگا بیٹا! اس کی وجہ میری جہالت اور عورتوں کی بری رائے تھی' ان کی چال بے ڈھب ہوتی ہے لیکن میں تجھ سے معافی کی درخواست کرتا ہوں۔ تجھے تیرے باپ کا عہدہ بلکہ اس سے بھی بڑا رتبہ دیتا ہوں اور جب یہ بلا ٹل جائے گی تو تجھے سونے کا طوق پہناؤں گا سب سے زیادہ معزز سواری پر سوار کروں گا اور ڈھنڈورا پٹوا دوں گا کہ یہ معزز جوان بادشاہ کے بعد دوسری کرسی کا مالک ہے اور جو کچھ تو نے عورتوں کے بارے میں کہا ہے تو میں ان سے بدلہ لے کر رہوں گا۔ اب بتا کہ تو کیا تدبیر بتانا چاہتا ہے۔ تا کہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے؟ لڑکے نے جواب دیا پہلے وعدہ کر تو میری رائے کے خلاف نہ کرے گا اور جس چیز سے میں

ڈرتا ہوں اس سے مجھے امان ملے گی۔ بادشاہ نے کہا میں خدا کو حاضر ناظر جان کر وعدہ کرتا ہوں کہ میں تیری بات نہ ٹالوں گا تو میرا مشیر رہے گا جو تو کہے گا میں کروں گا اور جو کچھ میں کہتا ہوں اس کا گواہ خدا ہے۔ یہ سن کر لڑکے کا دل خوش ہو گیا اسے بات کرنے کی ہمت پڑی اس نے کہا اے بادشاہ! ترکیب یہ ہے کہ جو مہلت تو نے ایلچی کو دے رکھی ہے اس کے بعد جب وہ جواب لینے آئے تو ایک دن کے لئے اسے اور ٹال دیجیو اس پر وہ یہ اعتراض کرے گا کہ اس کے بادشاہ نے اسے اتنی ہی مہلت دی ہے اور تجھ سے ضد کرے گا مگر تو اپنی بات پر اڑا رہیو وہ ناراض ہو کر تیرے پاس سے چلا جائے گا اور شہر میں جا کر لوگوں کے سامنے خفا ہو گا اور کہے گا کہ اے شہر والو! میں ہند اقصیٰ کے بادشاہ کا فرستادہ ہوں' وہ اتنا طاقتور اور ارادے کا پکا ہے کہ اس سے لوہا بھی نرم ہو جائے۔ اس نے مجھے ایلچی بنا کر یہاں بھیجا ہے اور ٹھہرنے کی میعار مقرر کر دی ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ اگر تو مقررہ میعاد تک واپس نہ آیا تو میں تجھے سزا دوں گا جب میں نے یہاں آ کر اس شہر کے بادشاہ کو خط دیا تو اس نے اسے پڑھ کر تین دن کی مہلت مانگی۔ آج تین دن گزر چکے اور میں جواب لینے گیا تو اس نے ایک دن کی مہلت چاہی لیکن اب میں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتا۔ اس لئے اپنے آقا ہند اقصیٰ کے بادشاہ کے پاس واپس جا رہا ہوں اور اس سے سارا ماجرا بیان کروں گا تم میرے اور اس کے درمیان گواہ رہنا۔

جب وہ اس قسم کی باتیں کرے گا تو اس کی خبر تجھے پہنچے گی اس وقت تو اسے بلوائیو اور نرمی سے باتیں کیجیو اور کہیو کہ تو اپنی جان کے پیچھے کیوں ہاتھ دھو کر پڑا ہے کہ ہماری رعیت کے آگے ہمیں برا بھلا کہتا ہے؟ اس کی سزا تو یہ ہے کہ میں فوراً تجھے قتل کر دوں لیکن بزرگوں کا مقولہ ہے کہ بڑے لوگوں کا شیوہ معاف کرنا ہے جواب میں دیر کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ میں جواب نہیں دے سکتا! بلکہ یہ کہ میں بہت مشغول ہوں۔ یہ کہہ کر خط منگوائیو اسے دوبارہ پڑھیو پڑھ کر خوب ہنسیو اور اس سے کہیو کہ اس کے علاوہ اور کوئی خط میرے پاس نہیں پھر تیسری بار تو اس سے یہی سوال

کیجنو اور جب وہ انکار کرے تو اس سے کہیو کہ تمہارا بادشاہ بڑا نا سمجھ ہے وہ ایسی باتیں لکھتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنا لشکر لے کر اس کے ملک پر دھاوا بول دیں اور اس کی بادشاہت چھین لیں لیکن اس بار ہم اس کی گستاخی معاف کرتے ہیں کیونکہ وہ کم عقل اور پست ہمت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس بار اسے ڈرا دھمکا دیں کہ ایسی باتیں پھر نہ کرے ورنہ میں اس پر سخت بلا نازل کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ نہ تو اس کے پاس کوئی عقل مند وزیر ہے جو اسے مشورہ دے نہ خود اس میں اتنی سمجھ ہے کہ ایسی بے ہودہ گوئی سے پہلے کسی وزیر سے مشورہ لیتا۔ میں بھی اس کے خط کا جواب ویسا ہی بلکہ اس سے بڑھ کر دے سکتا ہوں میں یہ خط مکتب کے کسی لڑکے کو دے دوں گا کہ وہ اس کا جواب لکھ دے۔

یہ کہہ کر تو مجھے بلوائیو اور کہیو کہ اس خط کو پڑھ کر اس کا جواب دے دے۔

یہ سن کر بادشاہ خوش ہو گیا' لڑکے کی رائے کو بہت پسند کیا اسے انعام دے کر اس کے باپ کا رتبہ اسے عطا کیا۔ لڑکا خوش خوش رخصت ہوا جب تین دن گزر گئے تو ایلچی نے بادشاہ کے پاس آ کر جواب مانگا بادشاہ نے ایک روز کے لئے اور ٹال دیا اس پر ایلچی نے محل سے نکل کر ویسی ہی باتیں کیں جیسا کہ لڑکے نے کہا تھا اور بازار میں جا کر کہا اے شہر والو! میں ہند اقصیٰ کے بادشاہ کے پاس سے تمہارے بادشاہ کے پاس خط لے کر آیا تھا مگر وہ جواب دینے میں آج کل کر رہا ہے جو میعاد میرے بادشاہ نے مقرر کی تھی وہ ختم ہو چکی اور تمہارے بادشاہ کے لئے اب کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ لہٰذا تم گواہ رہنا جب بادشاہ کو یہ خبر ملی تو اس نے ایلچی کو بلوایا اور کہا تو اپنی جان کے پیچھے کیوں ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے کہ جو کچھ ایک بادشاہ نے دوسرے کو لکھا ہے تو اسے کہتا پھرتا ہے حالانکہ دو بادشاہوں کے درمیان جو باتیں ہوتی ہیں وہ راز ہے۔ لہٰذا تو سزا کا مستحق ہے لیکن ہم اس کا برا نہیں مانتے تاکہ تیرے بے وقوف بادشاہ کو جواب مل جائے۔ مناسب یہ ہے کہ اس خط کا جواب مکتب کا سب سے چھوٹا لڑکا دے۔

یہ کہہ کر اس نے لڑکے کو بلوایا' لڑکے نے آ کر خدا کے آگے سجدہ کیا اور بادشاہ کو عمر کی درازی اور عزت کی ہمیشگی کی دعا دی۔ بادشاہ نے خط لڑکے کی طرف پھینک کر کہا اسے پڑھ کر فوراً اس کا جواب لکھ دے۔ لڑکے نے خط لے کر پڑھا اور مسکرا پڑا اور مسکرا کر بادشاہ سے کہا بس اسی خط کے جواب دینے کے لئے تو نے مجھے بلوایا ہے؟۔ بادشاہ نے کہا ہاں لڑکے نے کہا سر آنکھوں پر اور دوات قلم کاغذ نکال کر لکھنا شروع کیا۔

URDU4U.COM

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• نو سو ستائیس ویں رات

نو سو ستائیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- لڑکے نے دوات اور کاغذ لے کر لکھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سلامتی ہو اس پر جسے امن و امان اور خدا کی رحمت ملنے میں کامیابی ہو۔ اس کے بعد اے بادشاہ جس کا نام بڑا اور کام چھوٹا ہے میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ تیرا خط پہنچا' میں نے پڑھا جو بے ہودہ باتیں اور خرافات کا طومار تو نے لکھا ہے میں خوب سمجھا۔ مجھے یقین آ گیا کہ تو سخت جاہل اور بدتمیز ہے ایسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتا ہے جو تیری طاقت سے باہر ہے اگر مجھے خلق اللہ کے ساتھ محبت نہ ہوتی تو میں فوراً تجھ پر چڑھائی کر دیتا۔ تیرے ایلچی نے بازار میں جا کر خط کا مضمون ہمہ شما سے بیان کیا' مجھے چاہیے تھا کہ اسے سزا دوں لیکن میں نے رحم کھا کر اسے چھوڑ دیا۔ آگے چل کر جو کچھ تو نے وزیروں' عالموں اور حکومت کے بڑے لوگوں کے قتل کے بارے میں لکھا ہے درست ہے۔ لیکن ہر ایک مقتول کی بجائے میرے پاس ایک ہزار اور ہیں جو ان سے زیادہ عالم سمجھدار اور عقل مند ہیں بلکہ میرے یہاں کا بچہ بچہ علم سے لبریز ہے اور میرا ہر سپاہی تیرے رسالے کے برابر۔ اب رہی دولت میرے یہاں واقعی سونے اور چاندی کی کانیں ہیں' ہیرے جواہرات ایسے جیسے کنکر پتھر۔ تیری یہ کیونکر ہمت پڑی جو تو لکھتا ہے کہ میں تیرے لئے بیچ سمندر میں ایک محل بنوا دوں۔ یہ تیری حماقت کی دلیل ہے تاہم میں بنوا بھی دوں گا۔ بشرطیکہ تو موجوں اور ہوا کو روک تھام لے۔ تیرا یہ گمان کہ تو مجھ پر فتح پا جائے گا غلط ہے بلکہ خدا مجھے تجھ پر فتح دے گا۔ اس بدتمیزی کا جواب تو یہ تھا کہ تجھے سزا دی جاتی خیر میں اس مرتبہ محض تجھے سمجھانے پر اکتفا کرتا ہوں۔ لہٰذا اس سال کا خراج جلد بھیج دے ورنہ میں اپنے وزیر کے ساتھ گیارہ لاکھ ہاتھی سوار بھیج کر تین برس تک

تیرا محاصرہ کروں گا اور تیرا ملک چھین لوں گا لیکن سوائے تیرے اور کسی کو قتل نہ کروں گا اور سوائے تیری عورتوں کے اور کسی کو گرفتار نہ کروں گا۔"

URDU4U.COM

یہ خط لکھ کر لڑکے نے اس کے نیچے اپنی تصویر بنا دی اور تصویر کے ایک طرف لکھ دیا کہ یہ خط مکتب کے سب سے چھوٹے بچے نے لکھا ہے۔ بعدازاں اس نے خط پر مہر لگا کر بادشاہ کو دے دیا اور بادشاہ نے ایلچی کو۔ ایلچی نے اسے لے کر بادشاہ کے ہاتھ چومے خدا کا شکریہ ادا کیا' بادشاہ کی بربادی کا شکر گزار ہوا اور لڑکے کے علم و فضل پر تعجب کرتا ہوا روانہ ہو گیا۔ اپنے بادشاہ کے پاس تین دن دیر سے پہنچا اس وقت بادشاہ دربار لگائے ہوئے تھا کیونکہ ایلچی مقررہ میعاد پر واپس نہ آیا تھا۔ ایلچی دربار میں حاضر ہوا تو اس نے سجدہ کرکے خط بادشاہ کے حوالے کر دیا۔ بادشاہ نے خط لے کر اس سے پوچھا تو نے کیوں دیر لگائی اور بادشاہ ورد خان کی کیا حالت ہے؟ ایلچی نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا کہہ دیا۔ بادشاہ کے ہوش اڑ گئے اور ایلچی سے کہنے لگا ستیاناس ہو تیرا! ایسے بادشاہ کے پاس سے تو ایسی خبریں لایا ہے؟ ایلچی نے جواب دیا ابھی میرے سامنے اس خط کو کھول تاکہ تجھے سچ اور جھوٹ میں فرق معلوم ہو جائے۔ اب بادشاہ نے خط کھول کر پڑھا اس میں لڑکے کی تصویر دیکھی جس نے خط لکھا تھا اور اسے یقین آ گیا کہ اب اس کا ملک ہاتھ سے گیا اور نہ معلوم اس کا کیا حشر ہو گا؟ اس کے بعد اس نے اپنے وزیروں اور سرداروں کے آگے وہ خط پڑھا ان سے سارا ماجرا کہا۔ وہ سب کے سب کانپ اٹھے لیکن ظاہراً بادشاہ کو اطمینان دلاتے رہے۔ بڑے وزیر بدیع نے کہا اے بادشاہ جو کچھ میرے بھائی وزراء تجھ سے کہہ رہے ہیں بے فائدہ ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تو اس بادشاہ کے نام ایک اور خط لکھ اس میں معذرت کر اور اسے جتا کہ میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں اور تجھ سے پہلے تیرے باپ سے محبت رکھتا تھا۔ پہلا خط میں نے محض بطور امتحان کے لکھا تھا کہ دیکھو تیری ہمت' بہادری علم اور عمل کس درجے کے ہیں اب میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ تیرا ملک تجھے مبارک

کرے، تیرا ملک اور زیادہ مضبوط کرے۔ یہ خط ایک دوسرے ایلچی کے ہاتھ بھیج دیا۔ بادشاہ نے کہا خدا کی قسم یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے، یہ کیسے ہوا کہ وہ بادشاہ اپنے

URDU4U.COM

ملک کے علماء عقل مندوں اور سرداروں کے قتل کے بعد بھی اتنا بڑا ہو اس کا ملک خوش حال ہو اور اس میں اتنی قوت ہو؟ سب سے زیادہ اچنبھے والی یہ بات ہے کہ مکتب کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنے بادشاہ کی طرف سے ایسا خط لکھ سکتے ہیں۔ میں نے لالچ میں آ کر یہ آگ بھڑکا دی ہے اور اب سوائے میرے اس وزیر کے اسے کوئی بجھا نہیں سکتا یہ کہہ کر اس نے قیمتی قیمتی تحفے تحائف غلام باندیاں اور بڑا جلوس تیار کیا ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اس کے بعد معلوم ہو کہ اے میرے پیارے بھائی جلی عاد کے بیٹے (خدا اس پر رحم کرے) زبردست بادشاہ ورد خاں! میرے خط کا جواب ملا میں نے اسے پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا اس کا مضمون دیکھ کر میں خوش ہو گیا کیونکہ زیادہ سے زیادہ میں خدا سے ہی امید رکھتا تھا۔ میری دعا ہے کہ خدا تیرا مرتبہ اور بڑھائے تیری حکومت اور مضبوط کرے اور جو تیرے دشمن تیرا برا چاہتے ہیں اس پر تجھے فتح دے۔ اے بادشاہ! سن تیرا باپ میرا بھائی تھا۔ جب تک وہ زندہ رہا میرے اور اس کے درمیان عہد و پیماں رہے اسے مجھ سے بھلائی ہی بھلائی ملا کی اور مجھے بھی اس سے۔ جب اس کا انتقال ہو گیا اور تو اس کی شاہی کرسی پر بیٹھا تو مجھے بڑی خوشی اور مسرت ہوئی لیکن جب مجھے یہ خبر ملی کہ تو نے اپنے وزیروں اور بڑے لوگوں کے ساتھ یہ حرکت کی تو میں ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو اس کی خبر کسی دوسرے بادشاہ کے پاس پہنچ جائے اور اس کے دل میں تیرے ملک کا لالچ پیدا ہو اور تو بے خبری کی حالت میں اس کا شکار ہو جائے۔ میرے خط کا مقصد تجھے آگاہ کرنا تھا لیکن تیرا جواب پڑھ کر مجھے اطمینان ہو گیا خدا تیرا ملک تجھے مبارک کرے اور تیرا مرتبہ بڑھائے والسلام اس نے تحفے تحائف تیار کرکے سو سواروں کے ہاتھ روانہ کیے۔

• نو سو اٹھائیس ویں رات

URDU4U.COM

نو سو اٹھائیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- ہند اقصیٰ کے بادشاہ نے تحفے تحائف تیار کرکے سو سواروں کے ہاتھوں روانہ کر دیئے اور انھوں نے بادشاہ ورد خان کے پاس پہنچ کر اسے سلام کیا خط دیا ورد خاں نے خط پڑھا اس کا مطلب سمجھا اور سواروں کے رسالدار کو ایسی جگہ اتارا جو اس کی شان کے شایاں تھا اس کی بڑی عزت کی اور جو تحفے تحائف وہ لائے تھے انہیں بڑی خوشی سے منظور کیا اس کی خبر لوگوں میں مشہور ہو گئی اس کے بعد اس نے شماس کے بیٹے کو بلوایا اور اسے انعام دے کر عزت کے ساتھ رسالدار کے پاس بھیجا خط لڑکے کو دیا لڑکے نے اسے پڑھا' لڑکا رسالدار پر ناراض ہوتا رہا اور رسالدار اس کے ہاتھ چومتا معذرت کرتا اور اسے جان و مال کی دعا دیتا رہا۔ بادشاہ نے اس کا شکریہ ادا کیا' اس کا احترام کیا اسے اور اس کے ساتھیوں کو ان کے رتبے کے مطابق انعام دیئے اور تحفے تحائف تیار کرکے لڑکے سے کہا کہ خط کا جواب لکھ۔ لڑکے نے جواب میں بہت اچھا آداب القاب لکھا مصالحت کا بھی ذکر کیا اور ایلچی اور اس کے سواروں کے ادب و آداب کی تعریف کی۔ خط ختم کرنے کے بعد اس نے بادشاہ کے سامنے پیش کیا' بادشاہ نے کہا اے پیارے بیٹے! پڑھ تاکہ میں سنوں کہ تو نے کیا لکھا ہے لڑکے نے سب سواروں کے سامنے خط پڑھ کر سنایا۔ بادشاہ اور تمام حاضرین اس کا مطلب سمجھ کر متعجب ہو گئے۔ اب بادشاہ نے اس پر مہر لگا کر رسالدار کے سپرد کر دیا اسے رخصت کیا اور اس کے ساتھ لشکر کا ایک حصہ روانہ کیا تاکہ وہ انھیں ان کے ملک کی سرحد تک پہنچا آئے۔

یہ تو بادشاہ اور لڑکے کا ماجرا ہوا۔ اب رسالدار کا قصہ سنو۔ لڑکے کا علم و فضل دیکھ کر اس کی عقل دنگ ہو گئی۔ اس نے اس کا شکریہ ادا کیا کہ اتنی جلد اس کا کام ہو گیا اور بادشاہ نے صلح منظور کر لی۔ ہند اقصیٰ پہنچ کر اس نے بادشاہ کو تحفے تحائف اور خط دیا اور جو کچھ دیکھا تھا کہا۔ بادشاہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ وہ خدا کا شکر بجا لایا۔

رسالدار کا بڑا احترام کیا اس کی کارگزاری کا شکریہ گزار ہوا اس کا رتبہ بڑھا دیا اور بڑے اطمینان و بے فکری سے رہنے لگا۔

URDU4U.COM

ہند اقصیٰ کے بادشاہ کی کیفیت معلوم ہو گئی اب بادشاہ درد خان کا حال سنو۔ اس نے اپنی بری عادتیں چھوڑ کر خدا کے آگے توبہ کی۔ عورتوں کی صحبت بالکل ترک کر کے ملک کی اصلاح کی طرف ہمہ تن مشغول ہو گیا۔ شماس کی جگہ اس کے بیٹے کو وزیر بنا لیا اور حکم دیا کہ سات دن تک شہر میں چراغاں کیا جائے' رعیت خوش ہو گئی ان کے دل سے بادشاہ کی برائی کا ڈر نکل گیا اور اس کے عدل و انصاف سے سب خوش ہو گئے۔ بادشاہ کو بھی دعا دی اور وزیر کو بھی جس نے بادشاہ اور رعیت کا غم غلط کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے وزیر سے پوچھا اب کیا تدبیر ہونی چاہیے کہ ملک ویسا ہی سر سبز و شاداب ہو جائے جیسا کہ اگلے روسا اور سیاست دانوں کے وقت میں تھا؟ وزیر نے کہا اے عالی شان بادشاہ! میری رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے دل سے گناہوں کی جڑ کو کاٹ کر پھینک دے کھیل کود' جورو ظلم اور عورتوں سے انہماک چھوڑ دے کیونکہ اگر تو گناہوں کی جڑ کی طرف دوبارہ مائل ہوا تو یہ دوسری گمراہی پہلی سے بھی بڑھ چڑھ کر ہو گی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ گناہوں کی جڑ کیا ہے جو مجھے کاٹ ڈالنی چاہیے؟ چھوٹی عمر اور بڑی عقل والے وزیر نے کہا اے عالی شان بادشاہ گناہ کی جڑ عورتوں کی محبت' ان کی طرف میلان' ان کی رائے اور تدبیر کا قبول کرنا ہے کیونکہ ان کی محبت صاف عقل کو گندہ اور سالم طبیعتوں کو پراگندہ کر دیتی ہے۔ اگر تو غور کرے تو اس بات کو خود سمجھ سکتا ہے میرے کہنے کی بالکل ضرورت نہیں۔ خدا نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ عورتوں سے زیادہ میل جول نہ رکھنا چاہیے۔ ایک عقل مند بادشاہ نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ بیٹا! جب تو میرے بعد بادشاہ ہو تو عورتوں سے زیادہ میل جول نہ رکھیو ورنہ تیرا دل فاسد ہو جائے گا اور رائے گمراہ' ان کے زیادہ میل جول سے ان کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور ان کی محبت سے رائے بگڑ جاتی ہے۔ اس کی دلیل حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام

ہیں۔ جنہیں خدا نے اتنا علم، حکمت اور حکومت دی تھی کہ کسی کو آج تک ملی بھی نہیں، ان کے باپ کی غلطی کا سبب بھی عورتیں ہی تھیں۔ اے بادشاہ! ایسی مثالیں بہت سی ہیں لیکن میں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر اس لئے کیا کہ جیسی ان کی حکومت تھی کسی کی بھی نہ ہوئی یہاں تک کہ دنیا کے تمام بادشاہ ان کے فرمانبردار تھے۔ عورتوں کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے اور عقل تو ان میں سے کسی میں بھی نہیں ہوتی۔ انسان کو چاہیے کہ عورتوں سے میل جول جتنا کم ہو سکے رکھے بالکل انہی کا ہو کر اپنے کو تباہی میں نہ گرا لے۔ اے بادشاہ! اگر تو نے میرا کہنا مان لیا تو تیرے سب کام ٹھیک ہو جائیں گے ورنہ تو ایسا پچھتائے گا کہ پھر پچھتائے کچھ نہ بنے گا۔

بادشاہ نے کہا میں نے اب عورتوں کا رجحان بالکل ترک کر دیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔